۷۸۶
هو



چوں کرد صرفِ راہِ تو نقدِ حیاتِ خویش
یعقوب را بعشقِ تو صرفی شدہ است نام

الحمد للہ والمنہ

کہ دریں زمانِ سعادت اقتران مجموعۂ غزلیات و رباعیات و متفرقات

المسمّیٰ بہ

# دیوانِ صرفی

من تصنیفِ

جامع الکمالاتِ الصوری والمعنوی امامِ اعظمِ ثانی الملقب بحضرتِ ایشان والمخاطب
بہ شیخ یعقوبِ الصرفیِ العاصمیِ الحنفیِ الکشمیری قدس سرہٗ العزیز

باہتمامِ

میر حبیب اللہ کاملی متولی و سجادہ نشین بقاع علیۂ عالیۂ کملیہ در مطبع بروکاز پریس
سرینگر در ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۷ھ طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دیباچہ

## حامداً و مصلیاً

### اما بعد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کے فضل و کرم سے کتاب مستطاب **دیوان صرفیؔ** من تصنیف جامع الکمالات الصوری والمعنوی مظہر اسرار ربانی، مفخرِ اربابِ حقانی امام اعظم ثانی الملقب بہ حضرتِ ایشان و المخاطب بہ شیخ یعقوب صرفی العاصمی الحنفی الکشمیری قدس اللہ سرہ العزیز، طبع ہو سکی — یہ اُمنگ میرے اور تمام اہل ذوق کے دلوں میں بہت مدت سے موجزن تھی۔ لیکن حکومت جموں و کشمیر کی مسلسل یقین دہانیوں کی وجہ سے کہ وہ اس نادر کتاب کی طباعت اپنے اخراجات سے انصرام دے گی۔ یہ خواب آج تک مرہونِ تعبیر نہ ہو سکا۔ آخر میں نے مجبور ہو کر اپنی ذاتی لاگت سے اس کتاب کی طباعت کا بیڑا اُٹھانے کا فیصلہ کیا — لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس عزم کو عملی جامہ پہناؤں، اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر جموں و کشمیر نے جو اکثر اس قسم کی بیش بہا تصنیفات کی سرپرستی کرتے ہیں مجھے جزوی طور مالی امداد عطا کیا اور میں اس قابل ہوا کہ کتاب مذکور کی مطبوعہ کاپیاں شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ دیباچہ میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اکیڈمی پر اُن کے لئے کوئی ذمہ واری عاید نہیں ہوتی۔

حضرتِ صرفی قدس اللہ سرہ کی ولادت باسعادت سنہ ۹۲۸ھ مطابق سنہ ۱۵۲۱ء

سرینگر میں ہوئی آپ کی تاریخ ولادت "شیخ حق" کے الفاظ سے اخذ ہوتی ہے۔آپ
خاندانی لحاظ سے امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند
عاصم کی اولاد سے ہیں۔اور اسی نسبت سے آپ عاصمی کہلاتے ہیں۔آپ کے
والد محترم کا نام میر حسن گنائی بن میر علی بن میر بایزید تھا۔گنائی عالم و فاضل
شخص کو کہتے ہیں۔چونکہ آپ کا خاندان علم و فضل کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔اس
لئے آپ گنائی کے لقب سے مشہور ہوئے

آپ کے نسب اور خاندان کا تذکرہ شائق نے اپنی تاریخ میں ان
اشعار میں کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| ز احفاد عاصم کہ آں نیک خو | بدہ ابن فاروق اعظم نکو |
| گنائی لقب داشت او عاصمی | گشتہ خاندانش در محترمی |
| گنائی است دانا بہ عرف دیار | بہ عشماں گنائی شد او یادگار |
| ز کشمیر مثلش کسے برنخواست | ز وصفش مقصر فہوم رسا است |

آپ نے ۷۵ سال کی عمر پاکر ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۳ء جہان فانی کو الوداع
کہا۔آپ کے خلیفہ نامدار حضرت خواجہ حبیب اللہ نوشہری قدس سرہ نے آپ کا
تاریخ وفات ان اشعار میں کہا ہے۔

| | |
|---|---|
| گفت حبی بہ سال تاریخش | پنج و ہفتاد سالہ آں شہ |
| ہست فخر الانام تاریخش | گر نہ باشد ز بندہ توبیخش |

ایضاً

| | |
|---|---|
| بہر تاریخ نقل رہبر دین | اول و آخر چراغ ببیں |

ایک اور تاریخ "افضل افاد" ہے۔راقم الحروف نے بھی آپ کے تاریخ
وصال کے متعلق طبع آزمائی کی ہے۔اور یہ تاریخ سورہ قل ھو اللہ کے حروف
سے مرتب کیا ہے۔

آپ کی سوانح عمری تمام مورخوں نے تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ان

سب کا اتفاق ہے کہ آپنے ۷ سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کر لیا۔ اور اُس کے ساتھ ہی علومِ عقلی و نقلی حاصل کرنے میں مصروف ہوئے۔ جیسا کہ آپنے خود فرمایا ہے۔ آپ کی عمر شریف صرف آٹھ سال کی تھی جب آپنے فارسی زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔ چنانچہ مغازی النبیؐ میں آپ فرماتے ہیں۔ ؎

چو در سال ہشتم نہادم قدم　　ز طبعم رواں گشت شعر عجم

اوائل میں آپ کے والد بزرگوار جو خود بھی ایک بلند پایہ فاضل تھے، آپ کے اشعار کی اصلاح کیا کرتے۔ جیسا کہ آپنے خود فرمایا ہے ؎

پدر کردے اصلاحِ اشعارِ من　　دراں کار بودے مددگارِ من

آپ نے بہت سارے اساتذہ سے جو اُس وقت کی فاضل ترین ہستیوں میں شمار ہوتے تھے تحصیل علوم کیا۔ ان میں خصوصاً مُلّا آنی کا اسم گرامی جو مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہٗ کے شاگردِ رشید تھے، قابل ذکر ہے۔ مُلّا آنی سیالکوٹ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔ اور یہاں ہی اُنہوں نے اخیر عمر تک قیام فرمایا اور بالآخر مقبرہ شیخ بہاء الدین گنج بخش قدس اللہ سرہٗ میں آسودہ ہوئے۔ مُلّا آنی نے حضرتِ صرفی رح کے غیر معمولی فہم و ادراک، فصاحت و بلاغت اور سخن گوئی کا جائزہ لیکر اس بات کی پیشین گوئی کی تھی کہ آپ ایک دن شعر و سخن میں مولانا جامی رح کا جیسا رُتبہ حاصل کر کے جامی ثانی کے لقب سے مشہور ہو جائیں گے حق تو یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی بالکل دُرست ثابت ہوئی۔ چنانچہ آپنے خود بھی اپنے اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

بعد خسرو بود جامی بلبلِ باغِ سخن
کیست جز صرفی کنوں آں مرغ خوشخواں را عوض

مولانا آنی کے علاوہ آپ نے کئی اور فضلا سے بھی استفادہ کیا۔ ان میں مُلّا حافظ بصیر جندہ بونی بھی جو علوم عقلی و نقلی میں یگانہ روزگار تھے، شامل ہیں۔ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کا رجحان ابتداء سے علوم باطنی کے حاصل کرنے کی طرف

تھا۔ اسی غرض سے آپ کچھ عرصہ کے لئے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز کے خانقاہ فیض پناہ واقع سری نگر میں معتکف ہوئے اور وہاں آپ کو حضرت امیر کبیر قدس اللہ سرہ العزیز خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا "ترا بمخدوم اعلم سپردم" یہ بشارت ملتے ہی آپ سیالکوٹ، لاہور اور کابل سے ہوتے ہوئے خوارزم پہنچے اور وہاں اپنے آپ کو مخدوم اعلم شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کی خدمت میں پیش کیا۔ اس زمانے میں مخدوم اعلم سلسلۂ کبرویہ کی بزرگ ترین ہستیوں میں محسوب ہوتے تھے۔ اور اُن کا سلسلۂ ارشاد چار پانچ واسطوں سے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ وابستہ تھا۔ مخدوم اعلم نے آپ کو مطبخ کے لئے لکڑی لانے اور چلہ نشینوں اور معتکفوں کے متوضّاً کو پاک کرنے کا کام تفویض فرمایا۔ آپ نے یہ فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے اور اپنے مرشد کی خوشنودی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو مخدوم اعلم نے خطِ ارشاد عطا فرمایا اور آپ اپنے وطن کو واپس تشریف لائے۔

وطن میں اقامت کرنے کے کچھ سال بعد آپ کے دل میں اپنے مرشد بزرگوار کی قدمبوسی کی آرزو پھر موجزن ہوئی۔ اور آپ دوسری مرتبہ خوارزم تشریف لے گئے۔ وہاں سے رخصت پاکر آپ نے مشہد، بغداد، ختلان، مکۂ معظمہ اور مدینۂ منوّرہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے قیام فرمایا۔ مکۂ معظمہ میں آپ کی ملاقات شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئی۔ جو اُس زمانے میں فاضل ترین محدّث تسلیم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کو حدیث کی اجازت اور سند عطا فرمائی۔ حج کے دوران آپ حضرت شیخ سلیم چشتی فتح پوری کے ساتھ بھی ملاقی ہوئے اور ان کے ساتھ آپ کا رشتہ محبّت و مودّت و عقیدت اس قدر مستحکم ہوا کہ دونوں بزرگوں نے آپس میں تبادلۂ ارشادات کیا۔ شیخ سلیم نے آپ سے سلسلۂ کبرویہ اور آپ نے اُن سے سلسلۂ چشتیہ کا خطِ ارشاد حاصل کیا۔ اس کے علاوہ ہندوستان پہنچ کر آپ نے بہت سے شہروں خصوصاً احمد آباد، سورت وغیرہ کی سیاحت کی اور بہت سے

بزرگانِ دین کے ساتھ ملاقات کی اور ان سے فیوض باطنی حاصل کئے۔ جس کی طرف آپ نے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے

احمد آباد و بہر گوشہ نگارے دیگر | نتواں یافت بایں حُسن دیارے دیگر
کار ایں خلق ہمہ عاشقی و معشوقی است | کس دریں شہر ندیدم بکارے دیگر
گرچہ ایں شہر پُر از ماہوشان است ولے | جز ابو الفتح نخواہیم نگارے دیگر
گرچہ فارغ از یاریم آں بے پروا | حاش للہ کہ شوم مائل یارے دیگر

احمد آباد است ہر سو نازنیناں فوج فوج | بیدلاں اُفتادہ در دُنبال ایشاں فوج فوج
گر دریں شہر نماند دل بجا عیبم مکُن | دل رُبایاں بیں بہر جانب خراماں فوج فوج

اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا بہت ضروری ہے کہ منجملۂ دوسرے بزرگانِ دین کے حضرت امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی قدس اللہ سرہٗ کو بھی آپ سے بہت عقیدت تھی اور انہوں نے آپ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور آپ نے انہیں سلسلۂ کبرویہ کے اجازات اور خطِ ارشاد عطا فرمایا۔

سفر بیت اللہ کے دوران آپ نے بہت سارے تبرکات مختلف مقامات سے حاصل کئے۔ اور انہیں اپنے ہمراہ کشمیر لائے۔ ان میں سے خصوصاً جبۂ شریف امام اعظم رضؓ عصای الشریف حضرت امام موسیٰ علی رضاؓ۔ اور حضرتِ سلطان بایزید بسطامی رضؓ کی کلاہ مبارک قابلِ ذکر ہیں۔

ختلان میں جو موجودہ تاجکستان کا ایک حصہ ہے، آپ نے تین مہینے سے زیادہ عرصے کے لئے جناب حضرتِ امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ کے روضۂ متبرکہ میں قیام فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے

مشرف شدہ ایں فقیرِ حقیر
بہ طوفِ مزارِ امیرِ کبیر

آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں نکاح کیا۔ اور آپ کا ایک فرزند محمدؐ یوسف نامی

تو لدہو ا جو عہدِ شباب میں ہی رحلت کر گیا۔

آپ کے تصانیف کی صحیح تفصیل اور تعداد معلوم نہیں ہو سکی اور نہ ہی یہ سب کے سب اس وقت دستیاب ہو سکتے ہیں۔ بہر حال مندرجۂ ذیل تصانیف بہت مشہور ہیں :۔
(۱) تفسیر قرانِ مجید، یہ تفسیر مکمل نہیں ہو سکی۔ (۲) تقریظ کتاب سواطع الالہام مصنفِ فیضی، (۳) پنج گنج، جس میں مسلک الاخبار، وامق عذرا، لیلےٰ مجنون، مغازالنبیؐ اور مقاماتِ مرشد شامل ہیں۔ یہ پانچ کتابیں خمسہ نظامی و جامی کی متابعت میں لکھی گئی ہیں۔ (۴) مناسکِ حج (۵) شرح صحیح بخاری (۶) حاشیہ کتابِ توضیح و تلویح (۷) کنز الجواہر (۸) رسالۂ اذکار۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک دیوانِ قصائد۔ نعتیات۔ مناقب اور رباعیات لکھے ہیں۔ جن میں سے اکثر اہلِ ذوق نے حفظ کئے ہیں۔

مُلاّ عبد القادر بدایونیؒ جو حضرت صرفیؒ کے ہمعصر تھے ان کو اس زمانے کی ممتاز ترین ہستی تصوّر کرتے تھے۔ مُلاّ بدایونیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت صرفی تمام علوم، تفسیر قرآن و حدیث اور تصوّف میں مسلّم طور یگانۂ روزگار تھے۔ بدایونیؒ کا کہنا ہے کہ ہمایوں اور اکبر دونوں کو شیخ صرفیؒ سے پوری عقیدت تھی اور ان کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ جب مُلاّ بدایونیؒ کو حضرت صرفی کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے فی البدیہہ یہ رباعی کہی

یاراں ہمہ رفتند و رہِ کعبہ گرفتند　　مامستِ قدم بر در خمّار بماندیم
از نکتۂ مقصود نشد فہم حدیثے　　لادین و لادنیا بے کار بماندیم

مُلاّ محسن فانی مُصنفِ دبستانِ مذاہب جس کا ترجمہ تقریباً تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ رقمطراز ہے کہ حضرتِ صرفی قدس سرہٗ اپنے وقت کے تمام اولیاء کے سرخیل تھے۔

بہر کیف تمام بزرگانِ دین، مؤرخاں اور فضلاء مُتفق الرائے ہیں کہ حضرت صرفیؒ کے پایہ کا دوسرا فاضل جسے اُن کی طرح علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ حاصل ہو آج تک سرزمین کشمیر میں پیدا نہیں ہوا، اور اسی مناسبت سے آپ جامع الکمالات صوری و المعنوی کے نام نامی سے مشہور ہوئے۔ حدیث، فقہ، منطق بالخصوص تعمیہ تقریظات وغیرہ وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ رسالہ اذکار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

معرفت الٰہی کا ایک سرچشمہ تھے۔ اگرچہ آپ دنیا کی آوارہ گیوں سے بہت دُور رہتے تھے اور فقر کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے تاہم بڑے بڑے سلاطین اور حکمرانوں کو آپ کا غایت درجہ احترام تھا اور وہ آپ کے نصایح پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ زیارت بیت اللہ سے واپسی پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ کشمیر میں یعقوب چک اور اس کے کارپردازوں نے لوگوں کا قافیہ تنگ کیا تھا اور ان کا زندہ رہنا محال بنایا تھا تو آپ ایک وفد لے کر جس میں سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ خاص حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہ' اور دوسرے اُمراء شامل تھے۔ دہلی میں شہنشاہِ اکبر سے ملے اور اُس کو اپنے افواج کشمیر بھیجکر حکومت چک کا قلع قمع کرنے پر رضامند کیا۔

حضرت صرفی رح کے تصنیفات پر میرے محترم دوست محمد طیب صدیقی نے اپنی کتاب رشحاتِ صرفی رح میں تفصیل کے ساتھ تقریظ لکھی ہے' اوران کے بہت سے غزلیات اور دوسرے منظومات کا موازنہ متقدمین کے ساتھ کیا ہے۔ اس لئے یہاں پر ان کے کلام کا نمونہ تبرکاً پیش کیا جاتا ہے۔

ذیل کی رباعی آپ کے ابتدائی تصانیف میں سے ہے ؎

ای رخ مہ طلعتاں آئینہ روی توام میل خوباں در ہوای روی نیکوی توام

گر بویم عنبر سارا' وگر مشک ختن در دماغ جاں نمے آید مگر بوئے توام

یہ تو ابتدا تھی' بعد کا کلام اسی قدر شیریں و برجستہ و فصیح اور بلند پایہ ہے کہ اس کی مثال حضرت صرفی رح کے بعد کسی دوسرے مُصنف کے کلام میں نظر نہیں آتی۔ ملاحظہ ہو ؎

گر بکویش بگذری پا جی ز سر باید کرد

قصۂ کوتاہ ز سر خودش گذر باید کرد

---

مشکن ای غم دل ما را و مبین کاں دل کیست

دل ما ہست و لے بین کہ درو منزل کیست

---

در صد ہزار آئینہ یک رو است جلوہ گر در ہر چہ بینم آں رخ نیکوست جلوہ گر

خلقے ز ہر طرف شدہ سرگستہ بہر دوست دیں طرفہ تر کہ دوست بہر سوست جلوہ گر

---

بخدا از تو رسیدم نہ زجائے دیگر
بخدائے کہ جز او نیست خدائے دیگر

---

غم دریں شہر از برای جستجوی من رسید | جستہ جستہ آخر از ہر سو بسوئے من رسید

---

بر گلوی خشک من بنہاد تیغ آبدار | باز آب رفتہ ای صرفی بجوی من رسید

---

ہلالِ عید مگو بر فلک ہویدا شد | کلید سے کدہ گم گشتہ بود پیدا شد

---

وے سخن گو آں دہاں تنگ در گلزار بود | غنچہ را چرا سنئے آں مانعِ گفتار بود

---

بہرحال تاریخ گواہ ہے کہ دسویں صدی ہجری میں اور اُس کے بعد حضرت صرفی کے پایہ کا متصوف، مفسر، فقیہ، سخنور، مفکر اور فاضل آج تک پیدا نہیں ہوا۔ آپ کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ اس زمانے میں آپ خود اپنی مثال ہیں چنانچہ اپنے فرزند کو علوم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کے لئے قابل اُستاد کی تلاش کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔؎

بے تامل بگو بہمت سخنی | در دو عالم کجا است ہیچو منے

آپ اپنے تمام اقران سے علوم عقلی و نقلی میں اس قدر سبقت لے گئے کہ آپ جامع الکمالات صوری و معنوی کے القاب سے مشہور ہوئے اور علماء فضلا اور مشائخ وقت نے متفق طور آپ کو امام اعظم ثانی تسلیم کیا یہی وجہ ہے کہ آج کے دن تک آپ کی زیارت پر ہر سال حضرت امام اعظم کا عرس مبارک منایا جاتا ہے اور اس تقریب پر ختم خوانی اور مولود خوانی میں تمام اہل اعتقاد شریک ہوتے ہیں۔

---

حضرت صرفیؒ کا اسم گرامی سوائے چند ایک لکھے پڑھے اور خواندہ
اشخاص کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور عام لوگ اُن کو ایشان صاحب کے نام سے
ہی یاد کرتے ہیں۔ یہ لقب اس قدر مشہور اور مقبول عام ہے کہ جس محلہ
میں حضرتِ صرفی رح کا مرقد واقع ہے۔ اُسے بھی محلہ ایشان صاحب
کے نام سے ہی موسوم کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صوفی نے اپنی تصنیف
"کشیر" میں لفظ ایشان پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے
کہ چونکہ ترکستان میں پیر، مرشد اور رہبر کو ایشان کہتے ہیں۔ اسی نسبت
سے حضرت صرفی رح بھی لوگوں میں ایشان صاحب کے لقب سے مشہور ہیں
ممکن ہے کہ ترکستان میں مذہبی اور روحانی رہنماؤں کو تعظیم کرنے کی خاطر
بجائے اُن کا نام لینے کے لفظ ایشان استعمال کرتے ہوں لیکن جہاں
تک حضرتِ صرفی کا تعلق ہے۔ اُن کے اسمِ گرامی کے ساتھ لفظ ایشان
استعمال کیے جانے کی وجہ بالکل مختلف ہے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب
نوری نے اپنی کتاب فتحات کبرویہ میں اس بات پر تفصیل سے روشنی
ڈالی ہے کہ حضرت صرفیؒ کو کیوں ایشان صاحب کے لقب سے مخاطب
کیا جاتا ہے۔ اُن کا فرمانا ہے کہ جس زمانے میں حضرت صرفی بقعہ خانقاہ معلیٰ
کے متولّی اور سجادہ نشین تھے۔ حضرت شیخ باباعلی والی جو ترکستان
کے ایک بہت بلند پایہ متصوف اور سلسلۂ کبرویہ کے ایک نامور
اور دائم الاستغراق ولی تھے سیاحت کرتے ہوئے وارد کشمیر ہوئے
یہاں جلد ہی اُن کا تعارف حضرت صرفیؒ سے ہوا اور دونوں بزرگوں
کا رشتۂ محبت دن بدن استوار اور مستحکم ہوتا گیا یہاں تک کہ جب
حضرتِ صرفیؒ آخری مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے
تو اُنہوں نے شیخ باباعلی والی رح کو خانقاہ معلیٰ میں اپنا قائم
مقام بنایا۔ ایک دن شیخ والی رح کو حضرت صرفیؒ کا خط موصول ہوا
اور اُنہوں نے اُس کا مضمون سناتے ہوئے فرمایا "برادرم شیخ یعقوب
مے آید"۔ اس موقع پر حضرت شاہ قاسم حقانی بھی جو حضرتِ صرفیؒ کے خلفاء
برجستہ میں سے ہیں، موجود تھے اُن کو حضرتِ صرفیؒ کا اسمِ گرامی اس طرح زبان

پر لینا ناگوار گذرا۔ لیکن حضرت والی رح کا پاس ادب ہونے کی وجہ سے
اعتراض نہیں کیا۔ رات کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
والی رح کو خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا۔ "اگر امروز نام ایشاں
بدیں طور بر زبان نیاوردے۔ دل شاہ قاسم آزردہ نشدے"۔
دوسرے روز شیخ والی رح نے یہ خواب مجمع عام میں سنایا اور اس وقت
سے حضرت صرفی رح ایشاں صاحب کے لقب سے اور آپ کے خلیفہ نامدار
میر قاسم شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے اور انہی القاب سے اُن کو
آج کے دن تک یاد کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے حضرت صرفی رح اپنے پیچھے کوئی
اولاد نرینہ نہیں چھوڑ گئے۔ البتہ انہوں نے کئی ایسے برجستہ
خلفاء پیدا کئے جن پر اہل کشمیر بجا طور فخر کر سکتے ہیں ان میں حضرت
میر محمد خلیفہ کے علاوہ حاجی الحرمین حضرت شاہ قاسم حقانی
اور عارف باللہ خواجہ حبیب اللہ نوشہری قدس اللہ اسرارہم کے اسمائے
گرامی قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں بزرگ معدن علم و فضل ہونے کے علاوہ
کشمیر کے اولیائے کبار کی صف اولین میں مقام رکھتے ہیں۔ حضرت صرفی
جب زیارت حرمین سے واپس لوٹے اور حضرت شاہ ان کی خدمت میں پہلی
مرتبہ حاضر ہوئے بے اختیار ہو کر بول پڑے کہ سبحان اللہ اس جوان کا ہاتھ حضور
سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں میرے ہاتھ میں دیا اور
فرمایا "ایں را بگیر ایں پہلوان آخرت است"۔ خواجہ حبیب اللہ نوشہری
کے متعلق حضرت صرفی رح فرماتے تھے۔ کہ "مشعلے کہ از خوارزم آوردم در نوشہرہ
گذاشتم"۔ بہر حال ان دو عظیم الشان ہستیوں کی بدولت سلسلۂ کبرویہ
کی اشاعت ایک وسیع پیمانے پر عمل آئی۔ حضرت شاہ کے سب سے
بڑے خلیفہ مرشد ابرار حضرت خواجہ یعقوب داروی رح جن کے خرق عادات
کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہے عنفوان شباب میں ہی رحلت فرما
گئے۔ دوسرے خلیفہ جنہوں نے حضرت خواجہ یعقوب داروی سے پہلے ہی بیعت

کی تھی منبع الاسرار حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار تھے۔ حضرت
خواجہ نے بہت سے خلفاء پیدا کئے مگر ان سب میں سے شیخ السلام و المسلمین
حضرت ... محمد اکمل الدین کامل ۔میگ خان بدخشی کا اسم
گرامی عالمگیر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ حضرت میرزا کی تصنیف کتاب بحر العرفان
جو چار جلدوں پر مشتمل اسّی (۸۰) ہزار سے زائد اشعار کی کتاب ہے۔ مثنوی
مولانا رومیؒ کی متابعت میں لکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اُن کی کئی ایک
تصانیف ہیں۔ جن میں رسالہ مخبر الاسرار قابل ذکر ہے۔ حضرت میرزا نے بھی
بہت سے خلفاء برجستہ بہم کئے۔ مگر ان میں سے مخدومی حضرت شیخ نعمت اللہ کلو،
حاجی عبد السّلام قلندر۔ میرزا فرہاد بیگ، فخر الدّین
قبیضہ میر عبد الوہاب نوری، خواجہ قایم الدین اکمل الدّین وغیرہ،
کبارِ اولیاء میں محسوب کئے جاتے ہیں۔ حضرت نوری کا سب سے بڑا خلیفہ
میر محی الدین مہدی المعروف مہدی ولی۔ جن کو خواجہ قایم الدین کی خلافت اور
جانشینی کا فخر بھی حاصل تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے وصال کے بعد بقاع المکلیہ کے
سجادہ نشینی اور متولی منتخب ہوئے اور ان مناصب کے فرائض آج کے دن تک اُن کے
احفاد جن میں راقم الحروف بھی شامل ہے، خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

دیوان صرفی کی طباعت کا کام ایک کٹھن مہم تھا جس کا مجھ جیسے بے بضاعت
آدمی سے نبھایا جانا بعید از قیاس تھا۔ لیکن چونکہ بارگاہِ الٰہی کو یہی منظور تھا کہ شائقین کی
یہ دیرینہ تمنّا پوری ہو جائے اس لئے میری کوشش رائیگاں نہیں ہوئی۔ اس خیال کی
تصدیق مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ کے اس شعر سے جو اتفاقاً کتاب کا تاریخ طبع بھی
بنتا ہے، ہوتی ہے:

این ہمہ فرمان ہا از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آخر میں، میں جناب پیر محی الدّین صاحب نوری سجادہ نشین زیارت

ایشان صاحب اور میر احمد اللہ صاحب مولود خوان کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے دیوان صرفی کے دو قلمی نسخے بہم کئے۔ تاکہ میں ان کا مقابلہ اپنے کتب خانہ کے نسخہ کے ساتھ کر کے ایک صحیح اور درست نقل مرتب کر سکوں +

فقط:-

خاکســـــــار

**میر حبیب اللہ کاملی**

رب یسر ولا تعسر

# و سھل و تمم بالخیر

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

ای از بیان حمد تو عاجز زبانِ ما
تیغ ادب بریدہ زبان زبانِ ما

مانند عامئی کہ نداند الف ز بی
در وصف قدس تو خرد خوردہ دان ما

چون ابلہی کہ قطع بہ وادی کند ہوس
حیران براہ حمد تو طبع روانِ ما

در پایۂ سریر ثنایت کجا رسیم
از نہ فلک اگرچہ بود نردبان ما

از کنگرۂ قصور ز کنہ کمال تو
کوتہ فتادہ است کمند گمان ما

یارب سیاہ روئی ما را سبب مساز
دود دیگہ ظاہر است ز سوز نہان ما

زان آتش نہان کہ بدل شعلہ میزند
گویا زبانہ ایست زبان در دہان ما

خواہم ز ابر فیض تو باران رحمتی
کز صفحۂ وجود بشوید نشانِ ما

گر فی المثل ز پرتو او مہر الورئیم
صرفی زبان فقر ببست آسمان ما

ای از صفات ساختہ آئینۂ ذات را
وز کاینات آئینہ کردہ صفات را

یارای شرح آئینہ ہای جمال تو
نبود زبان کلک و دہان دوات را

زلف تعین تو بہ رخسارۂ وجود
بر پای دانشت سلسلۂ ممکنات را

زاہد خدا پرست نہد نام بت پرست
داند اگر حقیقت عزی و لات را

اثبات وحدت تو چو در عین کثرتست
از نفی ما چہ فایدہ لات و منات را

چون خسانی از جمال تو نبود جلال تو | زہر بلا ہلم دہد آب حیات را

صرفی چو پرتو رخش افتاد ہر طرف
خسانی ز نور کعبہ بداں سومنات را

گر آستانہ ات نبود قبلہ گاہ ما | بتخانہ وار کعبہ شود سنگ راہ ما
از یک تجلی کرمت جلوہ گر شود | انوار کوہ طور ز کوہ گناہ ما
از ظلمت دلیم سیہ روی و مشکلست | ز آب وضو سپیدی روی سیاہ ما
دوزخ کجا کفایت تعذیب ما کند | گر لطف تو ز قہر تو نبود پناہ ما
گو خرمن جرایم ما را ہمہ بسوز | این آتشی کہ سر کشد از دود آہ ما
درمان درد ما است ہمین درد ما و بس | افزود جان ما ز غم عمر گاہ ما

صرفی صفت اگر بہ ثنایت مقصریم
عجز و قصور ماست ازاں عذر خواہ ما

بحضرت تو کجا لایق است طاعت ما | کہ طاعتی است فراخورد استطاعت ما
اگرچہ تحفہ شایستہ حمد ما نبود | کرم نماد ببین قلت بضاعت ما
ہمیشہ نفس پرستیم ما مطیعانت | بخندہ است عزازیل از اطاعت ما
بغیر دانہ اشک ندامت ابدی | نشد ز تخم امل حاصل زراعت ما
گناہ ماست عظیم و عظیم تر فضلت | بفضل خویش بدہ رخصت شفاعت ما
جدا ز یک دگر افتادہ عقل و جان و دل | غریب تفرقہ ہست در جماعت ما

چو صرفی اینہمہ مستغنی می شوقیم
بہ یک دو جام صحال آمدہ قناعت ما

درون سینہ ام پنہانی و در چشم تر پیدا | تو ئی ہر جا کہ مے بینم اگر پنہانی و پیدا
نہاں از مردم ناقص بصر خورشید حسنت ماند | شد از ہر ذرہ بر دیدہ اہل نظر پیدا
منور شب ز ماہ و روشن از خورشید روز اما | تو ئی روز و شب از آئینہ شمس و قمر پیدا
ز اشکم ساختی در دانہ آری تو آنکہ کرد | سحاب از فیض تو از قطرہ باران گہر پیدا

رخ این خاکسار از درد عشقت گشته همچون زر
چه اکسیر است عشق تو که کرد از خاک زر پیدا

چو پیدا از نباتی شکر و لعل از جمادی شد
چرا نتوانی از لعل بتان کردن شکر پیدا

زبانم خشک و شعرم تر زهی قدرت که ای صرفی
ز شاخ خشک ایزد ساخته خرمای تر پیدا

رخ خوبان بود آیینه روی آن نکورو را
بهر صورت نماید روی بنود صورتی او را

کسی که خون بسازد مشک اندر ناف چندانی
باسانی تواند داد عطر زلف خوشبو را

بلفظ آسوی خود خوانده است در صورت خوبان
فراز قد مانند الف بین مد ابرو را

نقد عکس جمالش بر دل پاک از نکورویان
از آن رو دوست میدارند پاکان روی نیکو را

نمی خواهم که سودایش بر آید از سرم بیرون
بموی سر از آن بربسته ام سوراخ این مو را

بجان وی از درد و بلای عشق محفوظ اند
نمی دانم چه حظ است از محبت عافیت جو را

توانی راه در کوی محبت یافتن صرفی
بخدمت گر قبول افتی سگان آن سر کو را

هوای مهوشان یارب مبر بیرون ز سر ما را
که حسن تست از این خورشید رویان در نظر ما را

بده چشمی که در آیینه عالم رخت بینم
مکن محروم از آن چون مردم ناقص بصر ما را

مبر که بر در میخانه و که بر در کعبه
مکن دور از در خویش و مگردان در بدر ما را

همیشه بوده ایم آشفته حال از گردش دوران
ز زلف خوبرویان ساختی آشفته تر ما را

نبات و قند بی یاد لبت چون زهر در کام است
بیادت در دهان زهر است چون شهد و شکر ما را

نصیب ماست در عشق تو هر دم خون دل خوردن
بحمد الله که روزی از قضا شد این قدر ما را

گل حسن تو دیدم از جمال لاله رویانی
که صد داغ است از ایشان همچو صرفی بر جگر ما را

ای کرده ظاهر از مه و خورشید نور را
بر روی خود فکنده نقاب ظهور را

ما را کجاست طاقت و تاب تجلی
کز جلوه اش شکست کمر کوه طور را

در چشم من لقای تو باید نه وصل حور
زنجیر پای من نکنی زلف حور را

غایب ز ما سوای تو با تو حاضر ند
آنا نکه یافتند ز غیبت حضور را

دور از بساط قرب تو افتاده ام ولے
عام است فیض نور تو نزدیک و دور را

بر من شب فراق تو روز قیامت است
عرفی بیک غمش نه خرد صد سر او را

با من جمال متواری وان بدا
در پردهٔ ظهور نمانی ز ما جدا

یک پرده بر رخش نه و صد پرده حایلم
او با من است و من ز وی افتاده ام جدا

گاه از گدا و گاه ز شاه هست جلوه گر
اما چنانکه اوست نه شاه است و نه گدا

جز یک صدا نیامده از زیر و بم ولے
روی دگر نمود ز هر تار از آن صدا

آیینهٔ حقیقت من تیره تا بکے
جز باده نیست ز آیینه ام ترکی زدا

ساقی بکرم نمای سرابیکه هست آن
فانی ز ما سوا شده باقیست با خدا

عرفی همه تتبع جامی درین غزلی
کرده است و والسلام علی تابع الهدی

این مقامیست که نه صبح و نه شام است اینجا
روز و شب روشنی از پرتو جام است اینجا

خندهٔ قهقهه بشگر زه آتی که قدح
باز کرده دهن از شرب مدام است اینجا

مے کشاید طی مقامات به میخانه [illegible]
بیخبر هست که نے پای نه گام است اینجا

مستے عمی کند از هستی خود آزادت
هر که آزاد ز خود گشت غلام است اینجا

کفر و دین را دست بطاق در دیر
چه حدیث بتکده و کعبه کدام است اینجا

عشق برتر بود از پختگی و خامی عقل
خام چون پخته شود پخته چو خام است اینجا

بار آگر ز محبان که ره دل بدل است
نے ره قاصد و نه جای پیام است اینجا

زاهدا خرقهٔ من گرچه ز مے رنگین است
نا امیدم چه کنی رحمت عام است اینجا

آن تجلی که شد از طور عیان بر موسے
جلوهٔ ماه من از گوشهٔ بام است اینجا

محو دید از بمیقات تجلی صرفیست
چون کلیمش نه تمنای کلام است اینجا

گیتی نمای آئینه صاف جام ما — دورِ جم است و عهد سکندر بکام ما
آئینهٔ خدای نما جام باده است — ای غافل از خدا چه کنی عیب جام ما
ما را چه عیب می کنی ای شیخ صبح خیز — روشن تر آمد است ز صبح تو شام ما
در صیدگاه همت مردان عجب مدان — عنقای قاف قریب گر افتد بدام ما
نی میل دنیوی و نه تمنّای آخرت — یعنی برون بود ز دو عالم مقام ما
تا گشته ایم ساقی میخانهٔ شهود — محروم هیچ کس نشد از فیض عام ما

انصاف دِه برای خدا صرفیا ملاف
چون خود هنوز پخته نشد کار خام ما

گر به گورستان گذر افتد منِ غمناک را — ناله ام بیدار سازد خفتگانِ خاک را
تا غمت بیرون نیاید از درون سینه ام — خواهم از تیرت بدوزم سینهٔ صد چاک را
رخ نمودی و ز غیرت خانه را سوختی — شعلهٔ حسن تو آتش زد خس و خاشاک را
روز قتلِ بیدلان ترسم که وقت بسملم — مهربان سازد فلک آن کافرِ بیباک را
تا نه دستِ ما بفتراک سمندِ او رسد — وه که عمداً کرده کوته ترک من فتراک را
آب تاک آن شوخ خورده بسکه ناحق کشی — غالباً پرورده اند از آب تیغ آن تاک را
اهل فهم ادراک معنی می کند از صورتش — بین بدین صورت مصوّر معنی ادراک را

برده صرفی ره بصحن لامکان از رخنهٔ
کز خدنگ آه کرده پردهٔ افلاک را

چینی عجب است ابروی آن تازه جوان را — ناوک من از ناز کشید است کمان را
خون ریخته همه اهل زمین را بزمانی — شوخی که برآشفت زمین را و زمان را
چشمش چو بعالم پیِ مردم کشی آماده — فرمود که اخراج کند امن و امان را

جائے کہ نہانخانہ سعاگم شدہ گانست
انجا نبود نام و نشان نام و نشان ترا

چون آب کہ ناچار رود تشنہ بسویش
تیغ تو بخود جذب کند جوہر جان ترا

نبود عجب از سرو قد او کہ ہوایش
از زیر ببالا ببرد آب روان ترا

صرفی دل ما زندہ جاوید بعشق است
از زندگی ما چہ خبر مردہ دلان ترا

رحم بر حالم نیاید ہرگز ای قاتل ترا
اگرچہ بمودم زچاک سینہ روی دل ترا

من زمین و آسمان زیر و زبر خواہم کہ ہست
جای مہ بر آسمان و بر زمین منزل ترا

منزلت جز خانہ دل نیست لایق جان من
کی روا دارم کہ باشد خانہ از گل ترا

من نمے خواہم کہ باشی جز بخلوت گاہ جان
غیر مے خواہد کہ سازد شمع ہر محفل ترا

جو ببار دیدہ میخواہم روان ای سرو ناز
تا بتقریبے چنین سازم بخود مایل ترا

تا نگہ تیغ از سر مستی برانی بر سرم
از شراب ناز خواہم مست و لا یعقل ترا

قتل صرفی گر کنی منت بجان دارم ولے
ترسم ای دلبر کہ خواہد شد لقب قاتل ترا

خوبان بدعا دام ندیدیم شما را
در دور شما خاصیتی نیست دعا را

دردم چو رقم کرد ندانم کہ ز حیرت
از دست چرا خامہ بیفتاد قضا را

انگشت
ہرچند کہ کار تو و ما نیست ولیکن
گاہے بدہ از وعدہ تسلی دل ما را

تا گشت ہم آغوش تنت پیرہن تو
چاک است ز سر تا قدم از رشک قبا را

اے مایدہ وصل تو از بہر رقیبان
بر خوان بلا دادہ صلا اہل صفا را

خواہد دل سخت تو بجفا کشتنم آرے
سنگ ستمت تیز کند تیغ جفا را

ای کعبہ کوی تو زیارت گہ پاکان
رو جانب این کعبہ ہمہ اہل صفا را

جز آرزوی دولت دیدار ندارم
در سر ہوس سلطنت افتاد گدا را

صرفی دلت از سوز درون مشعلہ افروخت
تا گم نشود در رہ مقصود تو بلا را

بر رخ فگنده چاشتگه آن مه نقاب را | پیش از زوال شام رسید آفتاب را
نبود حلال بی لب او عیش و عشرتم | بر خود حرام ساختم اکنون شراب را
روزیکه کرده ایم ستمهاش را حساب | دانسته ایم محنت روز حساب را
بکشود پرده از رخ دیر بود عقل و جان | برداشت از میانه مه من حجاب را
از بسکه هست پُر ز خیالت دو چشم من | گنجایشی بدیدهٔ من نیست خواب را
چون گرد ره فشاند از آن زلف عنبرین | آن گرد ساخت خاک بها مشکِ ناب را

صرفی اگر در آتش و آبم عجب مدار
بنگر دل پر آتش و چشم پر آب را

کس ندهد بخانه ره عاشق تیره روز را | کاتشِ عشق بر کشد شعلهٔ خانه سوز را
تا بکی از تو بشنوم نیست هنوز وقت وصل | کاش برد ز یاد تو سامعی هنوز را
تا نه ز چاک سینه ام داغ غمت شود عیان | دل ز تو دارد آرزو ناوک سینه دوز را
چند بود حریم دلِ تیره و تار بی رخت | شمع طراز من نما آن رخ دلفروز را

صرفی از آتش درون ساخته دی را تموز
لیک ز آه سردِ خود ساخته دی تموز را

امروز شهنشاه منم کشور غم را | از داغ الف ساخته ام طبل و علم را
بر لوح دل من قلم عشق رقم زد | زان پیش که کردند عیان لوح و قلم را
در راه طلب گرچه سر من رود اما | حاشا که ازین راه کشم باز قدم را
احرام سوی کوی تو بستیم ز کعبه | ای رو بحریم تو همه اهل حرم را
هر دم بعدم دلشده را بفرستی | آباد ز عشاق کنی ملکِ عدم را
هرگز بکسی از تو نیفتد نظر لطف | چشمِ تو بر انداخته آمال کرم را

چون مهر و وفا شیوهٔ خوبان جهان نیست
صرفی چه کند گر نکشد جور و ستم را

چه آرزوست که آن تندخو کشد ما را | اگر نه او کشد این آرزو کشد ما را

بقتل ماست فراقش کشیده تیغ ستم — بدست خویشتن ای کاش او کشد ما را
ز فتنه‌اش نتوان برد جان ز دست و هم — بدین امید که آن فتنه جو کشد ما را
چنین بکشتن ما چند گفت و گوی رقیب — تو گر نمی‌کشی این گفتگو کشد ما را

بود همیشه پر از نور خاک ما صرفی
چو مهر آن مه خورشید رو کشد ما را

ده نیست ز تنگی بدهان تو سخن را — یا بسته‌ای از پرسش عشاق دهن را
جانم که برآمد ز تنم ماند بکویت — کرده است غریب تو فراموش وطن را
ای ساده ز رخ آشوب جهانی و چه حاجت — کز سنبل تر زیب دهی برگ سمن را
خوشحال غریبی که ز بس بیخودی خود — نی گور پس از مرگ بیابد نه کفن را
کردیم ز می توبه پی خاطر ناصح — یارب برسان مغبچهٔ توبه شکن را
تا مرغ چمن وصف گل روی تو بشنید — کز دست غمت تنگ برو صحن چمن را

صرفی غم عشق تو ندانند رقیبان
از حالت بلبل چه خبر زاغ و زغن را

ز دست دامن او چاک خواهم زد گریبان را — اگر گستاخانه پا می بوسد آن سلطان خوبان را
ز رخسار بتی نور الهی جلوه گر دیدم — که کافر را مسلمان سازد و کافر مسلمان را
دل من خوار و زار افتاده در شهر نکونامیست — درین کشور مگر حرمت نمی‌دارند مهمان را
غبار خاطرت را غیر ازین موجب نمی‌دانم — که جاروب سر کویت چو چشم ساخت مژگان را
اگر دریابد آن لذت که دارد آب شمشیرت — بکام خود خضر هرگز نخواهد آب حیوان را
بقتل دردمندان غمزهٔ تو گر شود رنجه — برسم اجرهٔ بستان قاتل من جوهر جان را

چو صرفی بندهٔ سلطان عشقم ده چه سلطانی
که با موری تواند داد ملک صد سلیمان را

خندید چون بکعبه مرادید مست ما — یعنی که راه کرده غلط بت پرست ما
گویند با بتان دل خود را چه می‌دهد — ده چون کنیم نیست دل ما بدست ما

دایم بخار بست دل از ناوک بلا
بیرون رود چسان غمت از خاربست ما

امروز نیست عهد وفا تا خلل فتد
محکم بعشق آمده عهد الست ما

از تیر آه ما بحذر باش کور رقیب
کی باز گردد آنچه برآید ز شست ما

افشای سر عشق چو منصور اگر کنیم
نبود عجب ز حوصله تنگ پست ما

باید شکسته بود که کارت شود درست
صرفی بود درستی ما در شکست ما

زان تیر در پناه خدا باد مست ما
کز دست ظلم او بدر آید ز شست ما

نبود عجب ز محتسب شهر اگر کشد
بر دوش خود سبوی می ترک مست ما

رونق فزاست شیوه ما در جنون عشق
بیهوده است سعی خرد در شکست ما

بهر خدا ز خانقه آمد به بتکده
چون طالب خداست دل حق پرست ما

از همت بلند سر ما چه خاک پست
بی قدر پیش او چه بلند و چه پست ما

مردم ز ذوق آنکه جنونم چو دید گفت
هشدار ای بقید جنون پای بست ما

بر جان ماست منت اگر جان کند قبول
صرفی جز این چه خدمتش آید ز دست ما

گر جمال خویش بنماید دم بسمل مرا
چون بها نظاره بس زان بت قاتل مرا

من نگفتم با کسی اما تنم از بسکه کاست
دید هر کس آنچه بود از درد و غم در دل مرا

هرزه وصلش بدل بهر تسلی میدهم
ورنه کی گردد بدینسان دولتی حاصل مرا

تا ز حال خود تواند گفت غمها امیدها
ساغری با من که سازد مست لایعقل مرا

وه نمیدانم چسان از کوی هجران بگذرم
چون ز آب دیده انجا ماند پا در گل مرا

از گره انجانی بروز هجر کارم مشکلست
ای اجل بهر خدا کن حل این مشکل مرا

عقل من صرفی جنون عشق میگوید ازان
عاقلان دیوانه و دیوانگان عاقل مرا

شد ز کف دامانش اما گر کند بسمل مرا
باشد آخر دست در دامان آن قاتل مرا

جا بچشم ساخت همچون مردم دیده ولی
پرده های چشم از نظاره شد حایل مرا

رفت همچون عمر مقصودم از و حاصل نشد
ننگ می آید بسی زین عمر بی حاصل مرا

بایکی خواهم ز آب چشم خود در کوی او — تا به تقریبی چنان انجا بود منزل مرا
عشق آنصورت بملک مستقیم شد رهنمون — پیر عشق آمد درین ره مرشد کامل مرا
گر گریزان از غم او کشته بگذ بدم سفر — خود نهان غمم پیش آید بهر منزل مرا

خواهم از دل آن غم جانکاه را بیرون کنم
ره چه سازم چون کنم صرفی که ندهد دل مرا

میکشی هر بیگناهی خسته من دل ریش را — ره نمیدانم من مسکین گناه خویش را
خاطرش قتل مرا خواهان و من خوشدل که هست — گوشه خاطر بجانم آن جفا اندیش را
از پس و پیشم دمادم میرسد تیر غمش — من ز حیرانی نه پس میدانم و نه پیش را
عاشق از لبهای نوشینش نیابد کام دل — تا نه در راه محبت نوش و اندیش را
گر نشاط دهر کم در بیش باشد باک نیست — باکم خود را ضنیم هرگز نخواهم بیش را

خلق در اندیشه دنیا و فکر آخرت
نیست پروای دو عالم صرفی درویش را

بدینسان از کجا آموخت یارب کار بسمل را — که خلقی را کند قتل و نمیداند قاتل را
ولی بردارم از ایام دخواهم همدمی چون نی — که تا با او دمی آسایم و خالی کنم دل را
ملایک را چه حد پر زدن در محفل یار است — که چون جبریل صد پروانه هست آن شمع محفل را
چو عمری داشتم منزل بیار در خلوتگه جانم — نمیدانم چرا آخر فرامش کرد منزل را
علامت میکند هر بیدلانت زاهد انخفات — نثار خسارو بگره جلوه کن تنبیه غافل را

بایما و اشارت گفت صرفی نکته از عشق
گر اینجا عاقلی باشد همین کافیست عاقل را

اگر گشت غم گلنار از اره بلبل را — ولی نه قتل هزاران چو او چه غم گل را
به تیغ غمزه خونریز خود مکن قتلم — بکش بکشتن من خنجر تغافل را
خط رخ تو برون کرده انداز سر من — هم آرزوی گل و هم هوای سنبل را
چه یار ماز بلای بجانم از سر خواست — شکست طرف کلاهی نمود کاکل را
همیشه چند کشم درد هجر و جور رقیب — دگر چو ی ز من طاقت و تحمل را
ز تو نه خرد و نه ز صبر دل برگن — براه عشق کزین صرفیا توکل را

چو جان نمازت در هر جا که سازی جلوه گاه آنجا    بدن را اعتباری نیست خواه اینجا و خواه آنجا
چرا گشتی جدا چون دیده و دل هر دو جای تست    بیا بنشین ز راه لطف گاه اینجا و گاه آنجا
چو بی رویش نگردد کلبهٔ تاریک من روشن    چه حاصل گر بتابد روز و شب خورشید و ماه آنجا
خوشم تا شد تنم دور از درش از ضعف چون کاهی    که در یک دم برد باد این تن مانند کاه آنجا
من غمدیده را در بزم عیش گلرخان ره نیست    ولی شادم که باشد ناله من برده راه آنجا
اگر در روضهٔ رضوان نبینم گل رویش    ز سردیهای آه من نروید یک گیاه آنجا

بکوی دوست خون عاشقان بی گنه ریزند
مگر جز بی گناهی نیست صرفی گناه آنجا

جان در تنم ز کوی نگاری سیمتن جدا    همچون مسافری که بود از وطن جدا
گر فی المثل بود ز ملایک رقیب تو    نبود جز آن ملک که کند جان ز تن جدا
آواره گشت از غم چشمت بکوه و دشت    آهوی چین جدا و غزال ختن جدا
من مبتلای هجر و ولی دل اسیر غم    زین قصه دل جدا بفغانست و من جدا
هرگز جدا نشود از جان من غمت    گر جان شود جدا بغمت از بدن جدا

صرفی تو خود جدا نشوی زان صنم ولی
سازد بصد بهانه ات از خویشتن جدا

قدم نهاده به بالین پی عیادت ما    خوشا مرض که شده موجب سعادت ما
کنیم سجده بمحراب ابروی ماهی    که نیست جز رخ او قبلهٔ عبادت ما
بناز اگر نپذیرد نیاز ما چه عجب    که ناز شیوه اش آمد نیاز عادت ما
بسی که قاتل اهل وفاست میخواهم    که تیغ غمزه کشد از پی شهادت ما

بجز ز پیر مغان نیست مرشد صرفی
بر آستانهٔ او به سر ارادت ما

جا بر لب تو جام میٔ لعل فام را    جانم بلب رسیده تو لب داده جام را
تا گشت می بدور مسیح لبت حلال    میخانه یافت رتبت بیت الحرام را
میل دو زلف تو دل من میکند که هست    بازلف تو مناسبتی دال و لام را
ای ترک جانستان همه را میکشی بناز    مخصوص جز بمن مکن این فیض عام را

در مسجد یکہ آں بُت کافرنشاں رسد — ہم قوم را نہ جابرد و ہم امام را
میرم ز ذوق آنکہ سلامش اگر کنم — مے خندد و جواب نگوید سلام را

صرفی ہوائے کعبۂ خلت اگر ترا است
بشکن خلیل وار بت ننگ و نام را

نیامد صورتے جز قالب جانان من جانرا — توانی دید جان را گر توانی دید جانان را
گر فتم دین عشق و خوار در کوی رقیبانم — بلے در کافرستان حرمتے نبود مسلماں را
بُت من رخ نما تا نور وحدت جلوہ گر گردد — بر اندازد بنائے اختلاف کفر و ایماں را
بحمد اللہ کہ از راہ وفا گشتم سگ کویش — کمالے بیش ازیں نتواں تصور کرد انساں را
دل و دیں برد زلفت گر برد جاں نیز چہ تواں کرد — کہ نتواں منع یغما کرد ترک ناپشیماں را
ز دست اندازی جانہای دامنگیر مے ترسد — سہی سروے کہ بالا مے زند از ناز داماں را

چہ مے نالی ز غم صرفی بدہ جان و فراغت کن
چرا دشوار باید کرد بر خود کار آساں را

ای ہوائی ترا بدل ہے پا و — انت ماوا و انت من اہوا
ہم ترا بر سر است افسر حسن — ہم تو افراشتی بعشق لوا
ہم تو ئی خاکسار کوی خبانہ — ہم تو ئی ناز نین بے پروا
من چہ جویم دوائے درد از تو — کہ تو ئی دردمند و درد و دوا
من چہ مے گویم و چہ مے شنوم — ہم تو گویا و ہم تو خود شنوا
چوں بگویم کہ من تو ام تو منی — کہ دو ئی در من و تو نیست روا
دعوئے اتحاد خود با تو — دارم و صادقم درین دعوا
گر گنا ہے ز من طلب داری — خود تو بر مدعی بندہ گواہ
شافعی و ابو حنیفہ تو ئی — از تو دارم بر این سخن فتوا

صرفی اظہار سر عشق مکن
ورنہ در عاشقی شوی رسوا

بیت

قیامتے عجب از قامتی پدید آمد — ز ناز و غمزہ اش ای دل ببین قیامت را
مسافران رہ بے نہایت شوقم — کجا مجال بود نیت اقامت را

بیت: بیا بره ز سر ناز سرو قامت را
نشان ز فتنهٔ قیامت قامت را

براهِ عشق بلا در بلا است میدانم — جز این طریق ندانم رهِ سلامت را
طریق من بغم عاشقیست جان دادن — ولی بخاطر من نیست رهِ ندامت را
قتیل خود بدمے زنده کرد ہمچو مسیحؑ — سزد که معجزه گویند این کرامت را

کنند اہل جنون اقتدا بتو صرفی
بجز تو کیست که لایق بود امامت را

ماہے که نیست جز رخ او آفتاب ما — از مهر او است ذرّه صفت آفتاب ما
از چاک سینه پر تو رویت بدل فتاد — یعنی که کرد تیغ تو کشفِ حجاب ما
هر دم کشیم از لب نو یک سخن سوال — بکشای لعل خود نفسے در جواب ما
بیدار گر کاشکے شود این بخت خوابناک — تا آن مه دو هفته براید بخواب ما
زانروی آتشین چو دل ما کباب شد — از خنده بزن نمکے بر کباب ما
ای خضر عیب باده کشی ها بما مکن — چون نیست کم ز آبحیاتت شراب ما

صرفی فتاده سایه سرو چمن در آب
با عکس قد او ست بچشم پُر آب ما

زلف شبگون بر رخ افتاد آن تب دلخواه را — تا چه خاصیت بود یارب کسوف ماه را
هر محبت پیشه را عاشقِ صادق مگو — تا نداند عیش روح افزا غم جانکاه را
توشهٔ کونین در بازو برو در راه عشق — توشه منبود به از بی توشگی این راه را
تا گلوگیرم خیال زلف پر پیچ تو شد — راه بیرون آمدن بربست دود آه را
دو بهشتاقان خود بنمای روزے یا شبے — در فراقت چند بشماریم سال و ماه را
هست سوگند رقیب تو نشان کذب او — تا کے از وی بشنویم واللّٰه را باللّٰه را

برتر از عرش است صرفی درگه سلطانِ عشق
از پرِ جبریل جاروب است این درگاه را

جان ز رفتی از تن و شرمنده کردی بنده را — پیش او عذری نماند بنده شرمنده را
جای مردن تنگ شد بر مردگان زیرِ زمین — بسکه او نگذاشت بر روی زمین یک زنده را
غمزهٔ و ناز و عتابش جانستان هر یک ولے — نیست پروائی اسیری دل ز جان برکنده را
خنده مے آید مرا بر اشک بے تاثیر خود — شمع سانم گریهٔ خود گشته باعث خنده را

غم مرا از پا فگند و در پی قتلم رقیب  
سر بریدن نیست از مردی ز پا افگنده را

من ژنده پوش و دل ز غم صد پاره ام  
ساختم از پاره هایش رقعه های ژنده را

صرفی از آن زلف بلند سرو ما و سایه اش  
کن طلب عمر درازی از دولت پاینده را



راحت مجو که ساخته پیدا خدا ی ما  
ما را برای محنت و محنت برای ما

روزی جفای او ست بحدیکه ممکن است  
این طرفه تر که گشته فزون وفای ما

خواهد شدن خلاص ز ما ؤ سخنی نشود  
دردش که آمد الست بچنگ از دوای ما

چون نیست غیر سینهٔ ما منزل غمت  
خواهد غمت همیشه بعالم بقای ما

ماییم جانشین تو مجنون عامری  
کو آنکه بعد ما بنشیند بجای ما

بادا بحلق تشنهٔ ما آب تیغ تو  
ای کاش مستجاب شود این دعای ما

صرفی چه فکر بادهٔ پی دفع غم کنی  
خون جگر بس است می غم زدای ما

نه همین از آهوی چشمت خجالت تو غزالان را  
ز سرو قد تو شرمندگی نازک نهالان را

جوانان پیر گشتند از تو یعنی بار غمهایت  
چو پشت سال خوردان ساخت قد خورد سالان را

جمال خوبرویان بر کمال آمد و لی دیدم  
تحیر در کمال حسن تو صاحب کمالان را

سر زلفت که حال ما بر آشفت و نه رفت از دست  
بود فردای محشر دستگیر آشفته حالان را

اگر معشوقهٔ بلبل گلست این ناله بهرش چیست  
هوای کیست در سر غالبا این مرغ نالان را

اگر وصف غم و اندوه زهر آلود من گویند  
حدیث تلخ آید بر زبان شیرین مقالان را

چو عشق ماست صرفی بر کمال از ناصحان غم نیست  
چه باک از طعنه های ناقصان صاحب کمالان را

ای در چمن بدست گرفته پیاله را  
از رشک آن جگر شده خون جام لاله را

غیر از جگر چه میخورم اکنون که کرد عشق  
از خوان غم حواله بمن این نواله را

چون بر زمین نیافتمت ساختم روان  
در جستجوی تو بفلک آه و ناله را

کامم حواله شد بدهانت و لی چو او  
پنهان شد از که می طلبم این حواله را

کس را غمت ز خورد و کلان شادمان نماند  
نی هفت ساله را و نه هفتاد ساله را

بنود عجب که حسرت آهوی چشم تو | سازد سفید چشم سیاه غزاله را
هر پاره از تن دل صد چاک یک ورق | مضمون بلا و محنت و غم این رساله را
خواهم خراب مزرع امیدت ای رقیب | زانرو فشانم از گهر اشک ژاله را

صرفی بیاد لاله عذران باده نوش
نرگس صفت ز کاسهٔ سر کن پیاله را

ز ضعف تن عجب حالیست بیمار محبت را | که نتواند کشید از ناتوانی بار محنت را
بترسید ای رقیبان از من و سهلم مپندارید | بریزم خون خلقی گر برآرم تیغ غیرت را
ز بس کاندوه در محنت ز من محنت در اندوه است | تمنا نه خلاصی از منست اندوه و محنت را
بزور قوتی کز وعدهٔ دیدار او دارم | کشیم با این تن چون کاه بار کوه فرقت را
مصور گر نگارد صورت مثلش عجب نبود | که از تأثیر تشبیهش کشد جان در صورت را
بعهد گلستان کوی او انصاف رضوان بین | که پنهان کرد و نتوانست ظاهر ساخت جنت را
مپرس از اهل تقوی لذت جام می عشقش | چو ذوقی نیست ایشان را چه میدانند لذت را
مرا بر سر نه حاسد راست گرد رهگذار او | که فرق هر گدائی نیست لایق تاج دولت را
ز محنت های عشق ای [illegible] باید شکایت کرد | ز کوی محنتش باید کشیدن بار محنت را

بیک جستن پس انداز د ابد را در ازل سازد
اگر جولان دهد صرفی سمند شاه همت را

بنگر چگونه داشت بلا اشتیاق ما | کامد ز آسمان بزمین در وثاق ما
گر آب خضر از لب لعل تو در کشیم | بخشد ز مرگ چاشنی در مذاق ما
نقد حیات ما بتو هجر الکش ای اجل | نه سپرد جز به مشورت و اتفاق ما
ظاهر شده بصورت ابر سیه غمت | گرید نه بعد مردن ما در فراق ما
ماندیم رخت هستی خود را بطاق دیر | دست فنا نه رسد اصلا بطاق ما
بر بام ما اگر شود آن ماه جلوه گر | بر بام عرش سایه فتد از رواق ما

در راه عشق سست بود ناقهٔ سلوک
صرفی ز جذبه الست درین ره براق ما

یار بی پروا و مشتاقش دل بی شاد ما | ما بیادش فارغ از کونین او از یاد ما

ز آب تیغ او حیات آب حیوان یافتیم / کو بیابد خضر از بهر مبارک باد ما
زلف تو ما را سیه روز و پریشان روز ساخت / دل با و آه بخت تا بستاند ازوی داد ما
آن شه بالا بلند آن سرو بستان را چو دید / گفت خندان اینک اینک بندهٔ آزاد ما
خانهٔ چشم از سرشک ماست پر سینه پر آب / ترسم این سیل بلا ویران کند بنیاد ما
مصلحت آنست کز عالم قدم بیرون نهیم / چون بتفسر باد اند اهل عالم از فریاد ما

حرف دانش را ز لوح دل ستردن دانش است
صرفیا تعلیم ما کرد این چنین استاد ما

کاشکی در خواب میدیدم خیال یار را / تا مگر همره نمیدیدم باو اغیار را
ای بگوشش تو حدیث بیغمان جا ساخته / بشنوی از دردمندان نالهای زار را
گر نگه دارم دل خود را ز چشم مست تو / وه چه سازم چون کنم این طرهٔ طرار را
ناوک ابرو کمانی دو خدنگ بر یکدگر / جان ریش و سینه چاک و دل افگار را
گر نه مرگ من به تیغ او بود عار من است / آخر از دنیا بعقبی چون برم این عار را
کی توانم دیدنش ای بخت خواب آلود من / چشم بیدار است لایق دولت دیدار را

میکشم از هجر آزارے که دردم مردمی
گر تصور کرده‌ای صرفی آن آزار را

وه چه حالست اینکه گر در خواب بینم یار را / بینم اندر خواب هم همراه او اغیار را
سر بصحرای جنون خواهم نهادن همچنیم / گر شبی در خواب بینم آن پری رخسار را
لذت عشاق در مردن بکار عاشقی است / از حیات خود چه لذت مردم بیکار را
گر شب هجران سلامت مانم از تیغ اجل / روز وصلش چون کنم آن نرگس خونخوار را
یار جور اندیشه و من مهربان و خواهشش / چون روا دارم که جور اندیشه گویم یار را
محنت هجر تو بسیار است و صبرم اندکی / چون کنم بسیار را اندک اندگ را بسیار را

ترسم ای صرفی که شادی مرگ خواهم شد بهجر
گر بخاطر بگذرانم دولت دیدار را

بر دل آمد تیرهای آن کمان ابرو مرا / هست دل چون ترکش پر تیر در پهلو مرا
گر بکام ناری جدا زان ترک عاشق کش شوم / بهر قتلم بر بدن بر بدن تیرے شود هر مو مرا

منکه نالانم چو موسیقار در چنگ غمت — تیرها رفته سراپای در پهلو مرا

در گذشت از سینه‌ام آهو خدنگ ترک من — در جگر سوراخ گشت از رشک آن آهو مرا

آنکه عرفی ناوکش را از جگر کردم هدف
در میان جان الف وار است تیر او مرا

گر ماه من از مهر تو باشد هلاک ما — هر صبح آفتاب برآید ز خاک ما

چون چشم ما باشک شد از نقش غیر پاک — بهر نظاره تو سزد چشم پاک ما

یارب چرا ز درد دل ماست بی‌خبر — شوخی که جای اوست دل دردناک ما

زاهد طهارت دل از آب وضو کند — از بهر پاکیش بطلب آب پاک ما

از روی لطف نیست بغیر التفات او — مقصود او از آن نبود جز هلاک ما

ترسم که باک دارد ازین خون ناحقم — هنگام کشتنم بحث بی ترس و باک را

عرفی ز بهر پرتو خورشید عارضش
بنگر دریچه‌ها بدل چاک چاک ما

نقد جان خواهم برسم رشوه داد استاد را — تا پی قتلم کند تعلیم او جلاد را

بسکه یاد دوستان کردن نخواهد دلش — پیش او مذکور نتوان کرد حرف یاد را

جلوه در باغ گر دهد بنده او گشت سرو — طرفه کاری کان شهی در بند کرد آزاد را

در چمن بر یاد قدش ریختم باران اشک — پا بگل ماندست از آن هم سرو هم شمشاد را

کی دلش سازد زبانم نرم چون تاثیر نیست — در دل سنگین شیرین نیست فرهاد را

همره باد آیم از ضعف بدن در بزم او — لیک پیش شمع من ره نیست هرگز باد را

پابند ای عرفی ز بی‌رنگی نشان تیغ زبان
گر سیه رنگیں کند سجاده ارشاد را

صد پاره است جامه ز دست جنون مرا — عشق تو کرده است ز پرده برون مرا

خواهد زبون دهر چو دونان مرا فلک — دون مثل خود خیال کند چرخ دون مرا

نظاره تو نه بهر من شد بگوی عشق — عشق تو شد بکوی جنون رهنمون مرا

از بسکه خون ندیده ما هم نبوده ریختم — آخر کشید جانب تیغ تو خون مرا

باغم ز چرخ ساخته‌ام چون امید ماست — صهبای عیش و زیب قدح باژگون مرا

از بسکه محکم است بنای وفای من
صرفی جفای دوست نسازد زبون مرا

بغیر از سایهٔ خود نیست همره هیچکس ما را
که باشد روز هجران گاه پیش و گاه پس ما را

بدست آرزو زلفش کشیدن حد ما نبود
نسیم آن دو زلف عنبرین بوی است بس ما را

مجانیم و فرق است از محبت تا هوس بسیار
نه پنداری چو ارباب غرض صاحب هوس ما را

بجیب جامهٔ جان چاک از دست اجل بهتر
بدامان وصالش گر نباشد دسترس ما را

چنان پی می برد چشمم نمی دانم که چون باشد
بنه از کوی او ای همنشین بر دیده خس ما را

ز عمر ماست باقی یک نفس اما ز ضعف تن
چه یارای تحمل کردن بار نفس ما را

ز جان خویش دل گیرم بیاد جانستان چشمت
چو صرفی گوشهٔ چشمی است از تو ملتمس ما را

شد ز کف زلفش که بودی در جنون زنجیر ما
وه که رفت از دست ما سررشتهٔ تدبیر ما

دیدهٔ بیدار ما دید آن پری رو را بخواب
نیست جز دیوانه گشتن عاقلان تدبیر ما

ما بفریادیم و او را نیست بر ما هیچ رحم
وای بر ما آه ازین فریاد بی تاثیر ما

راه عقل ما ز هر جانب جوانی می زند
مبتلای نوجوانان گشت عقل پیر ما

کافری کز صدق در عشق بتی زنار بست
نیست از زنارش افزون سبحهٔ تزویر ما

خامهٔ تقدیر از حرف غم بنام ما نوشت
نامهٔ آن خامه نبود قابل تدبیر ما

عذر جان نادادن از هجر است امید وصال
وه که عذر ماست صرفی بدتر از تقصیر ما

گر کند غمخوارگی ما دردمندان یار ما
غیر قتل ما ندارد مدعا غمخوار ما

بار غم داریم و می خواهیم جا زیر زمین
تا بکی روی زمین باشد بزیر بار ما

در هوالیش کار ما اخفای سر عاشقی است
باز میدانند ما از هوای کار ما

نه همین امسال صحبتهاست ما را بلکه هست
همچو پار امسال ما و پار هم چون پار ما

درد ما بی رونقش اندک است اما هنوز
هست بسیار اندکش اندک بسی بسیار ما

میکشیم آزار ازین لطفیکه دادی بر رقیب
ای جفاجو چند باشی در پی آزار ما

جان چو صرفی در وفای آن جفاجو میدهیم
حیف اگر قدر وفاداران نداند یار ما

گر بدانی قدر خونبهای روی خویش را  کی نمائی با کسی روی نکوی خویش را
گرد راهش را بہای آب چشم از روی من  من نمی خواہم کہ ریزم آبروی خویش را
غیر آشوب و بلا آں شوخ تعلیمی نداد  طرۂ طرار و چشم فتنہ جوی خویش را
گفتمش چوگان زلفش را دل سرگشتہ گوی است  لیک تاثیری ندیدم گفتگوی خویش را
خلق من مہر و وفا و خوی من محنت کشی  چوں توانم کرد ترک خلق و خوی خویش را
پر تو رویت بچشم خویش دارم آرزو  باز می خواہیم آب رفتہ جوی خویش را
آرزو داری کہ بوسی عرفیا خاک درش
می بری آخر بخاک ایں آرزوی خویش را

بہر جائی کہ بینم قامتش را جلوہ گر آنجا  بگوش جاں رسد از عالم بالا خبر آنجا
چو سوی جلوہ گاہ او روم حالی عجیب دارم  کہ نشناسم سر از پا و ندانم پا ز سر آنجا
بکویش رفت دل جاں نیز خواہد رفت دنبالش  کہ تا گویند در دیگر دگر با یک دگر آنجا
همیں را نہ دل میماند و نی جاں نہ نقصان دماں  من و کوی محبت گرچہ باشد صد خطر آنجا
بشہر عشق سیم و زر ندارد قدر ای عرفی
شریک سیم گوں می باید و روی چو زر آنجا

چساں خواہم من دیوانہ با خود آں پری رو را  مبادا صحبت دیوانگی بار آورد او را
چو از بہر ہلاک بیدلاں چین جبین بس بود  نمی دانم چرا چندیں گرہ افگند ابرو را
رقیب آمد پئی نظارہ رخسار جانانم  ز چشم بد نگہدارد خدا آں روی نیکو را
چو دلبر گشت ساقی گفتمش جام مرا بر کن  بگفت اینجا کہ رہ داد است ایں گستاخ پرگو را
لبالب کاسہ چشم من است از خون دل ساقی  نخواہم بی لب جاناں لب جام و لب جو را
اگرچہ او نہ ریزد خونم اما زندہ چوں مانم  کہ عشقش بر تن من ساخت تیغی ہر بن مو را
چو چشمان تو غالت نیز تاراج دل و دیں کرد  مگر در ملک حسن آموز ترکافت ہندو را
بخوی بد تحمل کردن از بہر رخ نیکو  بود تا چارہ ہر آں نکو رویاں بدخو را
ندارد ہیچ کس مطلوب جز یار وفاداری
نمی خواہد دل عرفی جز آں شوخ جفا جو را

بعالم زندہ باید کہ بردارد غم او را  ز قتل عام باید منع کردن ترک بدخو را

بجای جامه ز زربفت خود خورشید میخواهد　　لباس مشک فام سایهٔ آن سرو دلجو را
اگر سر برزند نوری که در دل دارم از یادش　　برینی مطلع صد ماه تابان هر بن مو را
وصالش برتر است از آرزوی ما و میباید　　که ننگ آریم در راه طلب هرگز تگ و پو را
نخواهیم از دعا جز دولت دیدار و میخواهیم　　که دولتخواه داند دلبر من این دعاگو را
اگر مهر گیاه گلشن کویش غذا نبود　　نخواهد گشت هرگز مشک حاصل ناف آهو را

چو بدگویی ز خوبان خوشنما آمد بگو صرفی
که جز خوبی نکو لایق نباشد روی نیکو را

بکنج عزلت از آن روی شد هوس ما را　　که نیست آرزوی اختلاط کس ما را
ز صحبت نفس خود به تنگ آمده‌ایم　　کجا بود بجهان میل هم‌نفس ما را
اگر بدست نداریم جام عیش چه غم　　قدح ز چشم و می از خون دیده بس ما را
جهان بود قفس ما که طایر قدسیم　　خدا اگر بدر آرد ازین قفس ما را
وطن به قاف قناعت گرفته عنقاییم　　هوای شهد و شکر نیست چون مگس ما را
کنار ماست ز سیم سرشک مالامال　　اگر بهای کسی نیست دسترس ما را

چنین که از همه وارسته‌ایم چون صرفی
ز هیچ کس نبود هیچ ملتمس ما را

دلم بستاند و خواهد برد جان را　　دعا گویم بجان آن دلستان را
روانه کردم از دیده جویباری　　که گیرم راه آن سرو روان را
یقین دانم که در کنج دهانش　　نخواهد بود هرگز ره گمان را
ز بهر من کند نامهربانی‌تر　　زمانه آن همه نامهربان را
بدل گویم حدیثی از زبانش　　بکام خویش خواهم آن زبان را
مه من مهربان بر دیگرانست　　جفایش نیست الا امتحان را

چو گم گشتیم در کنج دهانش
بجو صرفی زمانی آن نشان را

دل گشته بدان دهان دل ما را　　بعدم کرده روان ما را
سر ز پیری سفید شد ز فراق　　وصلت از سر کند جوان ما را

به گمان زان میان نشان داری  از تو کی بود این گمان ما را
از غم روزگار وارستیم  غم تو ساخت شادمان ما را
خاک راهِ تو گشته ایم ببین  که زمین است آسمان ما را
چه نشان از مقام ما طلبی  نه مقام است و نه نشان ما را

صرفیا فارغیم از دو جهان
نیست کاری باین و آن ما را

سبحه و سجاده ای زاهد نمی باید مرا  این تکلفهای رسمی خوش نمی آید مرا
هر چه ممکن باشد از درد و بلا دارم همه  یارب این گردون دون دیگر چه افزاید مرا
دل بجانان دادم و جان هم اگر خواهد دهم  یعنی استادم بخدمت هر چه فرماید مرا
گریه زاهد ریائی و من از وی دور دور  تا ز آب دیده آتش دامن نیالاید مرا
تا بود جان در تنم هرگز نباشم بی غمی  تا مگر گر جان برد خاطر نیاساید مرا
چون نیاید قبله جان و دلم جز روی دوست  رو بسوی کعبه آوردن نمی شاید مرا

صرفی از من خوش دلی دور از گل و لاله مجو
غنچه دل بی نسیم وصل نگشاید مرا

رفیقِ راهِ محبت وفا بس است مرا  انیس گوشه محنت بلا بس است مرا
نه میل کسب هوا دارم و نه آب روان  سرشک و آه خود آب و هوا بس است مرا
مبین کواکب اشکم ز ماه و مهر رخش  ببین براهِ طلب رهنما بس است مرا
محب صادقم ای جان خدای میداند  گواه صدق و محبت خدا بس است مرا
تو خوش بناز قدم بر گل و سمن می نه  که خارهای بلا زیر پا بس است مرا
امام شهر به مسجد اگر نداد رهم  به پیر باده فروش اقتدا بس است مرا

ز قوت خود چه خورم غم بعالم اسباب
که صرفیا از جگر خون غذا بس است مرا

نه ز من بندگی سابقه یاد است ترا  نه کسی یاد ز آن سابقه داده است ترا
چه شود گر نه گذاری به رقیبان کاری  که باین طایفه کاری نه فتاده است ترا
تو چه دانی غم و اندوه دلِ پر خون  ای که پیوسته دل خرم و شاد است ترا

نامرادان همه بهر تو بمیرند ولے — یارب از مردن اینها چه مراد است ترا

صرفی از عشق دلت لاله صفت پرخونست
بر دل این داغ ندانم که نهاده است ترا

لعل همرنگ بود آن دو لب میگون را — لیک هرگز نبود خاصیت می خون را
کلک مژگان به رقم حرف غم از خون بنوشت — لیک آن کیست که گوید بتو این مضمون را
چون کشایم من دیوانه ز زلفت گرهے — حل این عقده میسر نشد افلاطون را
بار اندوه مرا کوه ندارد طاقت — نیست گنجایش غمهای دلم هامون را
حسن را گرمی بازار بود ز آتش عشق — جای آنست که لیلے طلبد مجنون را
مهر هر دور زکمالے و زوالے دارد — بتو دادست خدا خوبی روزافزون را
چشم آن نیست که آید نه دلم تسخیرت — گرچه آموزد از آن چشم سیه افسون را
بود جان خسته بدان نیز کنون شد بیمار — غم تو کرد تصرف چه درون بیرون را

پے برخ تو بگل و لاله چه بیند صرفی
بیچنین ها چه کند شاد دل محزون را

من مهجور و شب محنت و بیداریها — و ز دو دیده ز غم هجر تو خونباریها
جای خواهم بدرت گرچه عزیز تو هم — عزتم بسکه کشم بر در تو خواریها
التماس کرم و لطف ندارم که خوش است — از تو جور و ستم از بنده وفاداریها
جان بهر تارے از آن زلف رگے بربستہ — یعنی از جان بتو داریم گرفتاریها

غافل از صرفی غم دیده چه باشی چندین
بے غمان را چه کنی این همه غمخواریها

گذر افتاد بر سرم او را — خاک بر سر رقیب بدگو را
باعث میل دل به شیفتگان — شد جنون من آن پری رو را
کرد اشارت ز ابروبیم بکرم — نه پئے کین شکست ابرو را
خوبیش آمد نکو بلے لایق — خوی نیکوست پئے نیکو را

چه حد بنده لاف بندگیش
بنده صرفیست آن سگ کو را

عیش را نیست ره به وادی ما | وادی ما و نامرادی ما
بسپریم نقد جان به غمت | که جز او نیست اعتمادی ما
شادی ما بناله های حزین | رقص چرخ از سرود شادی ما
مگش از قتل ما ندارد داد | خوش خبر ای منادی ما
عادت ما و خاد مستغنی | یاد ما از امور عادی ما
اعتقاد صفای باطن خم | عمده پاک اعتقادی ما

صرفی از شیخ کار ما نه کشود
پیر دیر آمده است هادی ما

ده نمیدانم که از ما باز رنجیدی چرا | گر نه رنجیدی ز حال من نپرسیدی چرا
ما گل مقصود خود تا چند از باغ رخت | تو چو گل دامن ز ما از ناز در چیدی چرا
هر چه غیر تست ازان پوشیده ام من چشم دل | چشم لطف از حال راز من تو پوشیدی چرا
مردم از درد و نمیکندی نگاهی سوی من | سوی بیدردان بچشم مرحمت دیدی چرا
غالباً چون غنچه دلتنگ آمدی از صحبتم | ور نه همچون گل بروی من نخندیدی چرا
جام جام از چشم خود خون جگر خوردم که تو | کاسه کاسه می ز دست غیر نوشیدی چرا

در حق ما گر نه گردی گوش قول حاسدان
همچو صرفی زار نالیدیم و نشنیدی چرا

ای که از قول رقیبان گذری نیست ترا | چه عجب گر به اسیران نظری نیست ترا
تا کی آتش بدل سوخته ام خواهی زد | مگر از دود دل من حذری نیست ترا
چه شود گر بنمائی بمن آن روی نکو | که نکوخواه تر از من دگری نیست ترا
جگر خلق جهانی ز غمت خون شده است | نظری جانب خونین جگری نیست ترا
سر نهادیم بپای تو ولی نتوان گفت | که به عشاق چرا هیچ سری نیست ترا
در دلم جای تو و حال من آشفته چنین | عجب است اینکه ز عالم خبری نیست ترا

گذرش بر تو خند صرفی اگر جان بدهی
بگذر از جان چو ز جانان گذری نیست ترا

درد عشق آمد لذیذ این جان غم پرور درا | دردمندی کو که داند لذت این درد را

مے کنم در سینہ دردِ عاشقی پنہاں ولے … چوں کنم یارب سرشک سرخ و روی زرد را
ماہ من در جستجوی تست ہر روز آفتاب … نیست مقصودے جز این خورشید عالم گرد را
کی شود آگہ ز اشک سرد و آہِ گرم من … چوں تو خود ہرگز ندیدی ہیچ گرم و سرد را
ذرہ ساں خورشید سرگرداں تست ای مہ بلے … مہر تو تاثیر دارد ہر بزرگ و خورد را
عاشق آں نبود کہ از دہ بینی و عقبیٰ غم خورد … عشق باید کز دو عالم فرد سازد مرد را
چند بر صرفی جفاہا چوں نشد از غیر تو فرد
این ہمہ تکلیف نہ تواں کرد مرد فرد را

صفائی می زداید زنگ غم از آئینہ دلہا … الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
چہ غم گر میر دمی صد مشکل افتد بر محبانت … کہ بر مرداں راہ عشق آساں نیست مشکلہا
نشیں در چشم و جادر دل کن و منزل درون جاں … کہ از بہر تو دارم این ہمہ جاہا و منزلہا
مشو بارہ وی آتش ناک ہر شب شمع محفلہا … حسد دارد ز آتش غیرت مرا پروانہ ساں یعنی
جرس وار ست دل نالاں و مشعل شعلۂ آہم … کہ تا ممتاز باشد محمل یارم ز محملہا
براہ او ست گلہا از سرشک ما و امید است … کہ قالب ہای ارباب وفا سازند ازاں گلہا
دلم مے داند ای صرفی کہ مے خواہد دلش قتلم
عجب نبود کہ دلہا را بود راہے سوئے دلہا

حبیبی ضربۃً بالسیف تکفینی تنجا تہا … کہ در تاخیر آفات است درد آفات مشکلہا
چو با تو وعدۂ تسلیم جانہا وقت دیدار است … فعی الابدان امہلہا الی المیعاد اجہلہا
بہ صحرای عدم افتادہ ام در منزل اول … ہنوز اندر رہت زیں گونہ بسیار است منزلہا
رواں گر دیدہ دریائی ز آب چشم خونبارم … چو دریائے کہ چند دشت بلایش نیست ساحلہا
سگان او بہ فریاد اند ازیں محنت کہ در کویش … برائے نہاجای بودن گشتہ تنگ از کثرت دلہا
ز آب دیدۂ اہل وفا گلہاست در کویت … سراسر سرو من مہر گیا روید ازیں گلہا
بہ جاناں تحفہ بجانست جو لائق نیست ای صرفی
الی من یخدم الکلب الذی فی الباب سلطہا

خط گشتی بی شکستی قدر مشک ناب را … وہ کہ زیب از سایہ وادی مہر عالم تاب را
ای بہار عالم جاں باغ حسن آرا ستی … بہر گل رنگیں نہادی سنبل سیراب را

چند چون گل هم نشین باشی بهر خار و خسی — تا بکی داری چو بلبل در فغان احباب را
ای در مقصود من بسته سلامم گوش کن — در جواب من دهن بگشای فتح الباب را
نیست بیمار غمت را آرزو قند و شکر — از لب لعل تو خواهد شربت عناب را
شیوه ام مهر و وفا پیشه ام عجز و نیاز — کس نداند به ز من در راه عشق آداب را

صرفی از اسباب رو سوی مسبب کن نگاه
از پئی اسباب عالم عالم اسباب را

بدل آرم خیال گیسوی جانانهٔ خود را — که زنجیری نهم بر پای دل دیوانهٔ خود را
نمار خسار آتشناک بر جانم بزن آتش — چه عیب است ار بسوزی شمع من پروانهٔ خود را
درون سینه ام دل کرده یاد شمع رخسارت — چراغ افروخت تا روشن کند کاشانهٔ خود را
بخونم تیغ تو آلوده گشتن شرز من حیف است — اشارت کن بقتلم نرگس مستانهٔ خود را
درون خانه از نظارهٔ کوی تو محرومم — به آب دیده خواهم ساخت ویران خانهٔ خود را
ز بیم آنکه از افسانه ام کس مایلت گردد — نمی خواهم که خود شهرت دهم افسانهٔ خود را

خیالش در دل چاکت در آمد صرفی از هر سو
ز هر جا پرتو خورشید بین ویرانهٔ خود را

نعمت عشق تو از خوان فلک قسمت ما — نتوان شکر تو گفت ای تو ولی نعمت ما
آب باران بلا بوده و خاک ره غم — چون سرشته فلک از دست قضا طینت ما
جز به زنجیر سر زلف پری رخساری — نیست در سلسلهٔ اهل جنون نسبت ما
خاک راهت شده در آرزوی قد تو ام — گرچه پستیم بلند است بسی همت ما
سخن تلخ بما گفته لب شیرینت — کرده زهر بلا تعبیه در شربت ما
استخوانی ز تن لاغر ما مانده خوشم — که پس از مرگ بر آرد سگت از تربت ما

جذبه بخش آمده هم صحبت ما صرفی
قابلی کو که شود بهره ور از صحبت ما

جان چه خواهد بود تا مانند جان گویم ترا — چیست مانند تو تا مانند آن گویم ترا
ای بقد چون سرو رفتار چون کبک دری — کبک خوش رفتار یا سرو روان گویم ترا
شیوه ات نامهربانی و من اندوه کش — بهر تسکین دل خود مهربان گویم ترا

چون نرمه نسبت تو اند که زنخت با نبود نه مهر — من کیم تا این چنین با آن چنان گویم ترا
در زمان حسنت آخر فتنه بر خاسته — می سزد گر فتنه آخر زمان گویم ترا
ای بتو من زنده اما زنده پاینده ام — جان عاشق با حیات جاودان گویم ترا

صرفی از عشق نکویان در جهان رسوا شدی
جای آن دارد که رسوای جهان گویم ترا

امید مرهمی هست از خدنگت دل فگاران را — مکن نومید از بهر خدا امیدواران را
چه حاجت شرح حال دردمندان با سگان او — که معلوم است حال دوستداران دوستداران را
عذار خوبرو با نسبت مانند گل رنگین — ولیکن نیست رنگ آشنائی گل عذاران را
غم و درد تو می‌پرسند از احوال دل و جانم — که جز یاران نمی داند کسی احوال یاران را
سمند ناز را جولان کنان چون جلوه گر گشتی — بخاک راه یکسان ساختی چابک سواران را
چه نزدیک سگ کوی تو یارا اعتباری نیست — کجا در محفل خود ره دهی بی اعتباران را

بگو صرفی به ناصح جرعه در کش دگر بنگر
که خود را بت ریا بد کردنت با می کشان را

دلا تا کی کشی در کوی او آه و فغانی را — نگش آزرده می گردد مرنجان بیزبانی را
نه دادی آب تیغ خود بحلق خشک یک تشنه — ندیدم در جهان مانند تو نامهربانی را
خط شبگون بر آوردی و کردی عالمی تیره — پریشان ساختی زلف و بر آشفتی جهانی را
ز خواب ناز تا آن نرگس خونخوار بگشادی — نماند آسایشی در هیچ قالب هیچ جانی را
بخاک کوبت افتادم ولی انجا نمی خواهد — رقیب ناتوان من تو چون من ناتوانی را
گمان دارند که جان ابسپار مستی بی تیغ خونریزش — نمی دانم چه باید کرد یارب بدگمانی را

نماند اصلا نشان نقش من بر صفحهٔ هستی
چسان جوینده صرفی بیابد بی نشانی را

فرض کردم که شود یار ز اغیار جدا — چه کنم چاره که نبود ز من زار جدا
گر شب مرگ جدا جان ز تن افتد چه عجب — غم از آن نیست که افتیم ز دلدار جدا
از غم هجر تو صد گونه شکایت دارند — دل خون گشته جدا دیده خونبار جدا
ترسم آخر ز من زار جدا خواهی شد — که شود جان ز بدن عاقبت کار جدا

بار اندوه جدائی و من محنت کش    وه که افتاده‌ام از دوست بیکبار جدا

چند بینم در و دیوار نه بینم دیدار    در جدا گریه کند بر من و دیوار جدا

گوئی از غیر جدائیش کنم اما صرفی
بحکایت نتوان کرد گل از خار جدا

تا خیال تو بود همدم و همخانهٔ ما    نتواند اجل آمد سوی کاشانهٔ ما

عیب دیوانگی ما چه کنی ای عاقل    دانش آموز خرد شد دل دیوانهٔ ما

ما که ویرانه نشینیم لبی معموریم    گنج بر گنج فتاده است به ویرانهٔ ما

عاقبت چون بسر منزل ما ره برد    رهبری غیر بلا نیست سوی خانهٔ ما

حاصل ما شده از کشت وفا دانهٔ اشک    طایر قدس غذا یافته از دانهٔ ما

چار مذهب همه گر بنگری ای مفتی شهر    هست یک مسئله مشرب رندانهٔ ما

سا    رنج بیهوده مکش چون نرسد ای صرفی
دست ادراک تو در دامن جانانهٔ ما

سایه انداخت تن بر سر ما    سرو من دام ظله ابدا

دیدم از وی وفا در آخر عمر    شکر لله که عمر کرد وفا

آمد و جا گرفت در دیده    وه که این آمدن فتاد بجا

دل صفا یافت دیده شد پر نور    در قدمهای اوست فر و صفا

اثر دانهٔ سرشکم بین    که بدامم از آن فتاد هما

خال مهر و خط وفا آمد    بر رخ حسن او بسی زیبا

همدمم شد اگرچه خود عجب است    که کند شاه همدمی به گدا

پرسشم کرد با ادای نکو    زیبد از اهل حسن حسن ادا

پا بچشمم نهاد ای صرفی
وه که آزاده گشت آن کف پا

بسکه روز و شب خیال اوست در خاطر مرا    نسبتی دارم که گویا اوست خود حاضر مرا

ایکه با صد پرده پنهان بود از چشم دلم    رو که پنهان کرد چه آن نشد ظاهر مرا

همتم درباخت نقد هر دو کون از بهر او    پیش او شرمنده کرد این قامت فاخر مرا

ملتِ عشق است دینِ من ندارم هیچ باک
گر بگوید نامسلماں واعظ کافر مرا

دردمنداں را براہ عشق آخر مردنست
منزل اوّل دریں راہ ہست آں آخر مرا

جاں بہ ہجراں دادم و ہرگز نکردم شکوۂ
با وجود آں ہمہ گویند ناصابر مرا

صرفیا دیوانۂ وارستہ از جان و جہاں
نادر است امّا تواں گفت اینچنیں نادر مرا

خامۂ عشق رقم کرد غم دلبر ما
گشت بر صفحۂ دل تیر بلا مسطر ما

شب ما تا بطلوع مہ من باد گراں
طالع ما نگر و خاصیتِ اختر ما

چند پامال رقیباں سر ما خواہد بود
گو بزن تیغ و ببر ایں ہمہ درد سر ما

بسکہ در سنگ بلائیم گراں بار شدہ
ہست در وادی غم کوہ بلا پیکر ما

دل ما برد و ز ما گشت جدا غمزہ زنے
وہ نہ دلبر بر ما ماند و نہ دل در بر ما

شکر للہ کہ فراغت ز حوادث داریم
تا سوے ملکِ قدم عشق شدہ رہبر ما

تا خیال لب او ہمدم ما شد صرفی
زندہ روح القدس است از دم جاں پرور ما

ماہ روئے کہ منور شد ازو خانۂ ما
گنج حسن است کہ جا ساخت بویرانۂ ما

از پئی پرسش ما اہل جنوں آمدہ یار
زان پری روی پری خانہ شدہ خانۂ ما

تا بکاشانۂ ما ساختہ جا حور وشے
غیرت روضۂ رضواں شدہ کاشانۂ ما

دل گرفتہ ز لبش کام خود ایں عجب است
کہ پری گرد مسخّر دل دیوانۂ ما

دانۂ اشک چہ صرفی ز غمش ریختہ ام
مرغ وصل آمدہ مایل بسوے خانۂ ما

ہر کجا مے بینم آں چابک سوار مست را
دست و پا گم مے کنم از پا ندانم دست را

زیر پائے تو صنوبر ماندہ ہمچوں سبزہ سر
سرو من پامال کردی ہر بلند و پست را

واعظ از بیہدہ لب بر من ملامت می کند
محتسب گر می خورد معذور دارد مست را

عشق تو گر بود نابود جہانش باک نیست
ہست سازد نیست را و نیست سازد ہست را

ناوکش بر دل رسید ای صرفی از جاں در گذشت
وہ چہ شست است ایں دل و جانم فدا آں شست را

ترحم کن بحال بیدلان خود ستمگارا — چو دل بردی ز دست ما بدست آور دل ما را

اگر گجرات منزلهاش می بینی نمی خواهی — کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلی را

غلام هندوی خالت شوند البشوخ گجراتی — گر انصاف است خوبان سمرقند و بخارا را

بشهر احمدآباد است در هر کوچه بازاری — ولیکن نیست جز سودای خوبان اهل سودا را

برو در احمدآباد و بهر جانب تماشا کن — اگر خواهی که بینی دلبران ماه سیما را

تماشای بتان احمدآبادم تمنا بود — بحمدالله که ایزد کرد حاصل آن تمنا را

در افشان حشمت ای صرفیست حاتینت چو حافظ
که بر نظم تو افشانده فلک عقد ثریا را

ای دل من در خم زلف چو چوگان شما — همچو گو سرگشته در کوی زنخدان شما

تا پریشان شد بران روی چو مه زلف سیه — شد پریشان حالم از زلف پریشان شما

لعل تو در می فشاند با رقیبان و مرا — دیده گوهربار از لعل درافشان شما

سامری در ساحری استاد وقت آمد ولی — او درین مکتب بود طفل سبق خوان شما

خنده شیرین تو هر گریه های تلخ من — گریه تلخم ز شوق لعل خندان شما

چون بمیرم از غم آن قد الهی حشر من — باد زیر سایه سرو خرامان شما

صرفی بیدل دران کو زار می نالد که هست
بلبل دستان سرای باغ و بستان شما

سحر که باد براشفت زلف یار مرا — چو زلف یار براشفت روزگار مرا

اگرچه بود چه در کنار من نگرید — پر از ستاره اشک این زمان کنار مرا

چو نیست سرو ترا باغبان رخی از گل — چه نسبت است با و سرو گل عذار مرا

چرا کشید بقتلم دلت چو نالیدم — اگر نبود اثری ناله های زار مرا

چو جان بغمزه ربا در تنم قراری نیست — بغمزه بستان جان بی قرار مرا

باب اشک سیاهی ز دیده ام همه رفت — سفید ساخت غمت چشم اشکبار مرا

اگر چو خاک براهش فتاده ام صرفی
چه غم ز خاک ره خویش شهسوار مرا

دعا نمی برد از دل غم محبت را — دعای ما برسانید اهل دعوت را

چو بار عشق بدعوت نخواهم از سر ماند  چرا کشم بتو ای شوخ بار منت را
تو چون اسم مرا نیست قبله جز یک ذات  نگه برای خدا این علو همت را
ز دست عشق که سیف الله است شمشیرش  هزار چاک بدل زمره سخن نهمت را
مدد مخواه ز سیفی و برده و سیف الله  که بر سرت زند این سیف تیغ رجعت را
بپوش کسوت رندی ز دست پیر مغان  برآور از سر خود خرقهٔ مشیخت را

بتی که غارت ایمان و دین صرفی کرد
خراب ساخت بیک غمزه ملک و ملت را

ز من نازنین را ساخت اشکم پر ز کوکبها  زمین بحث کواکب می‌کند با آسمان شبها
گرفتم مشرب عشق و پشیمانی ز ادفا ستی  که صرف مدرسه کردم بقیل و قال مدت‌ها
برون نا آمده تیغ از غلاف جانستان من  اسیران غم عشقت تهی کردند قالب‌ها
نه مقصودم لب جامی و نه مقصد لب جویی  ازین لب‌ها چه حاصل گر نگیرم کام زان لب‌ها

ز سوز عشق دارم صرفیا هر شب تبی دیگر
نمی‌دانم چه می‌سازم که میسوزم ازین تب‌ها

به گردون می‌رسانم ناوک آه و فغان شب‌ها  فلک سوراخ‌ها دارد از آن ناوک به کوکب‌ها
چه تأثیر است سوز سینه‌ام را نگاهی همدم  که تا هم بر زبان میگیری و میسوزدت لب‌ها
منم در میکده مجنون بهامون کوهکن در کوه  بلی عشاق را آمد تفاوت‌ها بمشرب‌ها
شب هجران که من دست دعا بر آسمان دارم  ملایک را بتنگ آورد دم از فریاد یارب‌ها

حبابات بی دلان وابسته با یار است ای صرفی
چه سرشت این که می‌بینم بیک جان زنده قالب‌ها

گل که لاف خوبیت زد با عنادلش بارها  زین گنه بربسته گردانید در بازارها
پیش تو گل سرکشد از ناز و خنجرها شدند  از برای پاره پاره کردن او خارها
کی بود بر خاطر نمکین گرانی از تو ام  گرچه هست از کوه اندوهی بدل بارها
چون نمی‌خوانی تو تا کی حال من خواهد نوشت  خامهٔ مژگان ز خون بر صفحهٔ رخسارها
سینه پر چاک و جگر پر خون و دلها پشیم نشست  از تو من آزرده کی کردم بدین آزارها
سرو قدان را ببین مانند شاخ گل همه  هر طرف گلها زده بر گوشهٔ دستارها

نقل در دست چیم نه جام می بر دست را الست
جز بهر دو دست صرفی کے کنت این کارہا

ناصحا تا کے براہ عقل مے خوانی مرا — من همان دیوانهٔ عشقم که میدانی مرا
بر من غم دیده کار عاشقی دشوار نیست — بلکه در دشوار ای عشقست آسانی مرا
چوں بہ وصلش زنده هستم تا نباشد فرقتش — ای اجل خوں ریختن تنها تو نتوانی مرا
یک در نظاره حسن تو تنها مانده ایم — مانع عرض غم خود گشته حیرانی مرا
منت ایزد را که آب تیغ بر موج تو ساجهتا — پاک از آلایش لذات جسمانی مرا
کارم از زلفت پریشانست حالم هم ولے — موجب جمعیت آمد این پریشانی مرا

تا یکے صرفی سلوک راه خواهم جذبه
تا کند باقی بجانان وز خود فانی مرا

هر که چوں من غم شیرین لبے السنت او را — چه غم از طعنه تلخ پدر آنست او را
شیخ با این فش و دستار سخن کے شنود — که ز عمامه خود گوش گرانست او را
هر کجا پا نهد آن سرور رواں از سر ناز — فرش ره دیدهٔ صاحب نظرانست او را
وه ندانیم که در خاطر او چوں گذریم — گوشهٔ خاطر اگر باد گرانست او را
گرچه خوں شد جگر خسته دلاں از غم او — حاش لله غم خونین جگرانست او را
نیست جز خاک رهش تاج سر پادشهاں — بلکه پامال سر تاجورانست او را
شیخ باشد عسلی نوش ولے چوں صرفی — کام تلخ از الم لب شکرانست او را
جاں ستانیش بحدیست که خالی هنوز — مانده در جان بدنے چشم برانست او را
ذره کو نه عشاق در آمد بگداز — غالباً آرزوی سیمبرانست او را

خاک شد صرفی و بر باد فنا رفته هنوز
چشم حیرت سوی خوباں نگرانست او را

خواست چوں ایزد بلاے عام را — آفریدہ آں فتنهٔ ایام را
هر یکے خواهد نگارے کام بخش — من نمے خواهم جز آں خود کام را
جلوه گر بینیش چه سرو و گل است — بنگرید این شکل و این اندام را
هست بیم تهمت بد نامیش — زاں نمے پرسد من بد نام را

وام صد جان کرده ایثارش کنم
دل کشند زان لب ادای این وام را

بسکه دل در اضطراب افتاده است
نیست آرامی درو آرام را

صرفی انعامیست از و نازی است
جان بده شکرانهٔ انعام را

گر بعالم اندکی ظاهر شود از درد ما
کس نماند زنده جز جسم بلاپرورد ما

شمع خورشید است در فانوس چرخ نیلگون
تا پناهش باشد از آسیب آه سرد ما

اشک سرخ و روی زرد دانه پنداری حقیر
کاده زیب عروس حسن سرخ و زرد ما

تند باد غم تن زار مرا از جای برد
مانده در زنجیر بلا خاشاک باد آورد ما

ما بنرد عاشقی کونین را در باختیم
نرد باختیم و دل و جان کعبتین نرد ما

جان ما والاتر است از نه رواق آسمان
همت ما هم نخواهد بود جز درخورد ما

صرفیا خاک ره چابک سواری گشته ایم
دیده های اختران را سرمه هست از گرد ما

زمین که جا آن مه جبین را
شرف بر آسمانست آن زمین را

بنازی غارت یک جان اگر کرد
بصد جان بنده ام آن نازنین را

چسان امشب کسی با من نشیند
که سوز من بسوزد همنشین را

به کفر عشق می آورد ایمان
زبانی گر خدا بداد دین را

چه میدادم باد گر جان سی بود
هزاران آفرین جان آفرین را

براه جستجوی دوست صرفی
چو شک دیدیم سرگردان یقین را

سنگ گنه بشیشهٔ طاعت زدیم ما
نیکند اهل عالم و تنها بدیم ما

مست ابد شدیم بمیخانهٔ شهود
صبح ازل چو یک دو سه جامی زدیم ما

زاهد به کفر عشق مسلمان کاملیم
اما بدین ناقص تو مرتدیم ما

رسوائی شراب کشان را حدی بود
رسوای شهر گشته بیرون از حدیم ما

تا از حجاب کثرت وهمی برآمدیم
فارغ ز زشت و خوب و قبول و ردیم ما

در کوی زهد پای نهادیم مطلقا
سوی شراب خانه ز سر آمدیم ما

صرفی ز عقل و وسوسه اندیشه رسته ایم
از مستی شراب یقین بیخودیم ما

جان اسیر محبت است مرا          دل گرفتار محنت است مرا
نیستم فارغ از غم خوبان          کز فراغت فراغت است مرا
یادگار بستان لاله عذار          داغ اندوه و حسرت است مرا
هست طوق وفا بگردن من          بر سگان تو نسبت است مرا
تا سرم شد چو خاک پامالت          بر فلک پای رفعت است مرا
جان زار مرا ز من بستان          که بجان از تو منت است مرا

غم و اندوه عشق او صرفی
مایهٔ عیش و عشرت است مرا

ای دل از یار خود امید وصال است ترا          تو و امید وصالش چه خیال است ترا
من آشفتهٔ زلف تو پریشان حالم          هرگز ای شوخ نگفتی که چه حال است ترا
چه عجب گر رخ خوبت مه ابروست هلال          عجب است اینکه دو ماه و دو هلال است ترا
خاک راه تو سر اهل نیاز است ببین          ای که پیوسته سر غنج و دلال است ترا
ترک من شیوهٔ تو فتنه گری آمد و بس          باعث فتنه مگر هندوی خال است ترا
حد ما نیست که وصف رخ خوبی تو کنم          حسن و خوبی همه بر وجه کمال است ترا

گر بغیر رخ نیکوی بتان ای صرفی
چشم خود باز کنی عین وبال است ترا

چه غم گر نه دلبر بود با وفا          جفا زیبد از یار و از ما وفا
نگار مرا آنچه گوئی همه          ز اسباب خوبیست الا وفا
نه ترسم که دارم جهان وفا          ز خویش ندارم تمنا وفا
بسی لذت از جور او یافتم          باغیار جفا پیشه ام
چنین کان جفا و ستمگاره است          علی الرغم من کرده عمداً وفا
وفاداری از خوب رویان مجو          مرا چاره مردن بود با وفا
          به ملک بتان نیست پیدا وفا

بکوشش وفا داریم را چه قدر | که ارزان متابعت اجداد ما
ز راهِ ازل تا ابد بیشتر
بود صرفی از وعدہ اش باوفا

اگر خواهی که دریابی ثواب عید قربان را | بقتلِ دردمندان تیز تر کن تیغ مژگان را
بقتل ما بکش تیغ و بنه بر جان ما منت | به زخمی کن خلاص از بند محبوسان هجران را
نه کشتی گوسپندی و نه کردی بندهٔ قربان | مگر کمتر ز حیوانی چنین دانستی ایشان را
نهانی ریخت خونم نازنین از بادهٔ حسنش | ز مستی کرد ظاهر چشم تو آن خون پنهان را
بقتل دردمندان ترک حشمت میکن فرمان | اطاعت میکند آن غمزهٔ خونریز فرمان را
به تیغ غمزه خونم را بریزای ترک عاشق کش
به تیغ کین مفر بسمل صرفی رقیبان را

شادی از بهر چه آمد بحریم دل ما | که نه ما مایل اوییم و نه او مایل ما
داشت منزل بحریم دل ما سوداست | بیش از اندم که شود عالم دل منزل ما
خلق گو بیار که از رنج شود حاصل گنج | گنج وصل تو بصد رنج نشد حاصل ما
لاله سان باز بصد داغ بر آییم ز گل | گر فتد سایهٔ آن سرو روان بر گل ما
غرق دریای بلاییم ز چشم تر خود | غیر در شت عدم اینجا نبود ساحل ما
قتلِ ما گر کنی از تیغ تو بر جان منت | شرف ماست که گویند تو ای قاتل ما
جاے در دیدهٔ ما ساخت ولیکن صرفی
پردهٔ چشم تو شد از دیدن او حائل ما

پیرهن صد پاره بنگر چون دل پر خون مرا | هم در دل گشته خراب از عشق و هم بیرون مرا
دل خُم عرفان و پُر عشق افلاطون او | حل اصطرلاب هستی کرد افلاطون مرا
چون نه شیرین بود دنی لیلے به حسن یار من | خوش نمی آید لقب فرهاد یا مجنون مرا
در کتاب عشق وصف تیر دلدوز تو بود | ساخته خاطر نشان پیکان این مضمون مرا
گریه ها کردم پے تسکین سوز دل ولے | شعله های دل ز آب دیده شد افزون مرا
آن پری رو را نداند مایلی خود ساختن | چشم جادویش اگر تلقین کند افسون مرا
چند میگوئی مرا صرفی که چونی در غمش | حالتے دارم که نتوان گفت چند و چون مرا

یاری از یاران توقع بود روز غم مرا
جز اجل ننهاد کس بر ریش دل مرہم مرا

ہر دم من شعلۂ از آتش سوزنده است
وہ چسان یارب تواند شد کسے ہمدم مرا

ہست سرتا پا ہمہ داغ سیاہم بر بدن
در غم ہجران ہمیں بس جامۂ ماتم مرا

درد خوارم از کلکلنہای رسمی فارغم
از مقال خود قدح بہتر ز جام جم مرا

در وفاداری بداں سگ نسبتے دارم ز رقیب
از فضولی تا بکے بینی بچشم کم مرا

گرد رخسار تو افتد پر توئے چو دیدہ ام
چشمۂ خورشید گردد دیدۂ پُر نم مرا

صرفیا در عالم دو گرفتادیم از غمش
ساخت فارغ عالم غم از غم عالم مرا

ز خار خار تو بر دل بماند خار مرا
بگشتن باغ و تماشای گل چکار مرا

ز عشق تو دل چاک چاک من صد داغ
کنوں چگونہ کشد دل بہ لالہ زار مرا

بہار آمد و جز داغ آتشین غمت
گلے دگر نشگفتہ است در بہار مرا

ز خار خار تو جان گرچہ میرود ز تنم
ولے نمی رود از سینہ خار خار مرا

چو نیست مثل منت بلبل غزل خوانے
مران ز باغ خدای سرو گل عذار مرا

حیات خویش چساں بی تو اختیار کنم
بدست خود چو نماندہ است اختیار مرا

ہمیشہ جا بہ در یار خواہم ای صرفی
ولے بہ پیش سگانش چہ اعتبار مرا

ما سراسر ہمہ تن آتش و دل اخگر ما
صیقل آئینۂ روح ز خاکستر ما

عجب است اینکہ اگر صورت ما را نکشند
سوز داد آتش دل خامۂ صورتگر ما

جان ما را ببلا عشق چناں پروردہ
کہ شد آئین بلا جان بلا پرور ما

زین ہمہ آب کہ از دیدہ رود موج زناں
نرود نقش تو از صفحۂ چشم تر ما

این رخ زرد خراشیدہ نہ از خار غم است
سکۂ پادشہ عشق بود بر زر ما

شمع بزم ملکوتیم ز سوز غم عشق
چرخ پروانہ صفت گشتہ بگرد سر ما

شاہبازان ہوائے جبروتیم ولے
صرفی از آتش دل سوختہ بال و پر ما

وہ چہ خوب است اینکہ رانذی بندۂ دیرینہ را
ہمنشین خویش کردی دوستان دیرینہ را

خود جامے را چه یارای مصاحب تو دهی | گر نسازد عکس رویت آدمی آئینه را
منکه شب تا روز حیران توام عیسیم مکن | من نمیدانم تفاوت شنبه و آدینه را
جا ندارد در دلش مهر از کمال نازکی | وه نمیدانم چسان گنجد درانجا کینه را

داشتم صرفی نهان در سینه غمهای بتان
ساختم گنجینهٔ اسرار صحن سینه را

هم خانه نشد کس که ز هم خانگیٔ ما | دیوانه نگردید بدیوانگیٔ ما
فرزانه کسے هست که دیوانهٔ عشق است | دیوانگیٔ ماست ز فرزانگیٔ ما
ای عقل مزن طعنه اگر خانه خرابیم | کم نیست ز تعمیر تو ویرانگیٔ ما
ای شمع که پروانه ات از آتش عشقیم | حسن تو بیفزود ز پروانگیٔ ما
چون خیل بلا بر سر عشاق بتازد | ببینند دران معرکه مردانگیٔ ما
دل برد ز ما شوخی و بیگانه شد آخر | یارب غرضش چیست ز بیگانگیٔ ما

صرفی بدرش جاے گرفتیم ولیکن
دارد سگ او ننگ ز همخانگیٔ ما

گر بی گل رخسار او بینم سوے گلزارها | یارب که هرشاخ گلها شود در چشم من چون خارها
ای پندگوی بوالفضول از پندهایت من ملول | کارم بلب کردن قبول اما بدل انکارها
ای دلبر کافرنشان بکشادهٔ زلف از ان | تسبیح های زاهدان گشته همه زنارها
چون سرو گل رخسار من در جلوه آمد غمزه زن | از شرم شد سرو چمن پنهان پس دیوارها
سوز رخ او جانم کند رگهای جان را بر کند | زخمیکه مطرب میزند بر رخسم او بر تارها
ای آنکه تیغم میزنی وز تن سرم را افگنی | گر زنده یک بارم کنی بهر تو میرم بارها

آواره ام کرد از وطن زد راه عقل و دین من
صرفی هنوز آن غمزه زن بابنده دارد کارها

خوبان صهبانوش را گلگون ز می رخسارها | از رنگهای عارضی حسن تو دارد عارها
زینسان که بر میکده بانگ صلاے می زده | بینم رهین مے شده زهاد را دستارها
دیوارهای کوی او شد حایلم از روے او | اشکم برد کو سوی او ویران کند آن دیوارها
از درد و غم صد کاروان کرده فراق او روان | در کلبهٔ ما بیدلان هر یک گشاده بارها

گردون برلبد تارها از پنبهٔ داغ بلا
تا آنکه سازد بار ما پیراهنی زان تارها

نازک‌تر از نسرین تنت وز برگ گل پیراهنت
عشاق را از گلشنت در دل خلیده خارها

گل منفعل از روی تو سرو از قد دلجوی تو
بلبل چو صرفی سوی تو رو کرده از گلزارها

گر سر و من رود به هوای تو سر مرا
حاشا که این هوا رود از سر بدر مرا

خاک ره اجل تن من گردد و هنوز
باشد سر نیاز بران خاک در مرا

ناصح حدیث تو چو بیک گوش من رسید
در دم گذشته رفت ز گوش دگر مرا

جانم ز دل به شکوه که تنها تو پیشتر
رفتی به زلف یار نه کردی خبر مرا

من آتش غم تو نهان داشته بدل
وز سوز دل گداخته جان و جگر مرا

گر دور از او به ملک عدم منزلم بود
خواهد هنوز خاطر او دور تر مرا

شد بهار آشیانه ساوج [?] محبتم
صرفی ز شوق و ذوق بود بال و پر مرا

می پرستان بر صواب‌اند اهل تقوی بر خطا
نیک دانستن خطا را بد ترست از هر خطا

نیست ترک بادهٔ گلگون روا در هیچ وقت
باده ناخوردن بوقت گل خطایی بر خطا

مذهب من مشرب رندی و میدانم یقین
مذهب خود را صواب و مذهب دیگر خطا

اجتهاد عشقبازان بر صواب آمد همه
مفتیان شهر فتوی داده اند اکثر خطا

در خطا افتاد هشیاری که مست می نشد
صرفیا هشیار باشی تا نیفتی در خطا

قضا روزی نکرد از خوان محنت جز جگر ما را
بحمدالله که روزی از قضا شد این قدر ما را

صلاح دین را ای رفیق از ما چه می پرسی
نه از دنیاست نی از آخرت هرگز خبر ما را

اگر صد بار در یک لحظه می بینم رخ ویش را
بهر دیدن ورا بد حسن دیگر در نظر ما را

چو با خود کرده ایم آن آفت جان را بدل منزل
چه می فرمائی ای ناصح ازین آفت حذر ما را

باین یک عمر نتوان کرد شرح جمله غم هایت
که می باید به شرح هر غمی عمری دگر ما را

چو صرفی گاه در دیریم و گه در خانقه یارب
مکن دور از در خویش و مگردان در بدر ما را

چگونه با تو رساند کسی سلام مرا | چو پیش تو نتوانند برد نام مرا
بیا ز نامه نوشتن چه حدّم ای قاصد | ولی رسان لبسگان در رشش پیام مرا
ز هجر جور و جفای کشیده ام که مپرس | وصال کو که کشد از وی انتقام مرا
حیات آب سرشکم بدیده دانی چیست | بزم عیش نگون کرده اند جام مرا
عجب که روزم ازان آفتاب گشته سیه | لب شکر شکنش تلخ کرده کام مرا
به تیغ ناز چرا نیم بسملم ماندی | تمام کن بخدا کار ناتمام مرا
تنش چو نقرهٔ خامست من بجان مایل | نه کرده آرزوی او خیال خام مرا

درود آب نسیما دو دیدهٔ صرفیست
درود من برسان سرو خوش خرام مرا

لطفش بقتلم سعی کرد آن غمزهٔ خونریز را | یا رب ندانم چون کنم آن لطف قهرآمیز را
در کوی جانان رفته ام پا کرده از سر جان بدست | اما ز بس نالایقی رد کرد دست آویز را
خاکست مشک و مشک خاک آنجا که باد صبحدم | بکشاده و افشانده کرد آن زلف عنبربیز را
مپسند بهر کشتنم تیغ رقیبان ترک من | گر بسملم خواهی بکش از غمزه تیغ تیز را
زاهد چو دید مغبچه در جلوه مست می شده | بر سنگ فرش میکده زد شیشهٔ پرهیز را
گر در رقیب من اگر باشد بعالم زنده | رخصت بقتل عام کن چشم بلاانگیز را

صرفی ز سر برخاسته در بالش افتادم ولی
قدرم چه داند چون ندید آن شوخ آفت خیز را

زاهد من آن نیم که گذارم نماز را | ور خود گذارم آن نگذارم نیاز را
صبح وصال نه در شب هجر بس دراز | یا رب چه سازم این غم دور و دراز را
خون شد دل از نهفتن راز غمت ولی | چون نیست محرمی بکه گویم راز را
دارم هوس که جان بغم عاشقی دهم | خواهم درون سینه غم جان گداز را
ما را به تیغ هجر مکش ورنه ترک من | خود گو که هر که میزنی آن تیغ ناز را
چون در بلای عشق تو بیچاره گشته ام | جز تیغ تو نیافته آن چاره ساز را

صرفی مراد عشق مجازی چه مانعی
بیرون ندیده ام ز حقیقت مجاز را

ساقی بجمل خم گیتی ستان نما | کم نیست ساغر تو ز جام جهان نما
بکشای پرده از رخ و با طالبان حق | زین آئینه جمال الٰهی عیان نما
حالم ز هجر زار و من از درد ناتوان | لطفی بحال زار منِ ناتوان نما
جانم بلب رسید و ترا هیچ رحم نیست | رحمی بحالم ای مهِ نامهربان نما
جان بخشی از مسیح گهی بود و گه نبود | این شیوه را تو از لب خندان جاودان نما

جان تحفه ایست لایق درگاه پیر دیر
صرفی بدان جناب توجه بجان نما

بدست صفحهٔ دل نامهٔ محبت ما | ز داغ عشق بران نامه مهر حجت ما
خدای خیر دهد عاقبت به نیت خیر | که زیر پای تو جان دادنست نیت ما
بغیر قطرهٔ خونی که دیده افشاند | برون نیامده لعلی ز کوه محنت ما
هزار پاره شود سنگ و خون از و چکد | اگر برو بنویسند نقش صورت ما
چو داغ بندگی عشق بر جبین داریم | بهر دو کون همین بس نشان دولت ما
به بیستونِ بلا کوه کن صفت مردیم | ز کوه محنت عشق است سنگ تربت ما

بی کشیدن بار بلای او صرفی
ز قوتِ خون جگر حاصلست قوت ما

ز خوی بد چه تفاوت رخ نکوی ترا | که کرد شعلهٔ حسن تو گرم خوی ترا
سیاه روئی من نیست جز ز بخت سعید | که شد نقاب سیه آفتاب روی ترا
وجود نافهٔ ناف غزال صورت بست | چو در خطا و ختن برد باد بوی ترا
رقیب را ز سر کوی خود بران و بکش | که حرمت حرم کعبه است کوی ترا
بدل چگونه تصرف کند هوای کسی | چو ملک دل همه مِلکست آرزوی ترا
ز فتنه های تو در قبض جان باستادی | قبول کرده اجل چشم فتنه جوی ترا

سبوی بادهٔ لذت آن چنان که ای صرفی
پیاله ایست خم آسمان سبوی ترا

ای نصیب از تو غم و درد و بلا احباب را | بهر قتلش ما جهباس ختی اسباب را
ای ز تاب باده گلرنگ رویت پر عرق | طعنه زد روی عرقناکت گل سیراب را

قطره قطره دمبدم از دیده ها خون میچکد — تا غم عشق تو خون کرده دل احباب را
شیوه جز پاسبانی بر سر کوی تو نیست — شب همه شب مردمان دیده بی خواب را
نیست مهرویی که انکارش بحسن وی بود — کی توان منکر شدن خورشید عالمتاب را
مردم چشمم چو ماهی غرق آبست از سرشک — دیده پر کام از خیال زلف تو قلاب را
چند در دسر کشد صرفی ز عقل حیله جو
ساقیا بهر خدا در ده شراب ناب را

حیات سرمدی از عشق رو نمود مرا — اجل بیا که اگر خواهی آزمود مرا
ز سنگ او است تنم نیلی و بس است همین — بروز ماتم غم جامه کبود مرا
ز بیم آن که بگویند دلربای منش — دلم ربود و از آن کو براند زود مرا
به تیغ غمزه خلاصم ز بار سر کردی — ز بس تغافلت امید این نبود مرا
غم تو غارت سرمایه حیاتم کرد — خلاصی ساخت ز فکر زیان و سود مرا
چو دیده ام رخ او را ندیده بود هنوز — بحیرتم که چسان دل ز کف ربود مرا
هزار شکر که مردم بعاشقی صرفی
چه مردنی است مبارک که جان فزود مرا

هوایت از عدم آورد در وجود مرا — وگرنه آرزوی آمدن نبود مرا
شب وصال چسان عرض حال میکردم — بیک نگاه چو چشمت ز خود ربود مرا
به تیغ غمزه نکشتی و راندی از پیشم — دل تو خواست بکام دل حسود مرا
بسجده سر بنهم گر تو قبله ام باشی — وگرنه بهر چه باشد سر سجود مرا
بسینه چاک ز شمشیر شوق او دارم — بروی دل در دولت از او گشود مرا
وجود چون تو الست گشت رهبر من — بمدرم به زاویه عشق ره نمود مرا
غرض از زیستنم مرد لذت رخ تو
وگرنه صرفی ازین زیستن چه سود مرا

ره فراق تو بخت سیه نمود مرا — نشان ز آتش جانسوز داد و دود مرا
چگونه قصد دلم کرد پیش زاییدادم — مگر بعالم ارواح دیده بود مرا
گشاد لعل شکر بار را بدشنامم — هزار شکر که ز لدارمن ستود مرا

چو بر جبین من از خاک راه او اثری است | ملک چرا نه کند قبلهٔ سجود مرا
زیاده از غم و اندوه او چو ممکن نیست | جفای دوست چه خواهد کرد فزود مرا
بیاد او دم قتل آمدم پس از عمری | بزعم خود مه من یاد کرد زود مرا

بوصل یار که آخر رسیدم ای صرفی
بصد هزار بلا اول آزمود مرا

چو گشت ز آتش شوقت جگر کباب مرا | چرا از لب خویشم دهی کباب مرا
همیشه کلبهٔ من تا به کی بود تاریک | گه از دریچه گر از در چو آفتاب مرا
ز یک گره که دران زلف پرخم و پیچ است | فتاد در رگ جان صد هزار تاب مرا
کجا روم به کجا باشم این زمان چه کنم | کز آب دیدهٔ نمناک شد خراب سرا

بگیر جای که آب چشم خود صرفی
ز بعد مردن خود کو بروی آب مرا

برین در مانده چون خاکم نگارا | برین در مانده رحمی کن خدارا
کشادند اهل بینش حلقهٔ چشم | پی نعل سمندت شهسوار مرا
بجانم از غم پنهانست اما | نمی خواهم که گردد آشکار مرا
بمژگان نرم نرمت نشد دل | چه خار تر رود در سنگ خارا
اگر خواریم در کویت چه باک است | ولیس الذلّ للعشّاق عارا
نصیب من ز گلزار جمالت | نشد جز خار حسرت نوبهارا

ترحم کن که چون صرفی درین باغ
نیابی عندلیبی گلعذارا

چو گفتمش اثری وعدهات نداد مرا | بخنده گفت که آن خود کجاست یاد مرا
خدایرا مکش آن تیغ تا ودیعت جان | سپارمش که برو هست اعتماد مرا
اگر نه شمع من افروخت آتش حسنت | بدل شرارهٔ عشق از کجا فتاد مرا
بخاطرش که بود در روزیم ز خون جگر | بخاطرم که جز این روزی مباد مرا
بنامرادیم امروز نیست شهرت و بس | لقب ز روز ازل گشته نامراد مرا
چراغ از بلا ساخت مادر دهرم | اگر نه بهر همین مصلحت نزاد مرا

غمش بشارت مرگم رساند ای صرفی
بشارتی که غمش داد کرد شاد مرا

نسبتی با لاله نبود آن رخ گلرنگ را
هست در غنچه سخن با آن دهان تنگ را

در مقام مطربا بزم طرب بی او منه
ور نه ز آه آتشین سوزم رباب و چنگ را

گر بسوی خویشتن خوانی مرا از راه لطف
قطع خواهد کرد در یک لحظه صد فرسنگ را

طعن مردم چند بنما روی تا بینم ز عشق
مثل خود بدنام و رسوا اهل نام و ننگ را

عاشقان هرگز نترسند از رقیب رزم جو
کی بود باک از عدو مردان روز جنگ را

ساقیا آیینهٔ دل تیره از زنگ غم است
کیست غیر می که بزداید از آن این زنگ را

باطنت تا دیده خورد از ظاهرت صرفی رقیب
ای نهاده در بر سیمین دل چون سنگ را

حبیبت حبا سلبت قلبا غلبت شوقا فالوصل سلنی
که می تواند خبر رساند بآن پری وش ز حالت ما

چه گویم احوال خود عزیزان که خوار و زارم بکنج هجران
ملیت حزنا حزنت هجرا هجرت فمن سعی انهانا

حبیب من تا کی بنالم که نیست چون من کسی بعالم
سقیم هجر عدیم صبر کثیر بلوی قلیل شکوی

سلبت عقلی نهبت قلبی فانت خلی و انت حبی
به خوبرویان دیگر اکنون چه کار دارم تو خود بفرما

جرت دموعی علی خدودی فهذه بالهوی شهودی
گواه حالم ببین رحمی بحال این دل شکسته فرما

ز عشق زاهد کناره گیرد دل من آنرا بجان پذیرد
فمثل سم علیه هر و من اری الی حلی

بسی چو صرفی به کنج هجران قتیل شوق و مریض هجران
فبالوصال حیوة قتلی و باللقاء شفاء مرضی

آنکه از تیغ اجل خنجر ناز است او را
چه غم از کشتن ارباب نیاز است او را

کس چه داند که در آن چین جبین چه سر است
ناز خون ریز مگر محرم راز است او را

دارد آزار از آن جان مسیحا نفسان
که لب از بهر چه آزرده کاز است او را

گر کشد بی گنهان را چه گنه هست بر او
فتوی از خط سیه بهر جواز است او را

بلبلان را همه پروانه خود ساخته است
گل مگر زانکه لقب شمع طراز است او را

از سر زلف تو چون خط خضر کوتاه است
هوس کوتهی عمر دراز است او را

نشود گفتهٔ صرفی بت سنگین دل من
گرچه امشب دم پولاد گداز است او را

فکرِ دهان او بعدم بُرد بود ما ‏— آری همین علامِ غرض است از وجودِ ما
ز آئینهٔ جمالِ بتان در نیامده ‏— جز عکسِ حُسنِ دوست بچشمِ شهودِ ما
از هر چه دیده ایم رخِ یار دیده ایم ‏— ما را چه غم ز کوریِ چشمِ حسودِ ما
آن به که وصفِ یار بگوئیم و بشنویم ‏— ورنه چه حاصل است ز گفت و شنودِ ما
رخسارِ او اگر نبود قبلهٔ نماز ‏— یارب چه فایده ز قیام و قعودِ ما
خاکِ رهش شدیم و نهادیم پا بعشق ‏— یعنی بود بمرتبهٔ گردون فرودِ ما

صرفی سرِ نیاز بخاکِ درش نهیم
اینست در نماز ز محبت سجودِ ما

فغانم که بر آسمان کرده جا ‏— کنی باورش یوم نطوی السّماء
بعشقِ تو جز مُردنِ خویشتن ‏— نه خواهیم ما تا چه خواهد خدا
دعائی ز عشقم خلاصی دهد ‏— اثر در محبّت نه دارد دعا
عجب جانستانی است مژگانِ تو ‏— جز این نیست پیکانِ تیرِ قضا
ز بدخوئی من تعجب مکن ‏— اگر مهربان شد بجانم بلا
چسان ترکِ خونابه خوردن کنم ‏— که من پرورش یافتم زین غذا

بهم عاشقی صرفی آسان بدان
عجب مشکلے هست آسان نما

دلا روزِ فراق آن پری را ‏— بگو یوماً عبوساً قمطریرا
دقایق دانِ فنِ عشقبازی ‏— خسارت گفته عشقش سرسری را
فنونِ دلبری میدانی امّا ‏— نخواندی فنِ عاشق پروری را
چه میدانم چه میگوید رقیبش ‏— سخن دانم زبانِ زرگری را
ز کنهِ عشق اعلامی نه کردند ‏— کسے را نه جنیدؒ و نه سریؒ را
سهی سروِ مرا رفتار رعنا است ‏— از و شرمندگی کبکِ دری را
نه کرد استاد تعلیم و فالش ‏— کجا آموخت علمِ دلبری را
نهاد از خیلِ خوبان خسروِ من ‏— بفرقِ خود کلاه سروری را
کشادی صرفیا خوانِ معانی ‏— صلا در دِه ظهیر و انوری را

گر نه از نازی کشی اہل نیاز خویش را / وه نمیدانم چه خواہی کرد ناز خویش را

عاشقی را زلبست از نامحرمان پنہان ولے / محرمے کو تا بگویم رازِ خویش را

کے روا باشد نماز من بدین سان عاشقی / گر نه بینم قبله از رویت نماز خویش را

مے گدازد جان و میسوزد دل از شمع رخت / کم نمے خواہم دمے سوز و گداز خویش را

عاجزم درمانده ام افتاده در کوئی نیاز / چون کنم معلوم او عجز و نیازِ خویش را

دوستان عاشق کشی ہا از نوازشہای اوست / بنده ام معشوقه عاشق نوازِ خویش را

باخت پاکا پاک صرفی در غمش نقد دو کون
چند میرانی محب پاکبازِ خویش را

بخاطر کے رسد آن نوجوان را / که بپرسد کہنه پیر ناتوان را

عجب نبود اگر آه و فغانم / زند برہم زمین و آسمان را

چه جائے انس و جن بیر و ملک ہم / اگر ظاہر کنم درد نہان را

حکیم لم یزل بہر نثارت / بجسم خاکیان داد است جان را

تنم تنہا درین کاشانه مانده / زپی جان رفته آن سرو روان را

به شرح سوزش دل گر نه نالم / بسوزد آن دم گرمم زبان را

باو بسپرد جان صرفی و بگذاشت
بر آن نازک بدن بار گران را

چون توانم که بینم باز آن سروِ سہی قد را / بسیر جلوه گاهِ او نسنی میبلم ہم خود را

نمے خواہم که ہرگز در برِ خود کسوت ہستی / که آمد مانع تجرید بر زندانِ مجرد را

اگر جا پہلوئی آن سگ بیابم بر سر کویش / ببام دولت جاوید اقبال مؤید را

مسلم داشت عشقت تا ابد ملک جنون بر من / نیاید ہیچ سلطانے چنین ملک مخلد را

به نور وحدتِ ذاتی چو چشم دل منور شد / عجب نبود اگر بینم یکے را صد یکے صد را

رقیب سنگ دل را مشفق خود کے توانم کرد / مسلمان باز اگرچه میتوانم کرد مرتد را

بطور عاشقی ہرگز بعالم بد نمی باشد
نه گویم نیک را بد نیک گویم صرفیا بد را

ہر کجا در جلوه بینم سروِ ناز خویش را / بر کف پایش نہم روی نیاز خویش را

دردرون بگداخت جان زین آه وسوز دمادم | گر برون آریم آه جان گداز خویش را
چاره سازد ما بهر کار لیست عقل اما بعشق | حیرتی دیدیم عقل چاره ساز خویش را
دور میدانم که در عمر دراز آخر شود | گر بگوییم قصهٔ دور و دراز خویش را

مصلحت بنود که از عشق مجازی بگذریم
چون حقیقت دیدم ای صرفی مجاز خویش را

تا حلقه بگوش آمده آن آفت جان را | از بند گیش حلقه بگوش است شهان را
زلف تو کج افتاده و ابروی تو هم کج | زان رو با سیر تو کجها ست زبان را
سرو تو تماشای لب آب هوس کرد | جان داد هوای قد تو آب روان را
در باغ ز کوی تو دزدیده است نسیمی | بر لبست سوی باغ ره باد خزان را
جانا همه دارند چه خورشید و چه ذره | مهر تو که سرگشته کند خورد و کلان را
گفتم ز خرد چارهٔ این درد بجوییم | دل گفت به بیگانه مگو راز نهان را

صرفی تو و خلوت گه وصلش چه گمانست
دانم بیقین راه درون نیست گمان را

---

# ب ردیف الباء ب

---

بخیال سر زلفت رود از چشم من آب | که محالست به زنجیر نگهداشتن آب
بدن صاف تو تا سر قدم است آب حیات | عجب است آنکه برون نا ید از پیرهن آب
گلکم کن اگر آلوده بخونم تیغت | ورنه از شرم شود کشتهٔ تو دکفن آب
روی تو پر عرق از تاب می گلگونست | یافته از عرق روی تو برگ و سمن آب
من بجان راضیم ار تیغ زنی بر سر من | لیک ترسم که شود تیغ تو از سوز من آب
شعلهٔ آتش پنهان دل سوخته ام | تا نه ظاهر شود از دیده پر آتش بزن آب

صرفی آن دم که کشد سگ او سوی خودت
گردنت را بود از رشتهٔ جان تو طناب

ای روانت زلال خضر از لب | موجهٔ آب زندگی منغب

غم تو عیش جاودان بخشد        بندهٔ اینچنین غمی است طرب
در زمان کرشمه و نازت        نه عجم خالی از خلل نه عرب
بی سبب کشتیم خجل نه شوی        گر بپرسد ترا کسی ز سبب
قتل عاشق به تیغ بی ادبی        نیست در ملک حسن حسن ادب
گر بدوزخ رویم دیدهٔ ما        آب بر آتشش زند چه عجب

وصل مطلوب اگرچه دشوار است
پا مکش صرفیا ز راه طلب

گذشت از فلک نعرهٔ یاربم شب        ندانم چسان بگذرد روز یارب
لب لعل تو بر لب جام تا کی        ببین جام از غیرت جام بر لب
خدنگ بلا تیغ غم خنجر کین        زهی کرده اسباب قتلم مرتب
ز من گو بیاموزد آداب مجنون لیے        که دیوانه نیست چون من مؤدب
غرق کرده شمع از تب سوز عشقش        ولی عاقبت داده جان در همین تب
بم تایب اما دلم مایل مے        روا نیست این توبه در هیچ مذهب

مکن نقل مشرب که راضی است صرفی
به تبدیل مذهب نه تغییر مشرب

مطلع ماه است ایوان فلک ای آفتاب        گوشهٔ بام تو گوید مطلع او را جواب
بسته راه خواب بر من سحر چشم جادویت        تا نه بیند دیدهٔ بیدار من او را به خواب
تا بخون ما شود آلوده دست و دامنش        وقت بسمل کردنش کردیم عمداً اضطراب
چشم من از بهر سلطان خیالت خیمه ایست        بنگر از مژگان اشک این خیمه را میخ و طناب
دوزخ ار آگه شود از حالم آید در جهان        تا کند از آتش اندوه من کسب عذاب
قطره های اشک گرم ماست آتش پاره ها        آب آتش گشته یارب بهر ما یا آتش آب

صرفی از پیر خرد تدبیر کار من مجو
طایر عقل مرا کرد آتش عشقش کباب

ای که از بهر هلاک من نهی بر رخ نقاب        گر سزاوارم بکشتن تیغ برکش بی محاب
کی به بیداری تواند دید آن روی نکو        چون نخواهی که بینم روی خوبت را بخواب

تاب روی گل رخان دیگر است از آب می
حاجت آن نیست رخسار ترا در آب و تاب

چشم بیداری ندارم من ز بخت خوابناک
گرچه اشکم میزند بر دیدہ اش ہر لحظہ آب

گر بوصف گل رخ خود دم زنم از سوز دل
بلبل دستان سرای ناطقہ گردد کباب

چون خراب عالم عشقم ندارم ہیچ غم
گر ز آب دیدہ ام گردد ہمہ عالم خراب

صرفیا عمرے بدر ہاے بتان گشتم ولے
شاہد مقصود من بنمود رو از ہیچ باب

صبحدم از روی عالم تاب افگندی عالم تاب
سوختی از آتش غیرت ہمہ در آفتاب

شعلہ زد آتش عشق و کبابم گشت دل
سوخت دل ہای ہمہ عالم ز بوی آن کباب

تو پس از قتلم انیس غیر و مے جنبد زمین
بسکہ من زیر زمین کردم ز غیرت اضطراب

بادہ عشق تو دارد بو العجب کیفیتے
عالمے مست شراب و مست این بادہ شراب

لشکر جانہا شکست از میشدے گلگون او
پای بنہادہ ہنوز آن شہسوار اندر رکاب

چون برافروزد رخت از نشاء می مست من
چشمہ خورشید را ہرگز نماند آب و تاب

ناز جانان دلربا لیست و عتابش جانستان
مے کشد صرفی بجان و دل از و ناز و عتاب

دلا ہوای بہشت از حریم یار طلب
شراب کوثر از ان لعل میگسار طلب

شہید تیغ حبیب است زندہ جاوید
زلال خضر از ان تیغ آبدار طلب

ظہور نور الہی ببین ز رخسارش
فروغ صبح سعادت از ان عذار طلب

بکار عشق چو باید کشید بار بلا
مدد ز غمزہ جانان بکار و بار طلب

اگر خمار تو از مستی می ہستی است
شراب عشق پی دفع آن خمار طلب

اگر ز جانب دلبر عنایتے بنود
بکام دل نرسی گر کنی ہزار طلب

ز جست و جو بمطلوب نیست رہ صرفی
نشین و پای بدامن کش و گذار طلب

میخورم بادہ صفت خون جگر شب ہمہ شب
کاسہ چشم از ان بادہ لبالب ہمہ شب

بے تو خود گر ہمہ حور است نخواہم بکنار
ای خیال تو ہم آغوش مرا شب ہمہ شب

ز آتش شوق تو در تاب و نہ بسم وہ چہ کنم
کہ مرا سوخت دل از تاب و تن از تب ہمہ شب

محنتی داشته ام شب ز لبس حیرانی | بوده بر من نگران دیدهٔ کوکب همه شب
شام تا صبح غم و درد تو اندوخته ام
صافی اسباب طرب کرده مرتب همه شب

دارد از مستی آن ستمگر خواب | فتنه بیدار و فتنه گر در خواب
خواب دیدم که در برم آئی | اختسیدم کجا بود در خواب
دیده ام خود تمام بیداری | نرگس مست تو سراسر خواب
نه بود جز بصورت چشمت | فی المثل گر شود مصور خواب
دیدم او را بخواب و دانستم | که ز بیداریست بهتر خواب
چون کند خواب چشم گریانم | که نیاید به دیدهٔ تر خواب
دیدم آن زلف کج بخواب ولی | نیست تعبیر راست در هر خواب
دوش دلهای خلق بردستی | طرفه تر اینکه داشت دل پر خواب
صافی از بسکه دودِ آهِ منست
ره نیابد بچشم اخترِ خواب

روزیکه ناز و غمزه خدا داد با نصیب | آن روز بهر جان و دلم شد بلا نصیب
آئینهٔ خدای نمایست روی تو | بنمای روی خویش برای خدا نصیب
غیر بلا نصیبهٔ ارباب عشق نیست | پا در بلای عشق نهادیم با نصیب
نبود نصیب هیچ از خویشتن جدا | یارب چرا شد از من بیدل خدا نصیب
تیغِ فراق بر سر من زد حبیب من | این بود سرنوشت ز کلک قضا نصیب
هجران نصیب ماست ز تیر فغان چه سود | کس را مجال جنگ و جدال نیست نصیب
صافی شکایت از که توان کرد در فراق
چون این بلا ز روز ازل شد مرا نصیب

از نکویان جهان اصل و نسب نه مطلب | دلبری هاست غرض ورنه چه حاصل ز نسب
حشمت پادشهی داشته محمود ولی | آمده جان ز غم عشق غلامش بلب
نازنینی که دلم برد چه عیب است اگر | از غلامان عجم هست نه سادات عرب
از غلامی که مه و مهر بود بندهٔ او | بر سلاطین جهان ناز و تکبر چه عجب

نیست گرچه غلامیت ز ہند و بچہ ہا  لیکن آمادشہ خوبان زمانہ بحب

گرچہ مجموعہ خوبیست ولے ای صرفی
نیست جز غمزہ او عشق مرا ہیچ سبب

کام دل یافتنم نیست ز جانان مطلوب  ہرچہ مطلوب دل اوست مرا آں مطلوب
گر نخواہد کہ بود شاد بوصلش دل ما  دل ما را نبود جز غم ہجران مطلوب
نبود ز آتش عشق تو مرا شمع صفت  جز دل سوختہ و دیدہ گریان مطلوب
باز خواہم کہ بزیر قدمت جان بدہم  کہ مرا یار پس از مرگ بود جان مطلوب
ہمچو لالہ کہ بسر کوی ترا ہے طلبند  بلبلان را نبود غیر گلستان مطلوب
چون دل تنگ تو ای غنچہ دلم پر خون است  لیک ہمچون تو ندارم لب خندان مطلوب

از مسیحای لبش کام نیابی صرفی
گر بود چون خضرت چشمہ حیوان مطلوب

دلبر من در جہان بسیار دیدم روی خوب  لیک جز تو خوبی او را ندیدم خوی خوب
روی تو روی پری و خوی تو خوے ملک  عاشق این روی خوبم والہ آن خوی خوب
جز تو از خوبان ندیدم جان نثانی روح بخش  گرچہ کردم در جہان بسیار جستجوی خوب
دل پے بوی صبا رفت و بزلف تو رسید  چون ز انفاس وی آمد در دماغش بوی خوب
راستی خوب است اما نیست ہمچون سرو من  کی ترا باشد جز ابروی کج ابروی خوب
لایق نظارہ رخسار خوب تو نشد  تا نہ چشمم را بہ اشکم کردی شستشوی خوب

خاطر صرفی بروی خوب جانان مایل است
آرے آرے چون نباشد میل خاطر سوی خوب

مرا است وصل تو ای یوسف زمان مطلوب  درین زمانہ از آن یوسف نام من یعقوب
اگر بمحنت عشق تو مبتلا بودے  فزا[illegible] صبر نبودی طریقہ ایوب
خوشا کسیکہ بود عاشق رخ خوبت  کہ از میان محبان ہمو است عاشق خوب
اگرچہ کار تو نسبت بمن ستمکاریست  ولے منم بتو در عالمم وفا منسوب
ہزار فتنہ و آشوب میزنی بر ہم  ز ناز و غمزہ آن فتنہ جوی شہر آشوب
چگونہ طاقت بار محبتم بودے  اگر مدد نہ رسیدے ز جانب محبوب

بدون ز جذبه نباشد سلوک من یعنی
براه عشق تو صرفیست سالک مجذوب

زچشم اوست مقصودم نگاه جانشین یارب
بنه بر جان من منت بمقصودم رسان یارب

بدست دوست نقد جان سپردن آرزو دارم
بشبهای جدائی از اجل خواهم امان یارب

بلا را گر زبانی و دهانی صنع تو بخشد
زبان او لوانم کرد دروم لابیان یارب

زاندوه و غم عشقش دمی خالی نمی باشم
من اندوه کنیم باغم او شادمان یارب

ز دردش گرچه دل خون و جگر افگار و جان ریش است
نمی خواهم که گردد ظاهر این درد نهان یارب

بنای غم نه اشکم گر نه ویران در جهان گردد
ازین سیل فنا ویران شود کاخ جهان یارب

جدا از دلبر خویشست صرفی چون تن بیجان
تویی قادر که بخشی مردهٔ را باز جان یارب

مرض نمود فقیهی که داشت میل شراب
بهانه کرد علاج و کشید بادهٔ ناب

شکسته بر سر من محتسب سبو لیکن
پر از هوای شراب آمده سرش چو حباب

بحد شرع کند حکم فاضبست اما
برون ز حد دل او مایل است سوی شراب

ز می بشرع محمد چه پرسی از مفتی
مباح کرده عیسی است گو بدت بجواب

ازین جواب که تا در برابرست گو بیند
کمال میل محبت بباده اش دریاب

ببین که باده پرست آمده عالم
بدور لعل لب یار من چه شیخ و چه شاب

ندانم از چه سبب زان میان همین صرفی
نجس کشتی شده بدنام ایها الاصحاب

ستم من از تو بعاشق ستمگری چه عجب
بیلی ز یار دشمنان بنده پروری چه عجب

زتاج حسن ترا بر سر افسر شاهیست
بخیل ماه وشان از تو سروری چه عجب

وفا که آدمیان راست در رقیب تو نیست
اگر رگ تو کند آدمیگری چه عجب

بیک کرشمه رباید هزار جان چشمت
باین کرشمه ز چشم تو دلبری چه عجب

نهانی از نظر خلق و خلق مفتونت
چنین بنظر فی از شیوهٔ پری چه عجب

برابری چه کند کاخ آسمان بدرت
بعرش اگر کند آن در برابری چه عجب

رقیب اگر بتو گفت از صبوری صرفی
تو خود بگوی که بهتان زمفتری چه عجب

مراست هر مژه خاری شده بچشم پرآب　　چه خارها است بچشم چگونه آید خواب
ز حسن ماه وشان دگر چه حظ گیرم　　تو خود بگوی که سیراب کس شود ز شراب
میان همدم نیک و بد امتیاز کی کن　　بروی هر کس و ناکس چو آفتاب متاب
خطاب تو برقیب و عتاب تو بر من　　چسان زیم چکنم آه ازین عتاب و خطاب
مرض مسیح تمنا کنند اگر دانند　　که یابد از لب لعل تو شربت عناب
اگر نه دولت دیدار تو بود به بهشت　　برای ما است نعیم بهشت عین عذاب

شنیده ام که ترا عزم کشتن صرفی است
بکار خیر چه تاخیر میکنی بشتاب

ای رخت بر اوج خوبی آفتاب　　بر سپهر روزان بتاب در دمتاب
از می گلگون رخ تو پر عرق　　زان عرق خوبان عالم را گلاب
شعلهٔ رخسار تست جهانی سوخته　　وه چرا یارب نمی سوزد نقاب
لاف خون ریزی اگر دارد اجل　　غمزهٔ چشم تو اش گوید جواب
من دعایش گفتم و خونم بریخت　　گشت در ساعت دعایم مستجاب
باده است مستی چه افزاید دگر　　ای که مست حسنی و مست شباب

گر همی خواهی که باشی سرافراز
باش صرفی خاک راه بوتراب

دلم از آتش عشق تو کبابست کباب　　جانم از آتش شوق تو خرابست خراب
پیش من لازمهٔ عجز و نیاز است نیاز　　شیوهٔ تو ز سر ناز عتابست عتاب
یک نگاهم ز دو چشم تو سوالست سوال　　از تو یک غمزهٔ خونریز جوابست جواب
ناصحا توبه ام از باده محالست محال　　قوت جان قوت دل تیز شرابست شراب
وقت عزمت سوی عشاق درنگست درنگ　　گاه برگشتنت ای شوخ شتابست شتاب
رخت از بادهٔ گلفام بعرق کرده عرق　　زان رخ پرعرقم دیدهٔ پرآبست پرآب

صرفی از عقدهٔ هستی بگذر گو بگذر
که میان تو و دلدار حجابست حجاب

شب نگه از رخش فتاد نقاب　　شادم و دیدم صباح با اصحاب

منع دل چون کنم ز آتش عشق    نتوان کرد منع تشنه ز آب

از پی شربت مریض غمش    قطرهٔ اشک لاله گون عناب

محتسب درگذر ز مستی ما    مست عشقیم ما نه مست شراب

مست ما را کباب در دست است    غیرتم سوخته ز دست کباب

ای که آهنگ قتل من داری    مردم از انتظار کو بشتاب

غمزه از چشم و خشمش از خویش

صرفی آموخت کشتن احباب

دم جان بخش از لب لیلی مطلب    از لب هر متنفس دم عیسی مطلب

گفتمش کام دل از تو طلبم یا نه هنوز    چین در آن ابروی پرخم زده یعنی مطلب

هر دلی را نبود آتش عشق دل من    خاص طور است بهر کوه تجلی مطلب

تا بکام دل تو لعل لب او نبود    از می ناب و لب جام تسلی مطلب

دل برد غمزهٔ او جان بستاند نازش    غمزهٔ ناز وی از لیلی سلمی مطلب

صفت خوبی دلدار من از عقل مپرس    وصف خورشید جهان تاب ز اعمی مطلب

معنی آیت نور آمده در صورت او    غیر ازو پادشه صورت معنی مطلب

گر تمنای وصال است ترا ای صرفی

تا ز خود نگذری از دوست تمنا مطلب

بی بتش زندگی هجران مطلب    دفع این تشنگی از چشمهٔ حیوان مطلب

نسبت سوداگری آیین محبت یعنی    گر بجانان بدهی جان عوض آن مطلب

از رقیبان سیه دل طمع رحم مکن    ظلمت کفر ببین پرتو ایمان مطلب

عقل و جان و دل از آن زلف پریشان حالند    چارهٔ کارم ازین جمع پریشان مطلب

سر ما رفته بسودای بتان سامان هم    یعنی از اهل محبت سر و سامان مطلب

گر ترا میل تماشای رخ خوبانست    حسن را بین و ازین طایفه احسان مطلب

اگر آئینهٔ دل پاک شد از زنگ گلت    جز درین آئینه عکس رخ جانان مطلب

نقد جان داده غم عشق بتان می طلبی    این متاعیست گران مایه تو ارزان مطلب

صرفی از خلق جهان دست طمع کوته کن    گر بمیری بغم از آب خضر جان مطلب

دمے برلب من بنہ جاں فزا لب　　کہ پیمانہ عمر من شد لبا لب

ز درد تو ما را بلب جاں رسیدہ　　پپی پرسش دردمنداں کشا لب

اگر گویمت جاں ببک غمزہ بستاں　　دلم را دراں اتفاقیست با لب

چو راندم بلب حرفے از سوز سینہ　　سراسر مرا سوخت از سینہ تا لب

ترا و مرا نیست حاجت بصہبا　　مرا خون دل بادہ است و ترا لب

کجا لب دہد گرچہ جاں می دہیمش　　کہ دارد لبے خوشتر از جان ما لب

تو تیغ مژہ تیز کردہ بخونم
ز سہم تو صافی تہی کردہ قالب

زبس کافتادہ مستم روز تا شب　　نمے دانم کہ ایں روز است یا شب

اگر روزے بوصلت شاد گشتم　　رسید از پی غم ہجراں شبا شب

بکویت شب مرا رہ دادہ نے روز　　ز من بیگانہ روز است آشنا شب

شب آمد محرم راز محبتاں　　تواں اندوہ پنہاں گفت با شب

مرو ای عافیت امروز زنہار　　کہ میعاد است ما را با بلا شب

بشام مردن ما آمد ای جان　　سیہ پوشیدہ بر بالین ما شب

الٰہی صبحدم خونم بریزی
چو صافی زندہ دارم در دعا شب

قبلۂ اہل محبت کعبۂ کوی حبیب　　خلق را رو سوی کعبہ کعبہ را سوی حبیب

تا نہ از سنگ جفای فرقت او بشکند　　شیشۂ دل ماندہ ام بر طاق ابروی حبیب

بسکہ از بویش دماغ من معطر گشتہ است　　بشنوی ای ہمنشیں از بوی من بوی حبیب

خانہ اش دل روزن آمد دیدہ نبود عجب　　گر بر دل زیں روزن افتد پرتو روی حبیب

رشتۂ عمرم اگر کوتہ بود گردد دراز　　گر بہ پیوندم باں تاری ز گیسوی حبیب

دارم از موے سر زلفش رگ جان آرزو　　ای ہزاراں جاں فدای یکسر موی حبیب

بر من آزار و جفا صافی ندانی از فلک
بلکہ اینہا را فلک آموزد از خوی حبیب

نہادہ اند قدم در رہ بلا احباب　　منم براہ بلا پیش و در قفا احباب

بی دمیدن صبح اجل شب هجران — ز شام تا بصبا چند در دعا احباب
بسوخت ز آتش پنهان ما و رقیب بباد — دمی که هم نفسی آه کرد با احباب
چو در طریق محبت غرض بغم نیست — ز یار خویش نخواهند جز جفا احباب
چنانکه روح مرا ز جسم او ست بگریزند — به تیر غمزه اش از ناوک قضا احباب
بلای جانی و جز با خودت نمیخواهیم — بلای عام نخواهند از خدا احباب

بخاک نانه هم رخش او فتد صرفی
نهاده سینه براهش جدا جدا احباب

ترا در خاطر است امروز میل بسمل احباب — بحمدالله توان گفتن که هستی مایل احباب
قتیل تیغ دشمن داخل خیل شهیدان هست — شهادت باشد از محبوب باشد قاتل احباب
کرم کرده بیا در منزل ما دمنزسس از کس — که من جز خیالت نیست کس در منزل احباب
بقتل عام رخصت داده چشم جفا جو را — ز تو نبود جز این لطفی که باشد شامل احباب
جو از خساره ات آلوده چند بی نظر گردد — خیالت چون توا ند بود شمع محفل احباب
حیات ماست مشکل عقده در رشته امید — حبیب من کن از یک غمزه حل مشکل احباب

چه حاجت آنکه سازد ناله از درد دل آگاهش
که صرفی در دل یار است راهی از دل احباب

دیده ام محروم و دل پیش حبیب — وه که بر دل هم حسد دارد رقیب
عشقم از خویشان خود بیگانه ساخت — طرفه اندر شهر خود گشتم غریب
گر طبیب آید که گیرد نبض او — من شوم بیمار از رشک طبیب
قاصدا از بهر تسلی تا بکی — گوییم دلدار آید عنقریب
رحمت خویم روز قسمت بیدلان — من هم از فیضش بماندم بی نصیب

در دعا صرفی که میرد پیش دوست
دارد امید اجابت با مجیب

صبحدم دست و گریبان بود با آفتاب — بانموده از گریبان نور خود را آفتاب
جلوه گر گشتی و روشن شد همه روی زمین — روی خوب تست تابان همچنین یا آفتاب
میرود هر صبحدم جائی که بی تشویش غیر — میکند نظاره روی تو تنها آفتاب

با تو بتوانند برابر بود از شرمندگی — گاه میگردد نهان وگاه پیدا آفتاب
مست من چون سر بخواب ناز ماندن خواستی — میکند آیینه ات بودن تمنا آفتاب
ماه رویان صافی بندهٔ آن شاه شمس
کز تیمن شریف نام اوست آفتاب

بسته گر دیده ره نظاره ات هر آفتاب — گرد از آن کرد از تاسف خاک بر سر آفتاب
هر کجا حسن جهانتاب تو گردد جلوه گر — مینماید ماه من از ذره کمتر آفتاب
عاجز است ای آفتاب حسن در تسخیر تو — آن عزایم خوان که می سازد مسخر آفتاب
عالم افروز است عکس ساغر صهبای ما — بادهٔ بزم محبت را است ساغر آفتاب
تا نباشد پرتوی از روی عالم تاب تو — کی تواند کرد روز ما منور آفتاب
جز بوصف حسن تو هرگز نمیگوید سخن — ماه من گر فی المثل بودی سخنور آفتاب
از درون خانهٔ صافی پی نظاره اش
گر ز روزن می درآید گاه از در آفتاب

گاهی تو در قفا و گهی در قفا رقیب — همراهی تو چیست بدین گونه با رقیب
عرض نیاز کردم و دیدم تغافلت — ظاهر نکرده یافت ز تو مدعا رقیب
زلف صبا کشیده و عاشق کشیده آه — آشفته تر از آن شده با دصبا رقیب
چون غمزهٔ تو درس ره عاشق کشی نمود — تهمت چرا کنیم که شد رهنما رقیب
ایذای ماست دیدن روی رقیب و بس — سر تا به پا است خود همه جور و جفا رقیب
چون آب تیغ دوست کم از آب خضر نیست — قتلم به تیغ دوست ندارد روا رقیب
یک عاشق و هزار رقیب است قاعده
صافی مثال گر بودت یک دو تا رقیب

از یک طرف رقیب و دیگر جا هم حبیب — من در میان خوف و رجا مانده یا نصیب
دارم ز درد عشق تو بیماری عجب — بیمارتر ز من شود از دیدنم طبیب
تا دیدن حبیب بجانم رسانده رشک — جان کندن مراست سبب دیدن رقیب
گل شد تمام گوش که وصف تو بشنود — اما عجب که نشنود افغان عندلیب
می پرسد از غریب بهر کشوری مقیم — چشمت به تیغ تیز کند پرسش غریب

آیین اوست لطف نهانی به بیدلان
صافی مریخ از روش ظاهر حبیب

شد لاله عذاری دگرم جلوه گر امشب
دارم بدل سوخته داغ دگر امشب
او از کف اغیار کشد ساغر گلگون
ما را می گلرنگ ز خون جگر امشب
خورشید اگر شب بدمد نور نخواهم
خواهم همه رخسار ترا در نظر امشب
پروانه تو گرد سر آن شمع چه گردی
از دود دل سوخته ام کن حذر امشب
پیش از شب دیدار دلم بردی و خواهم
بر پای تو از دیده بریزم گهر امشب
غم گفت چه جا نگاه بود صحبت ناجنس
باید که طرب را کنی از دل بدر امشب
صافی دسرش در قدم یار شب وصل
یارب که نیابند رقیبان خبر امشب

ای پری را کرشمه ات آسیب
آدمی زادهٔ فرشته فریب
رویت از نشاء قدح رنگین
گلشن حسن را ز رنگ تو زیب
میل این خاکسار تیغ تو کرد
میل آب روان بود به نشیب
رفت عمرم بنا شکیبائی
پس چه پرسی که چیست شکیب
اهل دل مایل ز نخدانت
میوهٔ نخل دلبری آن سیب
چند پرسی حساب غمهایم
نیست دیوانه را خبر ز حسیب
مژده او تمام نگشاده
صافی خسته داد جان ز نهیب

پری چون بشر مبتلای حبیب
ملک گفت هذا الشیء عجیب
دلبرم به رزم سپاه بلا
که نصر من الله فتح قریب
عجب لذتی دارم از جور دوست
چه داند چنین لذتی را رقیب
ز سنگ بلا دم نزد بیدلت
ننالد ز برگ گلی عندلیب
مرا چه بود گر مریض غمست
اگر بر سر من بیاید طبیب
نصیب ره عشق خوبان بلاست
درین ره قدم مانده ام بالنصیب
دعا کرد صافی که میرد بعشق
فقال استجب دعوتی یا مجیب

# حرف التاء

مه من دمبدم بازار حسنت گرم در گرم است     به مهر روی آتشناک تو خورشید سرگرم است

شنیدم میزند در شهر اسلام آن صنم آتش     چه دانم واقعی اما درین شهر این خبر گرم است

اگر دم میزنم ترسم که این کاشانه می سوزد     که شمع من دم گرم من امشب بیشتر گرم است

عجب نبود اگر چون اشک شمع است آب چشم گرم     که از سوز دل پر آتش من چشم تر گرم است

جگر گرم است و خون دیده هم از شعلهٔ شوقت     غذای دردمندان این غم تو گرم بر گرم است

شب تاریک آه آتشین رهبر بکوی تست     براهت چون بنا خسم گرم رو چون راهبر گرم است

مهی کامروز آمد بدیده جائے دیده بود او را     که آن خورشید رو بسیار ما را در نظر گرم است

چه می ترسانیم ای پندگو از گرمی دوزخ     دل اهل محبت گرم تر بالله ز هر گرم است

ز گفتار لب شیرین جانان مجلس رندان     بسے گرم است کاندر خاصیت شهد و شکر گرم است

سرشکم گرم و آهم نیز گرم از آتش عشقت     ز سیلاب سرشک و دود آهم بحر و بر گرم است

زمستان کی بود در خانهٔ ما سرما که ای صافی
ز آه آتشینم خانه را دیوار و در گرم است

در قصد جان اجل بدر خانهٔ من است     موقوف یک اشارت جانانهٔ من است

زنجیر زلف خود بیارید بهر من     گر گویم بحشر که دیوانهٔ من است

با من غم تو گفت چو در سینه جای کرد     جان کن برون ز خانه که بیگانهٔ من است

ملک غمش که خواهمت آباد با غمت     معمور بیش ز گوشهٔ ویرانهٔ من است

از آتش غم تو منم شمع بزم عشق     مجنون سینه سوخته پروانهٔ من است

خم مراد میکده ام را قیاس کن     زین شیشهٔ سپهر که پیمانهٔ من است

صافی کسے بمنزل من چسان برد
کز وادی عدم ره کاشانهٔ من است

مشکن ای غم دل ما را و ببین کاندل کیست     دل ما هست ولے بین که در منزل کیست

بسکه بیگانه شد از من دل آوارهٔ من     باز اگر در کفم آید نشناسم دل کیست

مهر او در دل من تا چه بود در دل او     دل من مایل او تا دل او مایل کیست

بو نکرده است گلی را که برآمد ز گلم
کاش معلوم بنی کرد که آن از گل کیست

مردم از ذوق که چون عقل و دلم را بربود
گفت این دل‌شده دیوانه، لا یعقل کیست

گشته از غمزه پنهانیم اما پیداست
که من خسته قتیلم که و او قاتل کیست

صرفی از هجر نه تنها دل تو پرخون است
وصل جانان بجهان خود تو بگو حاصل کیست

نه تیغت در نیام است آب حیوانی بظلمات است
ولی از آب حیوانت بنی مرگ مفاجات است

مترس از خون اگر قتلم هوس داری که ترک من
بخونم مفتی دین محبت را روایات است

پس از عمری که یابم وصل نتوانم رخش دیدن
مرا کی طاقت نظاره اش وقت ملاقات است

ز تیغت قتل خود خواهم دم سجده با بروئیت
که آن محراب جانها قبلهٔ ارباب حاجات است

چه باک از درد خود ما را اگر درد تو جانکاه است
که اهل درد را از ها دم اللذات لذات است

ز آثار الوهیت که دیدم در رخش رمزی
اگر ظاهر کنم گوئی که اینها شطح و طامات است

بود حصر جمال و دل ربائی از رخ خوبت
مرادِ من ز تهلیلی که بهر نفی و اثبات است

زوال نسبت عشقم بیار خویش ممکن نیست
که هست این عاشقیهایم بآن حسنی که بالذات است

سحرگاه است و می آید نسیم گلشن کویش
برآور صرفیا دستی که هنگام مناجات است

عشاق را بعشرت دنیا چه حاجت است
با خون دل بباده حمرا چه حاجت است

خواهیم جان فروخت بیک غمزه اش ولیک
چون این از دست بسودا چه حاجت است

بر ما چو جلوه گر شده بالا بلندش
ما را بفیض عالم بالا چه حاجت است

دردسرم مده بخدا ای طبیب شهر
درد حبیب را بمداوا چه حاجت است

واعظ بحشر وعدهٔ دیدار تا بچند
امروز حاصلست به فردا چه حاجت است

نقش حصیر بر تن خاکی ز کوی دوست
عشاق را بجامهٔ دیبا چه حاجت است

صرفی تو خود مخواه از و ناز جانستان
لطف عمیم را بتقاضا چه حاجت است

بکف گر جان برم پیش سگانت بر تو منت است
که خالی دست رفتن پیش یاران از مروت نیست

رقیبان جفاجوی تو یارب از چه دین باشند
که آئین جفاجوئی و فا در هیچ ملت نیست

بخاک راه تو جا خواهم دگر در رهت بر سر	گدای گرچه خود لایق بتاج و تخت و دولت نیست
ندارم صحبت اغیار جور اندیش را طاقت	عذاب روح باشد همدمی گر اهل صحبت نیست
شنیدم کز برای قتل این بیمار می آئی	بحمد الله که یاری این خبر خالی ز صحت نیست
ز غیرت مردن از مردیست چون می بینمت با غیر	نه بد مرد گفت آن بی حمیت را که غیرت نیست
ز عشق طالب دیدار باشد مایل جنت	بلی خود قیمت هر بنده جز بر قدر همت نیست
مزن بر رندی و رسوائی من طعنه ای ناصح	که فهم تست قاصر ورنه این خالی ز حکمت نیست

زسر آنکه صرفی شد مرید پیر میخانه
می پرسیدم که در اظهار آن از پیر رخصت نیست

ای عقل از جنون دل دیوانه پر شده است	گنجایش تو نیست بر و خانه پر شده است
از بهر تو دلی ز کجا آرم ای طرب	کاین دل که دارم از غم جانانه پر شده است
ناصح طمع مدار که پند تو بشنوم	گوش من از ترانهٔ مستانه پر شده است
شبهای غم ز شمع و چراغم چه حاجت است	کز پرتو خیال تو کاشانه پر شده است
در دل قرار و صبر و سکون را غمت چو دید	گفت از غضب که خانه ز بیگانه پر شده است
ای شمع جز ملایکه پروانهٔ تو نیست	امشب که بزم گاه ز پروانه پر شده است

صرفی به زلف دلبرم از رشته های جان
بنگر که شانه را همه دندانه پر شده است

حسن او جاودانه افتاده است	او بخوبی یگانه افتاده است
شوخ من در فن کرشمه و ناز	بی نظیر زمانه افتاده است
خاک بر سر دو چشم گریان را	گر ز غم خشک خانه افتاده است
چشم پوشیدنش ز من غرض است	خواب نازش بهانه افتاده است
زلف و خال ترا چو زاهد دید	سبحه اش دانه دانه افتاده است
قصه ام گوش کن که خوبان را	بر زبان این فسانه افتاده است

فرصت نیست به پرسش صرفی
که برین آستانه افتاده است

مرا نظارهٔ گل چهرهٔ تمنا نیست	که رنگ و بوی وی امروز هست و فردا نیست

دروی حسن تماشای حسنِ بیچون کن — مراد اہل محبت جز این تماشا نیست
کسے جمال مقدس کجا تواند دید — کہ دیدہ دلش از نور قدس بینا نیست
ضمیر ماست منور بہ مہر ماہ وشی — کہ نور او ز کمال ظہور پیدا نیست
ببیں کہ سوختہ خرمن ز برق دیداریم — علو ہمت ما کم ز طور موسی نیست
زمیکشان غم عشق کس نمی بینیم — کہ ظاہر از نفسش معجز مسیحا نیست
زتنگنای زمین و فلک برآوردم — بعرصہ کہ درو ہیچ پست و بالا نیست
دلم ز لجہ عشق است قطرۂ ما — بروں ز جیدائے ایں قطرہ ہیچ دریا نیست
بغیر دوستی یار خود چہ اندیشم — کہ ہر چہ ہست جز ایں دوست نیست الا نیست

کجا حکیم و کجا سر عاشقی صرفی
کہ کار سرِ خرد حل ایں معما نیست

دلم کہ جز الم عشق را درو جا نیست — چناں پراست کہ گنجایش تمنا نیست
بحسن گرمی بازار یوسف است چناں — کہ جاجنش بہ خسر بداری زلیخا نیست
نہانیم نگہش کشت و کس نمیداند — عجب کہ کشتہ عجباں و کشندہ پیدا نیست
ز اہل درد بدزدی چہ میبری جاں را — کہ ای بروں و دروں از تو جز تو کالا نیست
چو گفت یار خودم گفت باز جان دہمت — ولے طریقہ ما وعدہ را تقاضا نیست
ہزار فتنہ رفیق است یک نگاہ ترا — بلای جان من آن یک نگاہ تنہا نیست

دو کون صرف رہ عشق کردہ صرفی
بملک شاعری اسم تو بے مسما نیست

طالب دیدار جز خود کام نیست — پختگاں را ایں خیال خام نیست
ما طواف کعبۂ دل مے کنیم — حج ما را حاجت احرام نیست
نیست درد عاشقی درماں پذیر — دولت جاوید را انجام نیست
تیرہ روزان جہانِ عشق را — کمتر از صبح سعادت شام نیست
وصل جاناں برتر است از سعی ما — در خور عنقای ما ایں دام نیست
کس بزور پا نکوبش رہ نبرد — در رہ ایں کعبہ جای گام نیست
قیس را مجنوں شد از لیلی لقب — بے نشانان رہست را نام نیست

در غمش تنها دل من خون نشد　　یک دل بی غم درین ایام نیست
جام می صرفی ز دل زنگم زدود
مرشد من غیر پیر جام نیست

ساقی از اسباب عیش ما شراب ناب نیست　　دردمند انتظار برعالم اسباب نیست
ده که شوق من فزون میگردد از دیدار او　　از زلال وصلش اصلاً تشنه سیراب نیست
التفات ترک چشم او بحال دیگران　　کمتر از زخمی که بیند بره از قصاب نیست
ما شبی دیدیم جمال دلبر خود را بخواب　　ملتمس از بخت بیدارم بغیر از خواب نیست
رشته جان مرا با تار زلفش صد گره　　ورنه بی وجهی مرا زینگونه پیچ و تاب نیست
زورقم افتاده در گرداب دریای غمش　　طرفه گردابی که هیچش ساحل و پایاب نیست
گر بخواند ور براند راضیم بالله ازو　　جز رضای دلبر خود مرضی احباب نیست
سالک راه غم عشقت بپای سعی خود　　کی تواند رفت اگر از جذبه این قلاب نیست
عرض حال عشق اگر خواهی سخن کوتاه کن
لایق عرض محبت صرفیا اطناب نیست

دلا منال اگر یار غمگسار تو نیست　　ز مستیش خبر از ناله های زار تو نیست
اجل برو طمع نقد جان من چه کنی　　که قبض جان اسیران عشق کار تو نیست
کشد بجانب خود آب تشنه را ناچار　　بجذب ما کم از آن تیغ آبدار تو نیست
دو چشم شوخ تو بی اختیار خون ریزند　　وگرنه قتل محبان باختیار تو نیست
ز حال اهل وفا هیچکس نمی پرسد　　مگر که جان من این رسم در دیار تو نیست
امید وصل توام انتظار می بخشد　　مرا شکایتی از درد انتظار تو نیست
ز چشم شوخ تو پیداست نشأه ناز　　ز باده غیبی مست من خمار تو نیست
ز آفتاب فلک بالش سرم خواهد　　ولی ببالش او میل خاکسار تو نیست
ز دود آه تو صرفی ز روشنی اثری
به هیچ خانه همسایه و جوار تو نیست

دلی که اسباب فن فتنه و جادو میساخت　　باشارت همه را از خم ابرو میساخت
مهربان برمن اگر آن بت بدخوی بود　　فلکش بهر من خسته جفاجو میساخت

فلک از شمس و قمر برد و برابر ببرید  بهر سنجیدن حسن تو ترازو مے ساخت
جای بر گوشه چشم تو چو خالت میکرد  از پئ غارت دین ترک بهندو میساخت
پاره پاره بت بدخوی منش کرد آخر  دل غم دیده من گرچه بآن خو میساخت
بیدلے کز سر کوئے تو بدرونش کردند  آدمی بودے اگر با سگ آن کو میساخت
موسم از هجر سفید است اگر مژده وصل  میرسید از تو مرا با ز سیه مو میساخت
گر دل از باد بهاری ز تو بوئی بیافت  گلے از باغ تو ناچیده با آن بو میساخت
دید چون صورت تو خامه و تصویر شکست  آن مصور که بچین صورت نیکو میساخت

باز مے خواست که دیوانه کند صرفی را
در همان روز که زنجیر ز گیسو میساخت

خلقے ز تیغ تو بتمنای بسمل است  اما ترا ز ناز چه پروای بسمل است
من منتظر در آرزوی بسملم ولے  آن شوخ خشمگین ز تقاضای بسمل است
چشمش بغمزه بسمل من کرده او به تیغ  آن طرفه بسملی است که بالای بسمل است
سر مانده زیر پای اقدام نقد جان بکف  یعنی که بیدل تو مهیای بسمل است
خواهم بعیدگاه که قربان تو شوم  گر بسملم کنی بخدا جای بسمل است
با تیغ کرشمه تو بمردم کشی است تیز  امروز در جهان ز تو غوغای بسمل است

صرفی که بسمل شده خواهد حیات تو
بازش ز غمزه تو تمنای بسمل است

زندگی بخش دل و جان من شراب صاف نیست  مے کشان را طعنه کردن زاهدان را صاف نیست
غایت بخل است اگر جان را بجانان بسپری  ور کنی صرف رهش نقد دو کون اسراف نیست
صادق و کاذب چه داند ره به لاف عاشقی  جز بلای هجر نقد عشق را صراف نیست
گه بگوید یار حسن من همه نور حق است  هر چه میگوید همه حق است محض لاف نیست
حاجت وصافی کس نیست جانان مرا  غیر نور خویشتن خورشید را اوصاف نیست
نافه نافه مشک مے بارد ز چین طره اش  آهوے چین را بدینسان نافه در ناف نیست
ژنده پوش فقر پا بر اطلس گردون نهد  ژنده پوشے اینچنین محتاج اطلس باف نیست
با سگانش کرده صرفی نسبت خود را درست  این شرف بس در دو کونش گرچه از اشراف نیست

خالت از مکه بران گوشهٔ ابرو بنشست — هر کجا گوشه نشینی است در و مکری هست
گر نشد خاک رهت سرو ز قد تو چه کم — قامتش گرچه بلند است ولے همت پست
تیغ بر کس نه زده کشتهٔ تیغ تو بسے — غرقه گشته لبت از بادهٔ تو لایعقل و مست
از خیال لب لعل تو به میخانهٔ عشق — فوج پرستان جهانند همه باده پرست
گر نه با درد فراقِ تو بسازم چه کنم — قسمتم چون شب هجر آمده از روز الست
آه ازان ساقی گل رخ که ز بزم طربش — همه را باده بدست است و مرا بادِ بدست

چون نه رسوای جهانی بشود اکنون عرفی
کامد آن سنگ دل و شیشهٔ ناموس شکست

ای که دور از تو دل و جان من مهجور نیست — گر زنند دیگان خوابشم بے شماری دور نیست
عرض حال خود بصد زاری کنم پیشت ولے — آن چنان زارم که زاری کردنم مقدور نیست
هیچگه از حال زار من نمے پرسے نگت — پرسش یاران درین کشور مگر دستور نیست
رنج عشق از بهر گنج وصل اگر عاشق کشد — عشق بازش کی توان گفتن که جز مزدور نیست
دردمند عشق را باید سپردن جان بدوست — گر باو پیش از اجل جان نسپرد معذور نیست
نیست جز در بے وفائی شهرتِ خوبان ولے — منت ایزد را که او و من دران مشهور نیست
میکشی کز هستی خود وارهاند باده اش — حکم نتوان کرد اے زاهد که او مغفور نیست
فارغم از رنج هجران و نشاط وصل نیز — جز باندوه و غم عشقت دلم مسرور نیست

نالهات غوغای رستاخیز در عالم افگند
عرفیا این ناله‌ات کم ز نفخ صور نیست

جان من چون از سر کوے تو ای غمناک رفت — خاک بر سر کرد چون دانے که زیر خاک رفت
گر ز چاک سینه ام یک جان برون آمد چه باک — در درون صد چاک دیگر از رهِ این چاک رفت
آب تیغت وارهاند از قید جسم و جان مرا — شد روان سیلابی و از ره خس و خاشاک رفت
شبنم است این یا شبا ز خشم کواکب ریخت نور — بسکه دودِ آهم از مهر تو بر افلاک رفت
بنگر اوراکم که چندان شست و شو کردم باشک — کانچه جز نقش تو بود از صفحهٔ ادراک رفت
دست در فتراک یار خود زدم آماز شک — تو سنش شد تند تا از دستم آن فتراک رفت
عالمے را کشته بے باکانه رفت آن نعره زن — خیل خیل افواج جان دنبال آن بیباک رفت

دل ز نقش غیر صافی پاک گرد و جاں سپرد
شکر للہ در جہاں پاک آمد ہم پاک رفت

شام اجلم دہر ز شب جامہ سیہ داشت — عمریست پئے ماتم این جامہ نگہداشت
وے گفت کہ بر چشم تو مانم قدم امشب — مشتاق قدومش ہمہ شب چشم تر داشت
کج ماندہ کلہ را و عیاں گشتہ ز کاکل — ہر فتنہ کہ آں شوخ نہاں زیر کلہ داشت
شب در دل من آرزوی خال رخش بود — داغ سیہ از آہ دل من رخ مہ داشت
بر ما چو کشید آں شہ خوباں سپہ حسن — از زلف و خط و خال سیاہی و سپہ داشت

دیروز کہ بر سینہ زدی از مژہ ناوک
یک ناوک مژگان تو خاصیت دہ داشت

رخ نمودن از اں پری عجب است — از پری آدمی گری عجب است
گر شہانند بندہ اش چہ عجب — لیک از و بندہ پروری عجب است
چوں زند لاف پیشت آئینہ — با تو از وی برابری عجب است
یک نگاہ تو آرزوی شہاں — گر سوئے بندہ بنگری عجب است
در زمانت ز لیلی و سلمیٰ — ناز بینی و دلبری عجب است
شیوۂ تست قتل اہل وفا — گر ازیں شیوہ بگذری عجب است
سر خود گر نبازی اے عاشق — در رہِ عشق سروری عجب است

لطفِ طبع تو صرفیا در شعر
از ظہیری و انوری عجب است

بہتر از خورشید یا از ماہ افزوں گویمت — ای ہمہ نور خدا خورشید و مہ چوں گویمت
سرو بستان جمالے یا گل گلزار حسن — یا نگار سرو قد جامہ گلگوں گویمت
وہ نمیدانم چہ مے گویم ترا از حال خود — از دل خوں بستہ یا از چشم پرخوں گویمت
نامۂ سربستۂ عشق است سوئے تو دلم — گر بخوانی نامہ را بشنو کہ مضموں گویمت
نالہ چوں بلبل کنی بسیار چوں کبک دری — اند کے گر وصفِ آں رفتار موزوں گویمت
زینہار اے دل بروں از حلقۂ زلفش مشو — ور شوی از حلقۂ عشاق بیروں گویمت
عشقبازی چوں تو صرفی در جہاں بگذشتہ نیست — بہتر از فرہاد یا افزوں ز مجنوں گویمت

نهادم شیشهٔ دل مست من بر طاق ابرویت
ز بی باکی شکست آن شیشه را چشم جفاجویت

یکی از گیسوانت کام دل دیگر کمند جان
عجب فرقیست نازک در میان این دو گیسویت

شب دیدارت ای مه دیده های اختران باز است
فلک با صد هزاران دیده خواهد دیدن رویت

ز کویت میل جنت چون کنم هرگز نمی ارزد
زلال کوثر جنت بخاکی از سر کویت

چو از آئینهٔ حسن تو ظاهر حسن بیچون است
چرا از اعتقاد خود نه گردد منکر رویت

نیامد مانع نظارهٔ تو دیدن غیرم
بسوی دیگرانم دیده اما چشم دل سویت

بفن شاعری صرفی طریق ساحری دارد
مگر تحصیل علم سحر کرد از چشم جادویت

آمد سپاه حسن تو و ملک جان گرفت
با این چنین سپاه جهان میتوان گرفت

تا کرد جا غمت به دل دردمند من
جان بر لب آمد از غم دل، دل ز جان گرفت

لاغر تنم گزید بدندان کین رقیب
بنگر چگونه سگ بدهان استخوان گرفت

کس در کنار خود به جهان چون تو دلبری
نگرفته است تا که کنار از جهان گرفت

گل گل شگفته اند همه شاهدان باغ
آن سرو لاله رخ چو ره بوستان گرفت

از ناز بست سرو گل اندام من کمر
آشوب و فتنه را کمرش در میان گرفت

تا یار شد به جامهٔ زربفت جلوه گر
صرفی بهار عمر تو رنگ خزان گرفت

تیغ در دست اجل از غمزهٔ یار من است
آب حیوان خوردن از تیغ اجل کار من است

آه آتش بار نه بود موجب کم لطفیش
بلکه از اسباب گرمیهای بازار من است

برنیاید صحبت شادی و من با یک دگر
من طلبگار غم و غم هم طلبگار من است

گر کند منع تماشای رخ یارم فلک
چون کند گر یاد آوردش شب تار من است

تا بکی بی قیمتم دارد رقیب خودفروش
قیمتم این بس که جور او خریدار من است

ماه من از مهربانی ملتفت با غیر من است
التفات او بغیر از بهر آزار من است

روز قتل بیدلان بهر خدا خونم بریز
زنده بیرون آمدن زین معرکه عار من است

رخ چو بنمائی بخواب آلودگان بزم عیش
لایق نظارهٔ تو چشم بیدار من است

سرنگون جام نشاط من اگر افتاده است
صرفی از خاصیت بخت نگونسار من است

هر یکی از دیده و دل بهر تو جای دگر است | وه که هرجا از قدوم تو صفای دگر است
دل من سوی تو و دیده بروی دگران | دل بجای دگر و دیده بجای دگر است
چشم از پرتو روی بت بخدای باشد | دیده ام را ز جمال تو جلای دگر است
چشم عاشق بهوای تو پر آبست مدام | وه که در عالم عشق آب و هوای دگر است
چه گریزیم ز عشقت که بلای ز خدا است | مگر آنجا که گریزیم خدای دگر است
بدلم ناوک ناز تو بدان نسخ شده | آری آری پی هر درد دوای دگر است

صرفی دل شده چون گوشه نگیرد چه کند
که بهر گوشه چشم تو بلای دگر است

رخ منیاز بران راه سودنم هوس است | چو خاک بر سر آن راه بودنم هوس است
هنوز نیم کشته ات تا بغمزه سبب گوید | بدان بهانه ترا آزمودنم هوس است
نه طوق وفایت بگردن آمده ایم | که با سگان تو خود را نمودنم هوس است
ز دیده که خاک ره تو رگل کردم | بخون و خاک دران ره غنودنم هوس است
ز لعل لب تست مرا آرزوی دشنامی | که از زبان تو خود را ستودنم هوس است
حدیث شهد و شکر چند گوئی ای طوطی | حکایتی ز لب او شنودنم هوس است

هزار غم بدل من از و است ای صرفی
ولی هزار دگر هم فزودنم هوس است

چشم ابروی کج یار همه نور خدا است | زین هوس گرچه بسی کاست ولی نامد راست
خرقه کهنه ما اطلس سبز فلک است | جابجا پنبه این کهنه ز انجم پیدا است
هست در چین و ختا آهوی مشکین لیکن | نسبت چشم تو با آهوی چین عین خطا است
شکر گوئیم و شکایت ز جفایت نکنیم | که چنین قاعده طایفه اهل وفا است
بنگر آن ترک کمان ابروی من کز مژه اش | ناوکی هست که پیکان وی از تیر قضا است
در دعا ایم که کند ترک وفا یار ولی | گو نه در دامن جور و ستمش دست دعا است

خالی از اشک نمی باشد و بی آه دمی
صرفی خسته که پرورده این آب و هوا است

نه همین دست فغانم که بکویت بر خاست | پر ز افغان من غمزده صحرا صحرا است

گرچه از لجهٔ عشق است دلم یک قطره — در همین قطره چه گویم که چه دریا دریاست
می توان گفت که از عشق کنم توبه ولی — جز در روغمی نتوان گفت اگر گویم راست
بشنو من داغ غلامی که ببینم زان است — اثر دولتم آری ز جبینم پیداست
باغبان در هوس شکل قد موزونت — می کند تربیت سرو ولی نابه‌راست
سجده کردم من دیوانه بت را ز جنون — گر بگویند که این سجده روا نیست رواست
گر فلک نیست رقیب تو به عشقش صرفی
در پی جور و جفای تو رقیبانه چراست

گرچه مانند من از عشق تو غمناکی نیست — گر غم عشق از این بیش بود باکی نیست
پای بر خاک منه ای سرو من خاک رهت — قدمی بر سر من نه که کم از خاکی نیست
کهکشان نیست که در سینهٔ فلک را چاکیست — سینهٔ چرخ هم از تیغ تو بی چاکی نیست
پاک باید دل از آلایش گل بهر غمت — لایق بودن او غیر دل پاکی نیست
توئی بر تو دل و هر توئی دل من فلکی است — تو ندانی که جز این نُه فلک افلاکی نیست
تا اجل گشت یکی را تو هزاران گشتی — آفرین باد درین ره چو تو چالاکی نیست
یار در ضمن جفا لطف نماید صرفی
گله ناکی مکرر فهمی و ادراکی نیست

با یک دگر دو چشم تو در قتل من یکی است — بهر هلاک من دو لبت را سخن یکیست
خواهیم صد دل و از تو صد غم بهر دلی — وه چون کنیم آه که دل در بدن یکیست
مردم ز ضعف و چون ملک آمد برم سهیم — معلوم او نشد که درون کفن یکیست
گل پیرهن ز لاله هزاران توئی و بس — یوسف هزار و یوسف [illegible] یکیست
فرق است در مشارب اهل جنون ولی — در اصل راه قیس و ره کوه کن یکیست
در رزمگاه عشق تو جانها کشید صفت — در خیل اهل حسن همین صف شکن یکیست
صرفی خمش نشین که بود برابر نه جهان
آواز جغد و نغمهٔ مرغ چمن یکیست

سلک دندان تو و عقد گهر هر دو یکیست — دهن تنگ تو و تنگ شکر هر دو یکیست
نغمهٔ تازه شنو هر سحری از دل من — دل نالان من و مرغ سحر هر دو یکیست

بی دهان تو دلم غنچه صفت پرخون است — دل پرخون من و غنچهٔ تو هر دو یکیست
عیب من بی‌هنری نیست در اقلیم جنون — خوش دیاری که در او عیب و هنر هر دو یکیست
ای که خاک ره تو سرمهٔ اهل نظر است — سرمه و خاک ره تو به نظر هر دو یکیست

صرفی آتشکدهٔ عشق دل سوخته است
اخگر آتش سوزان و جگر هر دو یکیست

باده و اشک من و خون جگر هر سه یکی است — کهربا و رخ زرد من و زر هر سه یکی است
تا بکام دگران است لب شیرینت — زهر در کام من و شهد و شکر هر سه یکی است
باغ خوبیست رخ خوب تو ای تازه بهار — سبزه و خط تو و سنبل تر هر سه یکی است
مهر و ماهند بفرشش ره تو افتاده — خشت آن فرش ره و شمس و قمر هر سه یکی است
چون سیه روزم از آن زلف شب آسا چه عجب — زلف آن ماه و شب و روزم اگر هر سه یکی است
چشم پرنم شب غم ریخت بسی گوهر اشک — شبنم و اشک محبان و گهر هر سه یکی است

صرفی افتاده سر تاجوران بر ره دوست
خاک آن رهگذر و افسر و سر هر سه یکی است

خوبان هزار و پادشه این سپه یکی است — بر آسمان ستاره فراوان و مه یکی است
ملک دل از دو چشم ستم پیشه ات خراب — آباد کشوری که در او پادشه یکی است
با هر بتی است حسن و لطافت جهان جهان — حسن همه بتان ز جمال تو وه یکی است
جز عاشقی گناه محبان نیامده — اهل گنه برون ز شمار و گنه یکی است
کوهی ز سنگهای ملامت شدم ولی — نسبت به تند باد غمت کوه و که یکی است
ره نیست سوی کعبهٔ جان جز طریق عشق — رهرو اگر هزار هزار است و ره یکی است

روی دل من است بسوی حبیب من
صرفی مرا هر دو جهان قبله گه یکی است

دلم یکی و زبانم یکی و کار یکی است — زبان من سخن از دل کند که یار یکیست
غبار غمزه و ناز و کرشمه از سر من — بکشتن من غمزده هر چهار یکیست
فغان ز دست چو من است ای گل از جفای رقیب — خلیده است بصد دل اگر چه خار یکیست
همیشه بار محبت کشیدنم کار است — مرا ز روز ازل با نگار و بار یکیست

بباغ دلبری از قامت سہی قداں　　نہال ہاست ولے سرو گلعذار یکیست
چگونہ شرح بلاہای خود توانم کرد　　اگر ہزار بلا گویم از ہزار یکیست
مرنج اگر تو بسے خواری و رقیب عزیز
کہ پیش یار تو صرفی عزیز و خوار یکیست

داریم صد رقیب ولے یار ما یکی است　　دشمن اگر صد است چہ غم چون خدا یکی است
از ہر طرف بجلوہ برآمد سہی قدی　　مارا بآن چہ کار چو مقصود ما یکی است
بایکدگر اگرچہ اسیران عشق را　　بسیار رنگ گفتگو است ولے مدعا یکی است
دل ریش و سینہ چاک و جگر خون برای اوست　　دارم ہزار درد و لیکن دوا یکیست
چشمم ز شوق خاک رہ اوست دُر افشان　　دُرہای من برون ز شمار و بہا یکی است
ہر سو ہزار لالہ عذار است جلوہ گر　　اما نگار غمزہ زن دل ربا یکی است
صرفی بلاست قامت آن سرو نازو بس
در بوستان حُسن نہال بلا یکی است

شوخیکہ دلش مایل جور و ستم ماست　　مارا غم او گر نشد اورا چہ غم ماست
با دوست چگوئیم کہ از بہر تو مُردیم　　اورا چہ ضرورت بوجود و عدم ماست
از جام غمش روزی ما شربت زہرست　　این است دوائیکہ بہر الم ماست
تیرش قلم، ماہ دوات، از دل پُر خون　　اقلیم محبت ہمہ زیر قلم ماست
بر کعبۂ گل ہست شرفی کعبۂ دل را　　بتخانہ کہ شد کعبۂ دل از صنم ماست
چون ہمدم ما یاد لب اوست عجب نیست　　کہ زندگی خضر و مسیحا ز دم ماست
صرفی دل ما از حرم کعبہ فزون است
صد کعبہ بیک گنج حریم حرم ماست

مذہبم عاشقی و عشق بتان دین من است　　مشربم رندی و دیوانگی آئین من است
ہمہ را جام تنعم بکف و ساغر عیش　　فارغ از عیش و تنعم دل غمگین من است
دارم از جان رمقی کان نرود تا غم تست　　منتظر ماندہ اجل بر سر بالین من است
لب وفاداری من دیدہ بدشنام گشاد　　نزد ارباب وفا غایت تحسین من است
اشک سرخم برخ زرد روانست از عشق　　عشق بر زخم رقیب از پئی تزئین من است

کار ایام و طریق فلک است آزارم
وای اگر دلبر من هم ز پی کین من است

بر گلو تیغ تو صرفی بدعا می خواند
سبب آنکه قبولش فتد آیین من است

قامتش نخلی است کز بستان جان برخاسته است
هرچه میگویم بوصف قامت او راست است

سنبل مشکین بر آورده است از گلبرگ تر
نوبهار من که باغ حسن را آراسته است

ایزد از هر موی زلفش خواسته دامی دیگرم
یک سر مو کم نگردد هرچه ایزد خواسته است

بار بنشسته است آن بالابلند فتنه جو
تا نه از سرو قد او فتنه برخاسته است

تن نمانده است آن قدر کانجا تواند ماند جان
بسکه ای صرفی ز اندوه فراقش کاسته است

سوی کعبه چه روم کعبه من کوی کسی است
رو بقبله چه کنم قبله من روی کسی است

جان ز من گوشه گرفته است ولی نرفته
دل گواه است که در گوشه ابروی کسی است

هیچ دانی که چرا میل صنوبر دارم
راست گویم که شبیه قد دلجوی کسی است

در دلم آرزوی لاله که همرنگ یکی است
خاطرم مایل سنبل که در او بوی کسی است

گفته ما نه مگر سامری آمد بجهان
ساحری نیست که آن نرگس جادوی کسی است

بدعا غمزه عاشق کش او میخواهم
کاش داند که همین بنده دعاگوی کسی است

گر عزیز دو جهان آمده صرفی چه عجب
عزت او نه همین بس که سگ کوی کسی است

زلفت آشفته مگر در هوس موی کسی است
میل خلقی بتو و میل تو هم سوی کسی است

جان من چشم تو چون نرگس بیمار چرا است
گر نه بیماریش از نرگس جادوی کسی است

میل تو این همه با صنوبر ز چه رو است
در سرت گر نه هوای قد دلجوی کسی است

گذر خلق جهان نیست بکوی تو ولی
گاه گاهی گذرت هم بسر کوی کسی است

تو هم امروز گرفتار بجائی شده
غالباً دام فریبت شده گیسوی کسی است

هیچ بروئی بجهان خوبتر از روی تو نیست
بس چرا در دل تو آرزوی روی کسی است

سرو من میرم از این غم که مبادا قد تو
خم شود گر نظرت بر خم ابروی کسی است

گر برخسار تو صرفی نظری کرد مرنج
چون ترا نیز نظر بر رخ نیکوی کسی است

## غزل

خط تو غالیه یا مشک ناب ازین دو کدام است
لب تو آب خضر یا شراب ازین دو کدام است

گمان برم که عرق بر گل رخت ز سیر لبست
تو خود بگو که عرق یا گلاب ازین دو کدام است

گهی بغمزه خرامی دگه بناز و ندانم
که خلق را سبب اضطراب ازین دو کدام است

مرا غرض ز دعا وصل و غیر راست فراغم
ولی خدا چکند مستجاب ازین دو کدام است

صلاح و باده کشی بین که نزد اهل محبت
ره خطا و طریق صواب ازین دو کدام است

مه سپهر کرم یا شه سریر امارت
ملک حسین جلالت مآب ازین دو کدام است

اگرچه او بزمین است و مه به چرخ و لیکن
ز روی مرتبه عالیجناب ازین دو کدام است

ز کلبهٔ تو که بوی کباب آمده صرفی
بر آتش است دلت یا کباب ازین دو کدام است

ز چاک سینه گریبان جامهٔ جان است
ز داغ لاله رخان تکمهٔ گریبان است

ز عشوه کار بت الماس ریزه می بارد
تو خود بگوی که این درد را چه درمان است

خدنگی آمده است از تو و عجب که بدل
ز یک خدنگ توام صد هزار پیکان است

فنون سحر ز چشمت بتان بیاموزند
بدرس ساحریش سامری سبق خوان است

عجب نباشد اگر قبله را بگرداند
بتی که خانه بر انداز اهل ایمان است

اگر غمش نبود مشکل است زیستنم
مرا غمش ز بلای اجل نگهبان است

ز چشم شوخ تو ایمن مباشش ای صرفی
که صد هزار فریبش بنوک مژگان است

از سرم سیلاب چشم تر گذشت
کیست تا گوید باو این سرگذشت

بر سرم تا پا نهاد آن سرو ناز
پایهٔ من از فلک برتر گذشت

بی رخ آن مه وشش زهره جبین
نالهٔ من از مه و اختر گذشت

با رخ همچون زر و اشک چو سیم
عاشق از سودای سیم و زر گذشت

کردم از وصلش بنا ایوان عیش
صرفی این ایوان ز کیوان برگذشت

نوبهاران ابر چون بر کوه و هامون میگریست
غالباً در ماتم فرهاد و مجنون میگریست

در هوای گل سر شک افگند ابر نوبهار — از هوایت گر شدی آگه همه خون میگریست
گریهٔ شادی شب دیدار جانان داشت شمع — ورنه پیش روی او بی موجبی چون میگریست
پند گوی من که میزد خنده ها بر گریه ام — گر شدی واقف ز دردم از من افزون میگریست
گر غمت با کوه و هامون گفتمی ای نوغزال — کوه از ان اندوه می نالید و هامون میگریست
گر نه دل خون گشت از درد و برون از دیده رفت — از چه رو دوشینه چشمم اشک گلگون میگریست

شب همه شب شمع من از آتش پنهان دل
در درون می سوخت صرفی ورنه بیرون میگریست

یارب آن مه با رقیبان چون بدینسان خوگرفت — بوالعجب قومی است با این قوم نتوان خوگرفت
خضر خورد آب بقا آمد نشد غارت پذیر — عاشق از گفتار تو با آب حیوان خوگرفت
دل بمیدان محبت در خم چوگان غمم — هست چون گویی که در میدان بچوگان خوگرفت
تا از ین جمعیتم روی پریشانی نمود — خاطر جمعم باحوال پریشان خوگرفت
وه چه خواهد کرد بعد کشتن مردم تمام — چون بقتل مردمان آن شاه خوبان خوگرفت
آرزومندی که وصلت چاره سازاو نشد — آخر از بیچارگی با درد هجران خوگرفت

از نشاط کامرانی نفرتی دارد عجب
صرفی بیدل که با اندوه جانان خوگرفت

خوی تو بهانه جوی جنگ است — جنگت اجلی که بیدرنگ است
بدنام جهان شدن چه عار است — ما را که ز نام نیک ننگ است
از کوه غمت بود نشانی — لوحی که بتربتم ز سنگ است
ای عشق اجل کمینه تیر یست — از ترکش او که پر خدنگ است
رنگارنگست نام آن گل — در یک رنگش هزار رنگ است
بر توسن عشق گاه جولان — میدان فراخ دهر تنگ است

صرفی چه نهیم نام صلحش
کین صلح نه آشتی نه جنگ است

با جان خودم همیشه جنگ است — کز صحبت او غمت به ننگ است
تا تیغ کرشمه را کنی تیز — در پهلویت از دل تو سنگ است

کامم ز تو تلخ در دهانست　　از شکر ناب تنگ ننگ است
کنهت نتوان بعقل دریافت　　در راه تو پای عقل ننگ است
از غایت حیرتم خبر نیست　　کان طرفه نگار را چه رنگ است
تیرش بدل و من اندرین فکر　　کز دست که یا رب این خدنگ است

رسوا شدی آنچنان تو صرفی
رسوائی را هم از تو ننگ است

یار بر ما نگاه کرد و گذشت　　قتل صد بیگناه کرد و گذشت
روز من ساخت تیره آن خورشید　　کار بخت سیاه کرد و گذشت
تیر مژگان آن کمان ابرو　　در دل خسته راه کرد و گذشت
چون خرامید سوی سوختگان　　حذر از دود آه کرد و گذشت
سپه غمزه اش به ملک دل است　　اهتمام سپاه کرد و گذشت
دادمی خواهم و فغان منش　　آگه از دادخواه کرد و گذشت

بر در او شب اجل صرفی
ناله صبحگاه کرد و گذشت

دلم که بسته آن زلف شد شکسته اوست　　هزار شکر که باری شکسته بسته اوست
بچشم مردم دیگر نشسته است دریغ　　کهی که مردم چشمم بخون نشسته اوست
دوای درد ندیم نیست آرزو هرگز　　که درد اوست دوائی که خسته اوست
چگونه سوی گلستان روم جدا ز رخش　　بپای دل چو مرا خار غم شکسته اوست

بسا ز خود نتوانند بیدلان پیوست
مگر کسیکه چو صرفی ز خود گسسته اوست

دمی مغبچه کرد بیک جرعه مرا مست　　یا رب بکه گویم ز که پرسم که کدام است
آیا ز کجا آمده بود و به کجا رفت　　یا رب ز چه قوم است و مسمّا بچه نام است
آن طرفه غزالی که رمید از من بیدل　　آرام دل کیست ندانم بکه رام است
در سینه تنگم غم او کرده اقامت　　لیکن خبرم نیست که او از چه مقام است
صرفی چه کند گر نه رود از پی معشوق　　چون توسن دل را بکف عشق زمام است

## غزل دیگر

دندانِ تو سین آمده و زلفِ تو لام است / در کشورِ خوبی ز خدا بر تو سلام است

گر خونِ جگر مے خورم از ہجر حلال است / ور بادہ کشم بے لبِ لعلِ تو حرام است

امروز غلام خودم آں شاہِ بُتاں خواند / سلطانِ جہانم بچنیں روز غلام است

قاصد خبر فرقتِ دلبر بمن آورد / با ایں خبرم از ملک الموت پیام است

گر چشمِ ترا ہست سرِ قتلِ محباں / کارم ہمہ از نیم نگاہ تو تمام است

جورت کہ از آں بہرہ ورند اہلِ محبت / مخصوص کسے نیست کہ انعام تو عام است

زیں گونہ کہ بخت سیہت تیرگی آورد
صرفی عجبے نیست اگر صبح تو شام است

زشوقش عقل و ہوشم رفت و جا نیست / ہنوز اے دل تکلف درمیا نیست

تنِ من استخوانے ماندہ از ضعف / سگت را تحفہ ام ایں استخوا نیست

بشمشیرت چہ حاجت بہرِ قتلم / کہ ہر مژگان تو تیغِ جاں ستا نیست

مہ من مردم ایں چشم بیدار / ہمہ شب بر درت چوں پاسبا نیست

تنم شد خاک و بر بادِ فنا رفت / ز من ایں خانہ را نام و نشا نیست

گہر بار است لعلش با رقیباں / ز غیرتِ دیدہ من دُر فشا نیست

زیانی جانی اصلا کس نخواہد
بہ عشقت سود صرفی ایں زیا نیست

از محبان دین و دل بردن طریقِ یار ما است / با دل و دیں تحفۂ جاں نیز دادن کار ما است

دل باو دادیم تا دلدار ما باشد ولے / بعد مردن پارہ کردن عادت دلدار ما است

نالہ من کلبۂ ما را منور ساختہ / مہر انور مستفید از سایۂ دیوار ما است

خاک آں راہیم و گرد ما ہمہ کوہ غم است / نہ فلک زاں روزگردا بزیر بار ما است

قطرہ قطرہ مے فشاند دیدۂ ما خونِ دل / غالبا ہنگام برگ افشانیِ گلزار ما است

عاشق از ما بشنود عاشق کہ شہر عشق را
صرفیا دروازہ از چاکِ دلِ افگار ما است

امروز جز تو خسرو عالم مطاع نیست / در ملکِ حسن با تو کسے را نزاع نیست

هرچند میکشم ستمت کم نمی شود  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ شکر خدا که فیض ترا انقطاع نیست
جز یار من که قتل اسیران خود کند  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ در ملک حسن صاحب این اختراع نیست
مردن هزار بار به است او وداع دوست  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ درد و ز مرگ محنت روز وداع نیست
از هم فتاده اند جدا عقل و جان و دل  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ این فرقه را دگر هوس اجتماع نیست
مهر و وفا بکوی ساز از عشق و بس  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ای خواجه در دکان دگر این متاع نیست

ناصح چرا ز طعن تو صرفی کند گله
بر سر عاشقی چو ترا اطلاع نیست

جان مرا چو از اجل امروز فرصت است  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بسپارمش بدوست که فرصت غنیمت است
زینسان که هست هر مژه ات تیغ جانستان  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گر متهم بخون منی جای تهمت است
بی خاک پایت سرمهٔ چشم بتان بود  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ همچون تیممی که بنا بر ضرورت است
چون نیست کم ز آب حیات آب تیغ تو  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بر جان تشنه ام که نهی از مروت است
یکبارگی اگر بزنی تیغ بر سرم  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ زان تیغ تیز بر سر من بار منت است
تدبیر کار عشق نمی آید از خرد  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ وابسته کار ما بقضا و مشیت است
جانم که از مصاحبت عقل و دل گریخت  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ در گوشهٔ ز چشم تو از اهل عزلت است
من از فراق غمزده و دل بوصل شاد  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گر تیغ غیرتش بزنم جای غیرت است

صرفی ز بس که زند قدح نوش میرود
برتر ز چار مذهب و هفتاد ملت است

گفت در باری چشمان تو بی چیزی نیست  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتمش لعل درافشان تو بی چیزی نیست
گفت خال تو پریشان بنود بی جهتی  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتمش زلف پریشان تو بی چیزی نیست
گفت بنگر که بسی فتنه بعالم برخاست  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتمش نرگس مستان تو بی چیزی نیست
گفت در رشتهٔ جان تو مرا پیچ و خم است  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتمش کاکل پیچان تو بی چیزی نیست
گفت چاک دل ریشت بنود بی سببی  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتمش خنجر مژگان تو بی چیزی نیست
گفت سرگشته بمیدان بلا چون گوئی  ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتمش زلف چو چوگان تو بی چیزی نیست

گفت این داغ بلا بر سر صرفی که نهاد
گفتمش خال زنخدان تو بی چیزی نیست

جاں بخلوت گاہ دل با آں پری ہمخانہ است — دیدہ و دانستہ اند انجا اگر دیوانہ است

دل بہ عشق آں کہ تاراج خرد آئین اوست — آشنائی کرد گو یا از خرد بیگانہ است

نیست بیش از شعلہ از آتش سوزان من — آتشی کز سوز عشق شمع در پروانہ است

زلف او مشاطہ را در دست و من در غیرتم — چاک چاک از دست آں مشاطہ دل چوں شانہ است

قصہ ما گر کسے گوید صحیح است ایں حدیث — داستان لیلی و مجنون ہمہ افسانہ است

یک دل زاہد ندارد مبتلا ما در کفش — از تو سرگرداں بصد دل سبحہ صد دانہ است

صافی از دیوانگی مے خواہد آں زنجیر زلف
قصد ایں ویرانہ کار مردم فرزانہ است

چوں الف جا کردہ قدرت درمیان جان ماست — قامتت را گر الف گفتم مرنج از حرف راست

تا نگہ سازد فلک بہر تو ام زیر زمین — بر زمین روئی نیازم بر فلک دست دعاست

گفتیم دیوانہ چوں گشتی چرا عاشق شدی — عاشق دیوانہ تو فارغ از چون و چرا است

از غم عشقم مریض از جور حرماں دردناک — آں مرض دور از علاج ایں درد بیروں از دواست

یار بر ما خشمگین است و رقیباں در کمیں — در طریق عاشقی ما را توکل بر خدا است

جز ہوای آں سہی قد در دل عشاق نیست — جا گرفت انجا خیال او کہ جای خوش ہوا است

از بلای عشقم امید خلاصی چوں بود — قامت جاناں بلا کاکل بلائی ہر بلا است

انتہای سوزش پروانہ فانی گشتن است — ای کار من در عاشقی آں انتہا است

بود مقصودم کہ دلدارم گمشدہ را آنہ گشت
آنچہ من مے خواستم صافی خدای من نخواست

مرا جز بسوئی تو روی طلب نیست — اگر روی مطلوب بینم عجب نیست

درت کعبۂ حاجت و بندہ محتاج — بگرد درت گشتنم بے سبب نیست

بوصل تو ہر شب قدر دانم — بقدر شب وصل تو ہیچ شب نیست

بخاک رہت مے کنم جاں فشانی — اگرچہ خود ایں از طریق ادب نیست

بلب جام وصل تو دارند خلقے — مرا از فراق تو جز جاں بلب نیست

ز درد و غمت شادمانیم و ما را — تمنای عیش و ہوای طرب نیست

بہ عشقت ہمہ عمر خود صرف کردم — ازاں رو مرا غیر صافی لقب نیست

## ایضاً غزل

زلف تو فرزانه گاں را باعثِ دیوانه گی است
ہر سر مویش خطے بر دفترِ فرزانه گی است

تا بدل جاکرد جاناں از لبش جاں کام جو است
ایں ہمه گستاخیٔ جاں باوی از ہم خانه گی است

من چو گشتم آشنایش او ز من بیگانه شد
وه که با او آشنائی موجبِ بیگانه گی است

کشورِ دل ہر دم از جورِ تو شد آباد تر
مملکت را گرچه از ظلمِ شہاں ویرانه گی است

ریخت چشمم دانه چنداں کاندر و دیگر نماند
مرغِ دل زار و ضعیف افتاده از بے دانه گی است

زن زلیخا را مگو کز عشق بازی غم کشید
ایں چنیں بازی کشیدن غایتِ مردانه گی است



عاشقت گویند اگر دیوانه در عاشقی
غالباً صرفی مراد از عاشقی دیوانه گی است

یارب آں غارت گرِ دلہای ما دلدار کیست
سینهٔ ما از غمش پُر خون دا و غم خوار کیست

ہر کسے در خواب نتواند جمالِ یار دید
تا چنیں خوابے نصیبِ دیدهٔ بیدار کیست

غمزهٔ پنہانیش دل خون و جاں صد پاره کرد
ہیچ کس جز من نمے داند که ایں ہا کارِ کیست

نام خود در خاک راه او رقم کردم به خون
تا بداند کاں نشانِ دیدهٔ بیدار کیست خوبند

کرد قطع یاریم آں تیز خشم تند خوے
آنکه قطع یاری من کرد یارب یار کیست

روز و شب استاده بر یک جای سرو از حیرت است
وه نمیدانم که حیراں قد و رفتار کیست

آں گل نورس که صرفی بلبل شیدای اوست
یارب از باغ که خواہد بود از گلزار کیست

ای آنکه ترا بر سر کویش گذرے ہست
ہیچ از دل گم گشته ام انجا خبرے ہست

خوں شد جگر اہلِ محبت ز غم او
آیا خبرش از غم خونیں جگری ہست

ای ناصح اگر عشق بتاں پیش تو عیب است
خود گو به از یں عیب به عالم ہنری ہست

یک شعله جانسوز در آمد بدل از عشق
سوزاں تر ازاں ہم بقفایش دگرے ہست

دانسته ام از تلخی اندوه فراقش
کز زہر ہلاہل بجہاں تلخ ترے ہست

خاکستری مانده ز من ز آتش شوقش
کانم ندہد تا ز من اندک اثری ہست

صرفی رخ مانند زرت ہر که به بیند
داند که بجانب الم سیم برے ہست

جان ما را زندگی از یادِ جانان نیست نیست
قالبے را زنده بیجان بودن امکان نیست نیست

ہر بتے چوں نقش بر دیوار پیشت نیست نیست
دلبر من صورتِ دیوار را جان نیست نیست

ہستم از عشق تو رسوا بر تو ظاہر نیست نیست
موجب رسوائیم از خلق پنہان نیست نیست

تیرے از افغان نیی دفع رقیبم نیست نیست
ہیچ تاثیرے درو از تیر افغان نیست نیست

قتل ارباب محبت شیوۂ او ہست نیست
زین کششہائے کہ کرد آیا پشیمان ہست نیست

نور بیچون ظاہر از آئینہ رویان ہست ہست
در رخ منکر نشان نور ایمان نیست نیست

دلربائی ما یکے در ہر دو عالم ہست ہست
ہر کہ ای صرفی دو گوید مسلمان نیست نیست

حال من آشفتہ و کارم بسامان ہست نیست
اضطرابم در دل و آرام در جان ہست نیست

نوبہار آمد بہ بستان گل شگفت آیا مرا
آرزوی کوئے یار و میل بستان ہست نیست

محنت جانکاہ بے رخسار روح افزای تست
آں کشیدن مشکل و ایں دیدن آسان ہست نیست

زیستن بے تو بہ مثل مردن است از ہجر تو
جان من مشتاق این و مایل آں ہست نیست

ہست در شبہای ہجرانم امید صبح وصل
خاطرم زاں رو دریں شبہا بسامان ہست نیست

سبحۂ اسلام لا زنار زلف او گسیخت
رونق ظلمات کفر و نور ایمان ہست نیست

سینۂ محزون صرفی و دل غمگین او
پُر ز درد و خالی از اندوہ ہجران ہست نیست

دو کہ آمد نو گلے رخسار خاری ماند و رفت
در دلم از خار خاری عشق خلشے ماند و رفت

رفت و داغ حسرت آں لالہ رو بر دل بماند
دردمندِ خویشتن را یادگارے ماند و رفت

داشتم امید کز باغ رخش چینم گلے
خار حرمان در دل امیدواری ماند و رفت

ناوک اندازے کہ رفت و ناوکش در سینہ ماند
مرہمے از بہر ریش دل فگاری ماند و رفت

کوہ ہائے غم بسے بالائے ہم زاں سنگدل
بر سر اہل محبت طرفہ باری ماند و رفت

چوں کنم یارب کہ یک دل دارم و غم صد ہزار
ایں ہمہ غم در دل من غمگساری ماند و رفت

در کنار من نشست و بست پیمان وفا
کفر آں پیمانِ صرفی بے کناری ماند و رفت

بتے بد بدۂ احباب جا گرفت و گذاشت
دلش ز صحبت اہل وفا گرفت و گذاشت

همین بس است از وخوبی بهای من که سرم — بوقت بسمل من زیر پا گرفت و گذاشت
بخوبی خوب دل ما بخود کشید و برفت — فغان که خوی بسا یار ما گرفت و گذاشت
زفتنه ات چو بدعوت نماند حاجتی — دلم به عشق طریق دعا گرفت و گذاشت
زرند تو به شکن زاهدان چه می رنجند — که دست بیعت بر شما گرفت و گذاشت
اگر نه گشت پشیمان ز مهربانی خود
سگ تو دامن صرفی چرا گرفت و گذاشت

اگرچه نامه و پیغام جانان شادمانم ساخت — ولیکن من بایں ہا در فراقش کی توانم ساخت
قضا چوں ساخت جا و منزل جان دلم در تن — غم عشق ترا جا در دل و منزل بجانم ساخت
ز ہجران پیر فرسانی گشتم اما زنده ام ای جان — به امید که خواهد وصل تو از سر جوانم ساخت
به فریاد از فغانم بود جان ناتوان من — گر بزنی چوں ندید آخر به فریاد و فغانم ساخت
بنازم گفته رکه خان و مان آواره چوں گشتی — چه سازم چوں کنم عشقت چناں بی خان و مانم ساخت
دگر مپسند بر من این ہمہ بار غم و محنت — که اندوه فراق تو ضعیف و ناتوانم ساخت
نمی گوید زبانم جز به وصف او سخن هرگز
ز مهر وصفش ای صرفی خدا گویا زبانم ساخت

آں مست چو منزل به لب آب گرفته است — آب از لب او رنگ می ناب گرفته است
با دیده بیدار بود دولت دیدار — ای بخت چرا چشم ترا خواب گرفته است
چوں زلف خود امروز بر آشفتی و رفتی — کو با دلت از صحبت احباب گرفته است
نازک تر از آں خوی بود طره یارم — کاں طره ز آه دل من تاب گرفته است
اسباب سفر خواہم ازیں عالم پرغم — یعنی دلم از عالم اسباب گرفته است
از دیده خیالش نه توانند بدر آمد — چوں راه برون آمدنش آب گرفته است
صرفی چو به خاک در او جاں نسپردم
بر ما سگ او خورده دریں باب گرفته است

قطره خورشید از جام نشاط افزای ماست — رقص چرخ از لذت یک قطره صهبای ماست
این شفق نه بود به زیر اطلس سبز فلک — رشحه از باده ما زیر بالای ما است
ماه من با مهر تو مستغنیم از چرخ دوں — ناخوشی های فلک با ماز استغنای ما است

وعدهٔ رویت به فردای قیامت داده‌اند / لیکن از نظاره‌ات امروزِ ما فردای ماست
نوبت مجنون گذشت و رفت دورِ کوه‌کن / عالم دیوانگی اکنون پر از غوغای ماست
صد هزاران جان بهر گامش آمد زیر پای / بسکه بر خاک رهِ او جان‌فشانی‌های ماست

صرفی افزون شد جنونم چون بنازم آن پری
گفت ای دیوانه گو یا در سرت سودای ماست

گر کند جانان شهیدم رحم بر جان من است / آب روی جان ز آب تیغ جانان من است
در طریق عشق‌بازی و فن دیوانگی است / پیر شد مجنون ولی طفل سبق‌خوان من است
غم مقیم دل شد اما چون فرود آمد درو / من گمان بردم که روزی چند مهمان من است
عشق تا عشق است چون من مبتلائی را ندید / وه که من حیران عشق و عشق حیران من است
ای خوش آن روزی که خواهی کرد قصد قتل من / قاتل من روز بسمل عید قربان من است
دل مرا از مهر ماهی کرده رسوای جهان / نی مهِ من مهربان نی دل به فرمان من است

صرفی از چشم ترم بر خاطرت طوفان بلا
صد چو نوح در کشتیش حیران طوفان من است

دلم آن نازنین پسر بشکست / مگر آن زلف را ز سر بشکست
غیرتِ عشق از نظارهٔ گل / خار مژگان ز چشم تر بشکست
عقل حیران آن میان شده است / از میانِ تو اش کمر بشکست
خاطرم را شکسته بود غمت / طعن اغیار بیشتر بشکست
ذوق می چون برد ز کامِ دلم / شیشه را محتسب اگر بشکست
پر و بال از خدنگ شست هوس / مرغ دل را که بال و پر بشکست

کلکِ صرفیست طرفه نیشکری
که به وصف لبت شکر بشکست

شنیده وصف جمالت شدم گرفتار / گرفت جا به دلم آرزوی دیدارت
رخت به دیدهٔ ظاهر ندیده‌ام اما / به چشم باطنم افتاد عکس رخسارت
دماغ جان و مشام دلم معطر ساخت / نسیم صبح که آمد ز طرف گلزارت
ز بند غم خط آزادی غریبان بود / خطی که بود ز کلک غرایب آثارت

زنیشکر نشد ے کام تلخ من شیرین … چنیں کہ شد زنئی خامہ شکر بارت
منم کہ غیر دعائے تو ہیچ کارم نیست … تو ئی کہ ہست دعا گو چو بندہ بسیارت
رخت ندیدہ ولے والہست چناں حرفی
کہ گوئیا بہ ہمیں دیدہ دید صد بارت

از بسکہ مرا خوے بجور و ستم او است … فارغ دل غم دیدہ ز لطف و کرم او است
دل جمع شد آں مہ چو قدم ماند بدیدہ … شک نیست کہ جمعیت دل در قدم او است
مہجور تو خواہد سفر ملک عدم کرد … آرے بہ ازیں گو نہ وجودش عدم او است
جام طرب و ساغر عیش است لکامم … سرمایۂ عیش و طربم درد و غم اوست
گویند چرا ایں ہمہ غمگین و حزینی … یاران غم بسیار من از لطف کم اوست
روزے کہ رخ زرد مرا دید طبیبم … دانست کہ بیماری من از الم او است
حرفی صفت خط تو بنوشت و معطر
عالم ہمہ از خامۂ مشکین رقم اوست

ترک من از موج تیغت جوہر جان ظاہر است … میل پنہانت بقتل از تیغ مژگان ظاہر است
غمزہ ناوک ہای کینت را بہ زہر آلودہ است … زہر ناوک ہای تو از آب پیکان ظاہر است
از لب لعل و رخ گلگون و چشم مست تو … مے کشی ہائے کہ کردی با رقیبان ظاہر است
از مئی دوشینہ مست افتادہ تا صبحدم … مستیت از طرز دستار پریشان ظاہر است
در مزاج تو صرف کردن مے مست من … از تکلم کردن لعل دُر افشان ظاہر است
استمالت نامہ گویاں رقعۂ آمد ز تو … لیکن آثار غضبہا یت ز عنوان ظاہر است
عشق تو جانکاہ دردی کردہ پنہاں در دلم … ای بدل جا کردہ بر تو درد پنہاں ظاہر است
داغ او بر سینہ خود داشتم پنہاں ز غیر … وہ کہ داغ سینہ از چاک گریباں ظاہر است
آتش عشقت بدل پنہان و آب دیدہ گرم … آتش پنہاں ز آب چشم گریاں ظاہر است
حرفیا بر مصحف رخسارش آں زنار زلف
ظلمت کفریست کز وی نور ایماں ظاہر است

جان من بیتت نشان تیر نیست … بندۂ شرمندہ بے تقصیر نیست
زلف تو پای دلم رابست و بس … بہر ہر دیوانہ زنجیر نیست

مبین قتلم کرده چون نالیده ام | ناله من خالی از تاثیر نیست
کی رسے هستی ز زر خالص شود | گر زند زد عاشقی اکسیر نیست
در ازل سر بازیم بنوشته اند | سر نوشتم قابل تغییر نیست
کے بود صادق به لاف عاشقی | عاشقے کز جان خود دلگیر نیست

چون به جان دادن رسی صرفی به دوست
گر کنی تقصیر از تدبیر نیست

بر سر طاقیه آن سرو روان پر زده است | طایر روح من از طاقیه اش پر زده است
سر مستان محبت ز ده از بے باکی | امشب آن مست متی ناز که ساغر زده است
رخ برافروخته از آتش مے آمده است | آتشے بو العجبم باز به جان در زده است
خانه ام سوخته از آتش غیرت که رقیب | خانه یار مرا دوش چرا در زده است
جان که از چنگ اجل امن و امان خواسته است | دست در حلقه آن زلف معنبر زده است
مهر انور که نموده ید بیضا در حسن | پنجه در پنجه اش آن رشک مه و خور زده است

تا نه در دامن او دست زنم ای صرفی
وقت قتلم به میان دامن خود بر زده است

نگار من پری دیوانه تست | تو شمعی و ملک پروانه تست
هلاکم کرده رشک جان خویشم | که در صحن دلم هم خانه تست
دمے دل بے خیال خال تو نیست | که قوت مرغ روحم دانه تست
به زلفت شانه گستاخ است گستاخ | دل ما چاک چاک از شانه تست
مرو ای گنج حسن از جان ریشم | که این ویران شده ویرانه تست
مترس ای دل ز ظلمات شب غم | چو شمع عشق در کاشانه تست

چرا صرفی نمیری ز غیرت
که جان عالمے جانانه تست

قطره اشکی دم جان دادنم جانان بریخت | ابر رحمت بود و بر خاکم نم احسان بریخت
خون گرم دل به چشمم ز آه سردم بسته شد | آن چنان بربست نه بر تنم که از مژگان بریخت
جای جان های جهان در گوشه های چشم اوست | گوشه بگشاد تا از هر مژه صد جان بریخت

خوی بفشانده است مست من ز روی پر عرق | آن سحاب لطف برگشت امل باران بریخت
جلوه گر آن راه زن دے جانب مسجد نشست | تا به خاک راه خود آب رخ ایمان بریخت
خاطر آن ترک کافر کیش تسکینے نیافت | تا به شمشیر ستم خون مسلمانان بریخت

جان به تیغ غمزه اش خواهم سپردن روز وصل
نیست ابزد راکه صافی خون من هجران بریخت

عاشقی در عالم دیوانگی چون من کم است | وه چه مے گویم چه لاف است این چه دانم عالم است
چون وفادار نیست کار من نه آیین رقیب | من چرا محروم ماندم از چه رد او محرم است
یارب این روز سیاهم یا شب تار من است | یا جهان را در عزائے من لباس ماتم است
گر برارم دم برآید جان برلب آمده | یک نفس بنشین که باقی از حیاتم یک دم است
خانهٔ چشم اگر ویران شود از سیل اشک | غم ندارم چون بنائی عشق در دل محکم است
جز غم عشقت نخواهم به عالم همدمے | شادمانی های ارباب محبت این غم است
ساقیا دردهٔ مئ ناب و مبین در ظرف ما | این سفالین کاسه با بهتر از جام جم است

درد مندم سینه ریشم لیکن ای صافی مرا
نے تمنائے دوا نه آرزوی مرهم است

ز عیش و عشرت ایام دل چرا شاد است | توی ضعیف بنا کاخ عشرت آباد است
چو نیست کار حیات تو جز به یک دو نفس | پس اهتمام به کارے مکن که برباد است
به عشق کوش گر آزادگی هوس داری | غلام خسرو عشق از دو کون آزاد است
مباش جز به غم عشق خورد سالان شاد | که این سخن ز بزرگان دین مرا یاد است
ظهور نور خدا بر تو در رخ خوبان | به سعی تو نه بود دولت خداداد است
اگر جبیل ازل جز محبت از تو نخواست | چرا ترا به وجود از عدم فرستاده است

چسان به کنگرهٔ کاخ بلند وصل رسد
کمند همت صافی که کوته افتاده است

بے مستی عشق تو به میخانه کسے نیست | وز شوق تو بے نعرهٔ مستانه کسی نیست
یک حرف بس است از سخن اهل محبت | اما به که گویم که در خانه کسے نیست
شمعی است برافروخته آن عارض گلگون | افسوس که با همت پروانه کسے نیست

ای عشق به دل محنت و اندوه و غم تست
خوش آی درین خانه که بیگانه کسی نیست

این مدعیان نند ولی کز غم شوقت
جز صرفی سودازده دیوانه کسی نیست

جان مرا در تن محنت زده جز غمی نیست
هرگز این نیم هم از تیغ تو بی نیمی نیست

حاکم عشق اگر سر زدنم فرماید
بر خط حکم ویم جز سر تسلیمی نیست

سینه ام پر الف است و به دبستان ادب
بهتر از سینهٔ من تختهٔ تعلیمی نیست

درجهان فتنه و آشوب و بلا هر سر زلف
غیر آن زلف چو دال و بر آن جیمی نیست

جلوه را که از دو دیدهٔ تخیلی موئی
رقم کلک ازل چون دهنت میمی نیست

تیغ مژگان تو مخصوص پی کشتن ماست
شکر لله که درین لطف تو تعمیمی نیست

گر سگ یار دهد جلی به پهلوی خودت
صرفیا برتر ازین رتبه تعظیمی نیست

این اضطراب ها ز تو در آفتاب چیست
گر منفعل نشد سبب اضطراب چیست

در آفتاب اگر نگرفت آتش غمت
خالی ز آب چشمهٔ او سراب چیست

سنبل اگر نگشته گرفتار طرهٔ ات
سر تا بپاش در رگ و پی پیچ و تاب چیست

ای شاه ملک حسن دلم کردهٔ خراب
خود گو که حاصل تو ز ملک خراب چیست

کردم سوال مرهم ریش جگر ز تو
جز تیر غمزه به سوالم جواب چیست

ای برده دل ز اهل محبت به غمزه
بر بیدلان این همه ناز و عتاب چیست

گر آب دار آتش شمع رخ تو نیست
ما را دل پر آتش و چشم پر آب چیست

دایم محنت غم و هجر تو بی حساب
نزد شب فراق تو روز حساب چیست

صرفی اگر دل ز تو سوز درون بسوخت
در کلبهٔ تو این همه بوی گلاب چیست

شوخ چشمی آمد و صد فتنه پیدا کرد و رفت
عالمی را چون من دیوانه شیدا کرد و رفت

آمد از بهر شکست رونق خوبان شهر
نیکوان شهر را خوار و رسوا کرد و رفت

من به دل جا دادم او را تا بود دلدار من
او غم و اندوه خود را در دلم جا کرد و رفت

عشق بازان را بدست هجر عاشق کش سپرد
فکر بر اصلی برای کشتن ما کرد و رفت

داد شمشیر بلا و خنجر غم را به هجر
در کمینش اسباب قتل ما مهیا کرد و رفت

غمزه اش هم جان ستان و ما از وهم دلستان
دلبر من آمد و تاراج جانها کرد و رفت

سرو نازش بلای جان ما گشت و گذشت
باز چون رخ جلوه گر صد فتنه برپا کرد و رفت

بیدلان زخمی ز تیغ او تمنا داشتند
آمد و قتل همه اهل تمنا کرد و رفت

بر بهشتی بودن صرفی دلیل است آنکه او
وقت رفتن ز اینجهان رویت تماشا کرد و رفت

نکهت قیمت مشک تر است از زلف خوشبویت
همه مشکین غزالان صید دام گیسویت

بقیمت نافهٔ چین نی در خطا مشکی است چون زلفت
هزاران فتنه و آشوب در هر چین ابرویت

بکویت روز و شب افتاده بودن آرزو دارم
ولی اندیشه است از نازکی تندی خویت

نشانی گر نباشد از رخ خوبت در آئینه
چه یارای برابر بودن او را با مه رویت

اگرچه آهوی چشم بتان شیر افگن است اما
به یک تیر نگاه تیر تو شد صید آهویت

اگر فرسنگها بیرون کنی ز ان کوی صرفی را
کمند جذبه گشته رشته جانش کشد سویت

مردیم و خاک ما بسر کوی یار ما است
حرف وفا نوشته به لوح مزار ما است

مردن برای یار و سپردن به دوست جان
هر عشق پیشه می نتواند که کار ما است

یاران نهاده ایم قدم در ره عدم
همراهی به ما کند آن کس که یار ما است

گشتیم در هوای وی از ضعف چون غبار
این تیره گی بروی هوا از غبار ما است

بی اعتبار بودن ما نزد ناصحان
در ملک عاشقی سبب اعتبار ما است

ما عزت جهان به مذلت فروختیم
ناموس و نام اهل جهان عیب و عار ما است

شعرم که وصف حالت دیوانگان کند
صرفی بر اهل جنون یادگار ما است

شیوه ات بیداد و عاشق دل بآن بیداد بست
بسکه از بیداد لذت یافت چشم از داد بست

عشق زور آور کند محمود شد صید ایاز
بنده را آزاد کرد و گردن آزاد بست

ترک چشمت بندگان را کشت و قتل من نکرد
تهمت آزادگی بر بنده آن جلاد بست

میل خاطر نیست شیرین را به خسرو ذره
غالباً دل ره بآب دیدهٔ فرهاد بست

تا گرفتم جا بکنج غم من اندوه کش
در بروی شادمانی صرفی ناشاد بست

از سر زلفت کمر در کشتنم بیداد بست
در میان یک رشته با هم دست و پای داد بست

صورت عالم دل سخت تو ظاهر نشد
رنگ بی رحمی مگر آیینه پولاد بست

مردم از غیرت که پهلو صید زد بر پوستینش
چون به فتراک خودش آن نازنین صیاد بست

یار من لب بست از گفتار چون آب حیات
تشنه تر ناکرده لب سر چشمه از بنیاد بست

تا خیال زلفش ای صرفی گریبانم گرفت
در گلویم شد کمندی وره فریاد بست

نازت آشوب عرب غمزه بلای عجم است
ورنه بر روی زمین حسن ملاحت چه کم است

ای خراب از ستم چشم تو اقلیم وجود
از شهیدان تو معموری ملک عدم است

بهر تحریر غمت چون قلم پولاد است
استخوانم که ز تیغ مژهٔ تو قلم است

غیر یک داغ بهر برگ نه دارد لاله
سینه صد پاره و هر پاره بصد داغ غم است

تا دلم چون تو بگرفت دل بدخویم
بر من از خوی تو خواهان جفا و ستم است

هرچه از کلک قضا بر صفحات فلک است
همه از دفتر درد و غم من یک رقم است

جز بلا نیست رفیقی که شفیقم باشد
سایه وارم بره عشق قدم بر قدم است

می خورم خون جگر از غم هجران ورا
غم پی در پی و خونخوارگی دمبدم است

بهتر از عاشقیم هیچ خردمندی نیست
گرچه از عشق تو صرفی به جنون متهم است

خاک بسیاری که اکسیر غم تو در گرفت
چهره‌اش شد زرد یعنی خاک رنگ زر گرفت

ترک چشمت شیوه جز فتنه انگیزی نداشت
لیکن آن هندوی زلف این شیوه را از سر گرفت

شام تا صبح است همچون صبح تا شام از رخش
آن مه خورشید رو تا طره از رخ برگرفت

شد فنا پیراهن جانم ز رشک جامه
کان تن نازک تر از گل برگ را در بر گرفت

چون صبا عنبر فشاند از طرهٔ مشکین او
خاک راهش نزد خوبان رونق عنبر گرفت

سرو نازمن چو گرد ره ز دامن بر فشاند
جبرئیل آن گرد را فی الحال در شهپر گرفت

دست صرفی کوته است از حلقه زلفش دلی
با قد خم گشته همچون حلقه جا بر در گرفت

با تو ام ہردم نیازے دیگر است
از تو ام ہر لحظہ نازے دیگر است

تو شہ حسنی و خوباں بندہ ات
ہر غلام تو ایازے دیگر است

من بہ عشقت باختم جان و جہاں
ہیچو من کو عشقبازے دیگر است

در علاج ما مکش رنج اے طبیب
درد ما را چارہ سازے دیگر است

غارت سیم و زر است آئین ترک
کار چشمت ترکتازے دیگر است

میرسد ہردم بہ دل تیرے ز تو
ہر زمانم دلنوازے دیگر است

زاہدا از صرفی نماز خود مخواہ
عشقبازاں را نمازے دیگر است

شب فراق تو ام مونسی و یارے نیست
بجانم از غم ہجران و غمگسارے نیست

اگر نہ عشق تو ورزم دگر چہ کار کنم
کہ در جہاں بہ ازیں کار ہیچ کارے نیست

چو مبتلاے بلاے شب سیاہ غمت
ز بخت تیرۂ خود تیرہ روزگارے نیست

اجل تو منتظر جانِ من نبے ماندے
بیا کہ روز فراقست و انتظارے نیست

بہ کنج ہجر تنم بے قرار چوں نبود
کہ جان غمزدہ را در تنم قرارے نیست

جدا از روے تو خلقے است دردناک ولے
چو من ز تیغ فراق تو دلفگارے نیست

اگرچہ بار غم اوست در دل صرفی
چہ غم چو بر دل کس از تو ہیچ بارے نیست

کار تو بر دلم پیہم غم فزودن است
ای کار تو چو شیشہ بہ سنگ آزمودن است

از تو اشارتے ز سر ناز کردن است
در چشم جانستان تو صد دل ربودن است

گر مایلی بدیں کہ دہم جاں بپائے تو
یک حرف از تو گفتن و از من شنودن است

خاطر بکربلاے شہادت مرا کشید
از تیغ نازت آرزوے رہ نمودن است

چشم مرا کہ نیست قرارے بہ ہیچ جا
شب تا سحر گریستنش از غنودن است

طوفان اشک ما چو زمین را ہمہ گرفت
ما را کجا بروی زمین جای بودن است

آسان مرا بہ پیش رخت جاں سپردن است
مشکل نقاب زلفت ازاں رخ کشودن است

دشنامی از لب تو مراد من است و بس
مقصودم از زبان تو خود را ستودن است

صرفی بہر رہے کہ ترا دید جلوہ گر
کارش رخ نیاز براہ تو سودن است

ای دل از حال اسیران خودش آگاهی نیست
همه او راست ولی آنچه تو می‌خواهی نیست

جانم از ناله برآمد چو به گوش دل رفت
نگه او را خبر از شیوهٔ همراهی نیست

کس ندیدیم درین شهر که او را ز غمش
دل زار و تن بیمار و رخ کاهی نیست

همدمی کز غم و دردمنش آگاه کند
غیر فریاد شب و آه سحرگاهی نیست

عشقبازی که نزد غوطه بدریای بلا
یونسش نام ولی در شکم ماهی نیست

خسروِ کشورِ عشقیم بجز ناله و آه
کوس سلطانی ما و علم شاهی نیست

آگه از عشوهٔ لیلی صفتان مجنون است
صافیِ غمزده هم خالی از آگاهی نیست

کاکلِ پرپیچ و تابش بر سر است
ده ندانم تا چه او را در سر است

گر دراهش بر سرم باید ولی
تاج دولت را نه لایق بر سر است

چون سر من بر درش افتاده است
این زمانم لایق افسر سر است

لشکری آراسته حسن از بتان
تا نه بینی من درین لشکر سر است

از سرم در نه گذرد هرگز رقیب
بسکه او را پر ز شور و شر سر است

بارها پا بر سر من مانده یار
یار منتهای یارم بر سر است

نیست جز بهر نثار مقدمش
صافیا ما را اگر جان در سر است

تیغ شهر آن پادشاه مهوشان را بنده نیست
کهنه پیری مرده به گر نوجوانی بنده نیست

روی بنمودی و بسپردند جان اهل جهان
نیست جان داری که از روی نکویش شرمنده نیست

سرکش چابک سواری گو که در جولان گهت
زیر پای توسنت سر بر زمین افکنده است

تا به چشم از غمزه نازت داد تیغ جان ستان
کس نمی‌بینم که چون من دل ز جان برکنده است

زعفرانی گشته رخسار من و در گریه ام
زعفران را گرچه خاصیت بغیر از خنده نیست

ژندهٔ فقر محبان را حقارت تا به کی
کم ز دیبای شاهی قیمت این ژنده نیست

سلطنت های شهان صافی سراسر بی‌بقاست
جز گدایانِ درش را دولت پاینده نیست

قدت چو الف قدم چو نون است
داغ تو چو نقطه در درون است

سر دهن تو تا نه اندیشیم
خود گوی که این دقیقه چون است

نبود خنده آن که با تو گوییم
هر چند غمت ز حد فزون است

دشنام اگر دهی نرنجیم
دشنام تو بنده را شگون است

تن بی تو چه سان قرار گیرد
جان را چو نه صبر و نی سکون است

غیر غم تو درون دل نیست
گر هست غمی دگر برون است

در راه عدم قدم توان زد
اکنون که فراق رهنمون است

درد سرم این زمان مده عقل
کز عشق مرا سر جنون است

صرفی مطلب شراب عشرت
زین جام فلک که سرنگون است

لعل او را دید زاهد خون دردانه ریخت
آبروی زهد بر خاک در میخانه ریخت

اشک ریزان عاشق از کف سبحه صد دانه ماند
طرفه تر بنگر اشک از رخنه در دانه ریخت

آشنایان را بجرم عاشقی هرگز نکشت
دلبر من بی گناه خون صید بیگانه ریخت

یار من شد ساقی اما چون بمن نوبت رسید
بر سرم ساغر شکست و باده در پیمانه ریخت

شانه زلفش را کشید و غیرت او از شانه اش
ساخت خنجرها و خون عالمی زان شانه ریخت

من که در کاشانه خود خاک بر سر میکنم
بر سرم یاران محنت خاک این کاشانه ریخت

داشت قصد کشتن صرفی به تیغ غمزه اش
منت ایزد را که خونش غمزه جانانه ریخت

المنة لله که ز تیغ تو بشارت
دادند بخون ریزیم اما باشارت

جایی که دل و عشق بهم راز بگویند
محرم نه اشارت بود آنجا نه عبارت

افتاد مرا کار به شوخی که نگاهش
عقل و دل و دین می برد از خلق بغارت

دلبر چو شهیدم کند آید بجنازم
ارواح شهیدان همه از بهر زیارت

محراب نماز ار بود آن ابروی پرخم
خواهیم بخون دل خود کرد طهارت

آبی که ازین چشم تر بار دوانست
آتش نتوان یافت بدینگونه حرارت

تحقیر تو صرفی ز رگ او سزد اما
زنهار کسی را تو نه بینی به حقارت

نیست در صورت بتان جز دوست
همه را عاشقیم و چون همه اوست

گرچه جائی به هیچ سویش نیست
همه جا جلوه هاش از همه اوست

نیست بیرون ز طالبان مطلوب
پس چرا بهر وصلش این تگ و پوست

نیست خالی ز رنگ او روئے
گاه گل روی و گه گل خود روست

گه طبیب است و گاه بیمار است
گاه افسون گر است و گه جادوست

گل ز رنگ رخش بود رنگین
سنبل از بوی زلف او خوشبوست

بغمم او است مبتلا صرفی
نه اسیر بتان نیکو روست

دولت حسن و جوانی چند روزی بیش نیست
بنده آنم که مغرور جمال خویش نیست

رهزن دین‌اند خوبان و مسلمان کش همه
خوب روئی را کجا بینم که کافر کیش نیست

کاش بودی خوی دلبر هم نکو چون روی او
دلبری نبود که بدخوی و جفا اندیش نیست

آنچنان بدخو نگاری کو که بهر بیدلان
شیوهٔ بدخوئیش هر لحظه بیش از پیش نیست

عاشقی نبود که از تیغ جفای نیکوان
سینه‌اش چاک و دل مجروح و جان ریش نیست

کام عاشق از لب معشوقه شیرین بود
نوش لب‌های شکر بار بتان بی نیش نیست

مهوشان را التفات دیدم بدرویشان ولی
التفات او نصیب صرفی درویش نیست

بد نمی دانم آن جفا که از دوست
هر چه از دوست می‌رسد نیکوست

هر که از دوست کام خود خواهد
عاشق خود بود نه عاشق دوست

من از و راضیم بجان بالله
گرچه او را بجان ستاندن خوست

غیر یک دوست کی روا دارد
هر که از عشق یک دل و یک روست

گرچه رو سوی کعبه آوردم
خاطر من بسویش از همه سوست

حلقهٔ کعبه ام بدست ای دل
حلقهٔ زلف او مرا به گلوست

گرچه صرفی به غم طرب نبود
طرب انگیز عاشقان غم اوست

ما را اگر شکایت او در میانه است
مقصود ذکر اوست شکایت بهانه است

دزدید ناز و غمزه چشم نوجوان و دل
ای تند خو نگاه در تیر جفای تست
گر در زمانه ات به زمین خریم عشق
هستم همیشه یک دل و یک روی و یک زبان
ابرو کمان من که خدنگش ز غمزه است

هر گوشه ز چشم تو یک دزدخانه است
رخشی که خوی تند نوازش تازیانه است
میبریم مقتضای زمین و زمانه است
در عشق چهوشی که بخوبی یگانه است
دلها خدنگ غمزه او را نشانه است

صرفی که در وفاست سگ آستانه اش
روی نیاز مانده بر آستانه است

گرچه سوز عشق بلبل ز آتش عشق گل است
گل همه تن گوش و نالان بلبل است از شوق او
جان شیرینم ربود آن دلبر و گو بر لب است
در جنون عشق او گردن فرازان را همه
تا بزلف او معطر شد دماغ چشم من

گرمی بازار گل از سوز عشق بلبل است
با چنین کوششی چرا از ناله اش غافل گل است
رشته جانم ز سر آویخت یعنی کاکل است
از دو زلفش پای در زنجیر و گردن در غل است
رشته جانم بباغ عشق شاخ سنبل است

در سر و دعیش وصف آن لب میگون بگوی
از صراحی بشنوای صرفی که قلقل است
رنگ فالی دارد آن رخسار گلگون صرفیا
تو نه پنداری که آب از نشئه جام مل است

چون سراسر خود همه تن آتش سوزان گل است
بسکه هست جام عشق آمد فداره عندلیب
تارهای کاکلت رگهای جان فتنه است
ای زهت گل طره ات سنبل چنبیت آفتاب
تو ز خلوت خانه بیرون پای ننهاده هنوز
این همه جوش و خروش غم ندانم بهر چیست

پس چه غم او را ز آه آتشین بلبل است
هیچ باکت از خنجر خاری که پهلوی گل است
فتنه از سر زنده ای آشوب جان زان کاکل است
سایه ات بر گل ز تاب آفتاب از سنبل است
عالم از گوش جمال تو همه پر غلغل است
گر نه از شوق لب لعل تو آتش در دل است

ای سمند ناز را بر خیل خوبان تاخته
صرفی بیدل ز خواهش زه چه بدلدل است

تعال الله چه مشکل است اینکه رنگ صورتت چیست
بلای جان و آشوب جهان و آفت دین است

مگو با پیر سنی نه دن از منهی باشد / که سیاهان راه عشق را کام نخستین است
خن عاشق کشتی را بهنر از وی کس نمیداند / نه دایم چرا پیشش رقیب از بهر تلقین است
شه من من به شطرنج غمت جان باختم اما / رقیب کج رو است پهلو به پهلو همچو فرزین است
سمند ناز را چابک سوار من نه هد جولان / برون از خانه دل مانده از خانه زین است
بهر کس چهره ای آئینه نور خند انمای / سزاوار تماشای رخت چشم خدابین است

ز بهر آنکه او را تحفه جانت قبول افتد
دعا از تست ای صرفی و از جبرئیل آمین ا

شمع را تا از رخ تو آتش سودا گرفت / در میان بزم خوبان کار او بالا گرفت
جام ات گلگون کلا است تیر گلگون سر و من / بیدلان را آتش عشق تو زیر پا گرفت
دل به مهر مهوش ما را گرفت از جان خود / وه نمی دانم چرا یار دلش از ما گرفت
تا ندانند هیچ کس کان ماه با من آشنا است / ماه من بیگانه از من خویشتن عمدا گرفت
آنکه هرگز تیر اسهم در دلش کاری نکرد / ناوک مژگان من در سینه من جا گرفت
رشته جان من است از غیرت داخم بخم / تا بدست آن زلف پرخم را دل شیدا گرفت

صرفی دیوانه چون فرهاد و مجنون از غمت
گاه پای کوه و گاهی دامن صحرا گرفت

تا بجانم قامت او جا گرفت / دل هوای عالم بالا گرفت
لاله از شوقت گریباران را چو گل / پاره کرد و دامن صحرا گرفت
خیل حسنت کرد ملک دین خراب / لشکر عشقت همه دنیا گرفت
غمزه ات چون دشمن جان ما است / خواهدش امروز با فردا گرفت
شب که قصه چشم گریان کرد خواب / رو برد سیل سرشک ما گرفت
در غمت فارغ شویم از آخرت / دل هم از دنیا و ما فیها گرفت

صرفی از فرهاد و مجنون نیست کم
بلکه بار هر دو را تنها گرفت

بر میدان لطافت گوی خوبی آن زنخدان است / کسی گر با تو لافی دارد اینک گوی میدان است
به چوگان با غمت تا شهسوار من شدی مایل / چو گو سرگشته چوگان تو گردون گردان است

بچوگان باختن تا شهسوار من شدی مایل — چو گو سرگشته چوگان فو گردون گردان است
فلک تا میل چوگان باز تب دانسته و دیده — مهیا کرده از ماه و هلالت گوی و چوگان است
خدارا بر سرم چوگان بزن چابک سوار من — که درد بی دلان را زخم چوگان درمان است
نه تنها من سر خود گوی چوگان تو مے خواهم — که چون من این تمنا در سر چابک سواران است
بمیدان تو نه تنها گوی را حال دگرگون است — که چوگان نیز در دست تو همچون گوی حیران است
بحمد الله که صرفی با قد خم گشته چون چوگان
دوان مانند گو پیش سمندت گاه جولان است

شکر خدا که دیدم بر کام دوستانت — روی نیاز سودم بر خاک آستانت
شادم که گشته پیدا زان لعل گوهر افشان — کامم که بود پنهان در حقهٔ دهانت
صد خار غم بجانم عمرے خلیده اما — گلهای عیش چیدم آخر ز گلستانت
من پیش کش چه آرم کان لایق تو باشد — پیش تو جان کشیدن خواهم قسم بجانت
مے خواستم که روزے باشی دوای دردم — شکر خدا که دیدم امروز مهربانت
گر رخصت تو باشد ور خاطرت نرنجد — جور و جفای هجران یک یک کنم بیانت
از لطف داده ره در حریم وصلت
هرگز نبود صرفی این لطف در گمانت

خواهم حیات باقی از تیغ جان ستانت — تیغم بزن که نبود از سود من زیانت
فخرت نبود اما فخر است آسمان را — گر همچو ماه منزل باشد بر آسمانت
از من چرا نشیند در خاطرت غبارے — مژگان چو تیر سازم جاروب آستانت
باید سپردن آخر جان خودم به عشقت — از عشق تست گویا جان در تنم امانت
از قید زندگانی ما را خلاص کردی — شکر خدا که بر خود دیدیم مهربانت
داری گمان که عاشق باک از جفا ندارد — هر چند بدگمانی بد نیست این گمانت
هر چند جور کردی ترک وفا نه کردم
بارے نکو بر آمد صرفی ز امتحانت

گر نداری قصد ما در کف کمان و تیر چیست — در قصد درد مندانی بزن تقصیر چیست
صد گره در رشتهٔ تدبیر من از زلف تست — چون نشاید این گره از رشتهٔ تدبیر چیست

خواب دیدم کامد آن بی رحم تیغی برکفش گر نخواهد قتل من این خواب را تعبیر چیست
من زجان دلگیر و سعی تو به قبض جان من ای اجل تعجیل کن بهر خدا تاخیر چیست
باده صافت صفای دل دهد ای شیخ شهر جامی بر دست گیر این سبحه تزویر چیست
گر توانی صورتش از بهر تسکینم بکش ورنه ای صورتگر چنین حاصل از تصویر چیست
زرقیم مقصود اغیار و مرادم وصل دوست
عاقبت صرفی نمیدانیم تا تقدیر چیست

میل دل من جز بر ج نیکو نیست آن کیست که او مایل رخسار نکو نیست
آشفتگی من ز غمم سلسله موی است کز عاشق آشفته غمش یکسر مو نیست
هر تاری از آن طرهٔ پر پیچ کمند است کو آنکه از پنهاش کمندی به گلو نیست
در شهر ندیدست کسی محتسبی را کز شوق لبت بر سرش از باده سبو نیست
از بسکه هوای خط مشکین تو دارم مویی تنم نیست که آن غالیه بو نیست
جویم بخیال لبش از دیده روانست غمم نیست مرا گر لب جام و لب جو نیست
صرفی چو تو خود خوی گرفتی بجفایش
پس بر تو جفاهای تو از نیست و از و نیست

دوش در میکده با مغبچهٔ باده پرست گفتم ای از می عشق تو دلم بیخود و مست
قدحی درده از آن می که بیک جرعه تو فهم فارغ از عالم و از هر چه درین عالم هست
گفت خندان که بگو راست که مقصود تو چیست از شرابی که بدان از همه خواهی وارست
گفتمش گر به کنان راست بگویم که مرا نیست مقصود جز آن لب که دلم بر در ماست
گفت پیش آی که یک دم بنهم لب به لبت که مراد دل تو خواهد از آن صورت بست
قصه کوته که چو پیشش شدم از روی نیاز از سر ناز به جیب و به کنارم بنشست
لب خود بر لب من ماند و به کام دل خود
صرفی خسته رسید از لب آن باده پرست

کو آن که از شراب نبرت می پرستن نیست وز چشم پرخمار تو مدهوش و مست نیست
بی اختیار دست بفتراک تو زدم یعنی مرا عنان دل خود بدست نیست
دی هر که آمد است به هستی زنیستی از تیغ بان ستان تو امروز هست نیست

از بادهٔ وصال تهی جام آرزو است
کس باده ام نصیب ز روز الست نیست
کو لشکری ز غمزه زنان بہر پہ شکن
کز یک کرشمہ تو در و صد شکست نیست
آں بُت شکن کہ بود خلیل زمان خود
صرفی بگو کہ از من بُت پرستنت نیست

روشن از عکس جمالت منظر چشم من است
مردمی بنما دمے بنشیں کہ جای روشن است
ای ز روی آتشینت جلوہ گر نور ازل
سرو قد تو بباغ جاں درخت ایمن است
ہمچو مجنوں لیلی از سودائے تو دیوانہ است
دلبر من غمزهٔ تو آفت مرد و زن است
رخنہ ہای سینہ از تیر تو و جان مرا
از پئے زلف رہ است یک خانہ وصد روزن است
غم ندارم کز فراقت جان بر ندانم کند
کز خیال تو بہ نہ دانم نشاط و گلشن است
خال تو ہندو است اما کار او نہ کیست است
چشم تو آہو است اما آہوی شیر افگن است
تن بجانم زنده و مست ای صرفی و جانم بعشق
عشق در جان من بدل چو جانم در تن است

اے کہ ہر پابندہ مے گوئی کہ میگوید کہ نیست
مہر را شرمندہ مے گوئی کہ میگوید کہ نیست
جانستان من شہید غمزہ خون ریز را
تا قیامت زندہ میگوئی کہ میگوید کہ نیست
عیسی جاں بخش را از بیم آں تیغ مژہ
دل زجاں برکندہ میگوئی کہ میگوید کہ نیست
آفتاب روے خود را در جہاں بانی فزوں
از مہ تابندہ میگوئی کہ میگوید کہ نیست
سرو سرکش را ز شرم قامت خود سایہ وش
سر بخاک افگندہ میگوئی کہ میگوید کہ نیست
شمع ساں مے گریم از سوز دل اما از خوشی
گر برام راخندہ میگوئی کہ میگوید کہ نیست
درد بے درمان صرفی را بملک عاشقی
دولتے پایندہ میگوئی کہ میگوید کہ نیست

جانم آں روز کہ در عالم علوی جا داشت
از سر زلف تو زنجیر جنوں برپا داشت
تن ز سودائے تو امروز خراب است ولے
پیش از ایجاد تن من دلم ایں سودا داشت
ایں مسلمان پسرک دیدہ جہودی و سوا از
شیخ صنعان کہ بہ غم دخترک ترسا داشت
شوخ چشمی کہ زما قطع نظر کرد و گذشت
مستی بو العجب از بادہ استغنا داشت
بر من غمزده کر دیدہ بسے فردا شے
لیکن آں وعدہ ندیدم کہ شبے فردا داشت

نعش از دوش باغیاد در افشاند چو عنم | چشم مستش باشارت چو سخن با ما داشت

طلب شام اجل بر سر صافی بوده است

روز ہجران تو آن سایہ کہ بر بالا داشت

مخرام تند و تیز چنیں ای جواں بالبیت | عرض نیاز مے کنمت یک زماں بالیست

ای جاں شب فراق چرا میروی ز تن | تا روز وصل دیدن ناتواں بالیست

اے سرو در ہوائے قدت آب میرود | مے ایستد چو گوئیش آب رواں بالیست

دارم ز داغ ہای تو گلہائے آتشیں | ای کہ مرد ید بدن این گلستاں بالیست

جانہا گرفتہ اند عنانت ز ہر طرف | یک دم سمند ناز خرامان بالیست

چوں کشتہ بہ تیغ جفا اہل درد را | تا وقت دفن بر سر ایں کشتگاں بالیست

صافی ورای ناقہ او مے کند ز دل

تا بند دش بنافہ کہ ای کارواں بالیست

کشتہ تیغ ترا نیست با حیا حاجت | خضر وقت است و ندارد بہ مسیحا حاجت

دمبدم خون جگر میدہدم کاسہ چشم | نہ بجام است مرا و نہ بصہبا حاجت

یار چوں رو بدل اہل تمنا دارد | پیش او نیست باظہار تمنا حاجت

دوست چوں گفت کہ جانت برم خواہد گرد | وعدہ دوست ندارد بہ تقاضا حاجت

حاجتم نیست بآں غمزہ کہ جاں بستاند | درد عالم کہ بہ دوا ساز خدایا حاجت

درد تو راحت جان آمد و آسائش دل | دردمند تو ندارد بمداوا حاجت

ترک من خود بتو صافی دل و دیں خواہد داد

از پئی بردن آں نیست بہ یغما حاجت

بتو ساقیا مست ما را چہ حاجت | بہ حی کس لب جاں فزا را چہ حاجت

رقیب آمدے بہر تعلیم جورش | بہ تعلیمت ایں بے وفا را چہ حاجت

بہ قتلم مدد چشمت از غمزہ خواہد | بہ امداد فتنہ بلا را چہ حاجت

چرا لعل تو بادہ ناب خواہد | بشو ر آب آتش بنقا را چہ حاجت

دعا مے کنم تا کنی میل قتلم | بہ آمین کس ایں دعا را چہ حاجت

شب و روز تا روشن است از جمالت | بہ نور مہ و مہر ما را چہ حاجت

چنین رنگ و روئی که داری تو عرفی
به اظهار تو مدعا را چه حاجت

نه از شرمت ای شمع محفل گریخت　　شبها شب چه منزل بمنزل گریخت
که در کوب هجران تنم مانده است　　دران طره از دست او دل گریخت
گریزان از قوم خود چون کسی　　که مجنون شد و از قبائل گریخت
ندارم سر صحبت بند کسی　　که دیوانه خواهد ز غافل گریخت
ز صبر و قرار و خرد جان برست　　چو و آرسته کز مشاغل گریخت
به مرگ از فراق تو بردم پناه　　طریقی ز دریا به ساحل گریخت
به فکر خلاصی ز تیغ غمم　　چو صیدی که خواند ز بسمل گریخت
ز هر تار زلف تو بندی دگر　　چسان می توان زان سلاسل گریخت

بسته عرفیا　به شمشیر تیز
چو نخچیران ازان ترک قاتل گریخت

باده که وصل تو به جام من است　　آن لب جان بخش به کام من است
کرد قبولم به غلامی شهی　　شاد هی که نبین غلام من است
یار خط بندگی از من گرفت　　نامه اقبال بنام من است
طرفه غزالی بود آن چشم مست　　طرفه تر است اینکه بدام من است
شام گهم ماه و شنی رخ نمود　　روشنی صبح ز شام من است
وصل که دستم نه رسیدی به او　　آهوی وحشی است که رام من است

یار نظر کرد به عرفی و گفت
بهره ور از رحمت عام من است

ز خوی تند تو چشمت ستمگری آموخت　　ز چشم شوخ تو ناز تو دلبری آموخت
مگر نه داد ترا رخصت سخن با من　　دهنم ازلت چون سخنوری آموخت
پری به شیوه دیوانه سا ختن مشکل است　　ولی ز یار من این شیوه دلبری آموخت
به قتل خسته دلان مایل　آن شه حسن　　نه دانم از که چنین بنده پروری آموخت
قلندری نه همین خلق و دل بیاشند و بس　　ز عاشقان تو باید قلندری آموخت

خطی است صفحهٔ خورشید عارض او را
سعادت از خط آں صفحه مشتری آموخت
چرا نه یار وفا داریم قبول کند
که صرفی از سگش ایں آدمی گری آموخت

رحل و مصحف به نظر وه نه چنیں مے بایست
سبز خطے چو تو در خانهٔ زیں مے بایست
در زر و مال رقیب تو کم از قاروں نیست
ایں قدر هست که در زیر زمیں مے بایست
روز من تیره بر کوکب بخت سیهم
پر تو ے زاں مه خورشید جبین مے بایست
دیدهٔ ما است گهر بار جدا از لب لعل
هر ایں خاتم از اں لعل نگیں مے بایست
وقت بیداریت اے شیخ نه تنگم آورد
جلوه بر تو از اں آفت دیں مے بایست
یا رسهر جای نشیمن جای به چشم نه گرفت
مردمک وار درو پرده نشیں مے بایست
صرفی از همت عالی است که مردی بر هاش
همت عالی تو بر تر از یں مے بایست

جاں در دم من که حقهٔ مرجاں کشاد و بست
هر نهفته داشتن جاں کشاد و بست
بکشاد بر دلم در مقصود و بست باز
چوں از خمار نرگس فغاں کشاد و بست
وقت سوال غیر و دم التماس من
آں کان حسن لعل در افشاں کشاد و بست
روشن از و جهاں شد و تاریک هم از و
از رخ چو پرده آں مه تاباں کشاد و بست
دلبر گره کشاد ز زلف و ببست باز
در جبر هم که هر چه بود آں کشاد و بست
هر دعا زباں و پے بندگی میاں
صرفی به درگه شه دوراں کشاد و بست

دلبر که رشحهٔ قلم از من و دریغ داشت
مردم ز تشنگی و تنم از من دریغ داشت
امید وار لطف چساں باشم از بتے
کز محض ناخوشی سخنم از من دریغ داشت
از لطف گشت مرهم ریش دل رقیب
زخمے ز تیغ غمزه هم از من دریغ داشت
از تاب آفتاب ستم سوخت جان من
آں سرو سایهٔ کرم از من دریغ داشت
کے بعد مردنم سوے خاکم گذر کند
در زندگی چو یک قدم از من دریغ داشت
صد جاں به یک نفس دهد اما شب اجل
یک پرسش آں مسیح دم از من دریغ داشت
صرفی مست تے که مرا بود از غمش
فهمید باده ما و غم از من دریغ داشت

سر بجیب و پا بدامان شکیبائی خوش است / بی سر و پا بودن اندر کنج تنهائی خوش است

دست از دامان جانان کوته و عمر دراز / از غم جان کاه هجران عمر فرسائی خوش است

میل خوبان نیست سوی نیکنامان جهان / شهرت عاشق به بدنامی و رسوائی خوش است

تو غزالی ساخت دلگیرم ز شهر و اهل شهر / همچو مجنون خوی با آهوی صحرائی خوش است

حرف نادانی سزد سرمایهٔ دانشوری / شستن و شوئی لوح دل از نقش دانائی خوش است

سر نهادن بر رهِ تسلیم کار عاشقی است / در طریق عشق بازی ترک خود رائی خوش است

گر بخواهی نعرهٔ مستانه از صرفی شنو
نغمهٔ بی نی راشنودن از دم نائی خوش است

عنایت نامه را یار نه نوشت / که بهر خاطر اغیار نه نوشت

دریغا بر کنار نامه هم / سلامی بهر من دلدار نه نوشت

بصد منت خطی بهر محبان / اگر بنوشت جز آزار نه نوشت

رقیبا خط تو میدی به من داد / به تو جز وعدهٔ دیدار نه نوشت

مگر بار قلم دستش نه برداشت / که بهر من خطی یک بار نه نوشت

ز نامم غالباً می سوخت کاغذ / که هرگز نامه را یار نه نوشت

ز بیم خوی تندش صرفی احوال
ز خون دل بران دیوار نه نوشت

ز مشک کلک ازل خط بران عذار نوشت / رخ تو مصحف و تفسیر بر کنار نوشت

کتاب حسن بتان نسخ کرد کاتب صنع / چو برگل تو ز ریحان خط غبار نوشت

صحیفهٔ حسنات بود برد ز جزا / صحیفه نیست که تعویذ جان زار نوشت

خوشم که یاد من خسته ام به حاشیه کرد / چو نامه به محبان خویش یار نوشت

برات لطف بود بر خسته اندر رحمت / صحیفه که ز بهر من آن نگار نوشت

ترا به بندگی صرفی این تردد چیست
که خط بندگیت خود باختیار نوشت

واجب العرضی ز بهر یار می باید نوشت / اندکی از محنت بسیار می باید نوشت

وعدهٔ دیدار او را انتظار از حد گذشت / انتظار وعدهٔ دیداری می باید نوشت

[illegible] و جور و جفای ناکسی بشنو
جور و جفا و طعنهٔ اغیار هم باید نوشت

احوال مرهمی از ناوک مژگان او
هر ریش سینهٔ افگار هم باید نوشت

طرهٔ طرار او ما را پریشان کرده رفت
این پریشانی بآن طرار هم باید نوشت

گر نه دیدی بار طلای آن خاطر نازک فتد
حال خود صرفی به او یکبار هم باید نوشت

ز چشم تو به عالم فتنه و آشوب بسیار است
به بینایان نیست چشمی گرچه روی خوب بسیار است

ندارم چون ترا مطلوبی دو بود طالبی چون من
که جنس طالبان را در جهان مطلوب بسیار است

مثل یعقوب کشمیر است چون یعقوب کنعانی
اگرچه یوسف من در جهان یعقوب بسیار است

نخواهند اندکی شادمانی هم محبانش
بحمدالله دل ما را غم محبوب بسیار است

دل ما را به رنگ خود را چون خیالش دید
بگفت این خانه کی لایق بود معیوب بسیار است

در حضرت که بگوید این نادر دهندی چند
گرفتاران درد عشق را دل کوب بسیار است

به نزد محنت یعقوب صرفی اندکست اندک
بجای خود اگرچه محنت ایوب بسیار است

ازان نامهربان بر بیدلان آزار بسیار است
تحمل کردن اهل وفا بسیار است

غمش تا آنکه جانم پاره کرد و سینه ام پرخون
مرا گفت ای فلان با تو هنوزم کار بسیار است

جز او یاری دگر هرگز ندیدم من از وفاداری
ولی یاری مرا نه بی وفائی یار بسیار است

همیشه نرگس آن مست جام حسن بیمار است
عجب گر تندرستان گشته زان بیمار بسیار است

دریغا اندکی هم مایل اهل محبت نیست
ستمگاری که میل او سوی اغیار بسیار است

رقیبان را چسان آن شاه خوبان ساخته هم صحبت
که هیچون من گدایی را نه تنها عار بسیار است

وفاداری که سی باید عزیزش داشتن صرفی
نمی دانم چرا پیش سگ او خوار بسیار است

گر نه آتش زد بجان آه من آتشناک چیست
ور نه تیغ انداخت بر دل سینهٔ صد چاک چیست

شهسوارا مردم از غیرت که پابوس ترا
گر نه خواهد سر نگون [illegible] صید تو در فتراک چیست

سوی مهر از کین اگر هرگز نمی گردد دلت
حکمت اندر گردش سیاره و افلاک چیست

در بنای محرم انداز خلل سیلاب اشک
غیر ازین تاثیر آب دیدهٔ نمناک چیست

ناخدا ترس است و هر مژگان او تیغی دگر
گر بریزد خون خلقی عالم او را باک چیست

گر تواند عقل پی بردن به سر آن دهان
بوعلی را حرف شک به صفحهٔ ادراک چیست

گر نه ایوان کمال حسن او را آستان
باشد از نه قصر گردون رفعت لولاک چیست

گر هوای کس نداری نرگست نمناک چیست
همچو گل از هر طرف پیراهن تو چاک چیست

گر نه عشق آتش زده در خرمن آرام تو
آتشین رخساره من این آه آتشناک چیست

گر نه آب دیده ات را باعث است اندوه عشق
با لب سی فام بی حیرت تر آب تاک چیست

گر نمای پیش مهر وی سر خود در سجود
بر جبین همچو خورشیدت نشان خاک چیست

در سرت گر نیست سودای سر زلف کسی
گاه گله همچو زلف خود ترا این باک چیست

ای تو معشوق همه عالم اگر عاشق شدی
کیست معشوقت بگو با من زگفتن باک چیست

نیست حد من که گویم چون تو خود هم عاشقی
گر ندانی قدر عشق صرفی این ادراک چیست

آن جفا اندیش را در دل نمی دانم که چیست
میکشم جور من ولی حاصل نمی دانم که چیست

با وجود آنکه جایش در دل خود کرده ام
مانده است از من نهان حایل نمی دانم که چیست

خواهش ترغیب قتل خویشتن کردن ولی
موجب ترغیب آن قاتل نمی دانم که چیست

چند می گویی رضا دادن به مردن مشکل است
من به مردن راضیم مشکل نمی دانم که چیست

دل ز بس غارتگری هاست بتان دلربا
چون نه بود اصلا به من من دل نمی دانم که چیست

بر رواق دوش چشمم قدم نه نهاده
دلبر من عیب این منزل نمی دانم که چیست

می نه خورده صرفی و مدهوش و مست افتاده است
باده این مست لایعقل نمی دانم که چیست

دل ربود از من بتی اما نمی دانم که کیست
دلبر خود را من شیدا نمی دانم که کیست

طرفه شوخی آفت جان من دیوانه شد
طرفه تر کان آفت جان را نمیدانم که کیست

جا گرفته در دل من فتنه انگیزی ولی
آنکه دارد در دل من جا نمی دانم که کیست

نازنینی ریخت خونم را و پروا نه کرد
وه که آن خونخوار بی پروا نمیدانم که کیست

گلعذاری که در شهر اند میدانم همه
وان گل اندام سهی بالا نمی دانم که کیست

گشته‌ام مفتون و غوغائی است اکنون بزمم ❊ باعث این فتنه و غوغا نمی دانم که کیست

صرفی از وی گشت رسوای جهان دانه بناز
گوید این دیوانه و رسوا نمی دانم که کیست

کی بمیرم ای اجل از من چو جان خواهی گرفت ❊ من به مهرش زنده‌ام آن را چسان خواهی گرفت

کشور دل را گرفتی چون کشیدی تیغ ناز ❊ تیغ اگر این است ترک من جهان خواهی گرفت

عهد کردم من که از تیغت نه خواهم سر کشید ❊ ضامن جانم اگر از من ضمان خواهی گرفت

ای به بزمت بی‌حجابانه حریفان دیگر ❊ گر در آیم من حجابی در میان خواهی گرفت

جان بیا بیت دادم و دل گیر از آن گشتی تو من ❊ من چه دانستم که از من دل بجان خواهی گرفت

می رود سوی رقیبان تیز تر و سیل اشک ❊ تا نگر تو راه آن سرو روان خواهی گرفت

کی توانی برد جان از نرگس خونخوار او
گرچه صرفی از لبش خط امان خواهی گرفت

درج عقیق او که گهرها درو گم است ❊ زد زهرخنده که شکرها درو کم است

تیر نگاه دلبر ابرو کمان من ❊ دای دلنشانه که جگرها درو کم است

از خیل غمزه اش صف جانها شکسته اند ❊ اما شکستنی که ظفرها درو کم است

چون طالبان دوست سفر در وطن کنند ❊ جای وطن گزین که سفرها درو کم است

موسیٰ و یک درخت من و وادی عجب ❊ کز جنس آن درخت شجرها درو کم است

زاهد به اعتقاد تو عیبی است عاشقی ❊ عیبی است خوش نما که هنرها درو کم است

صرفی خجسته باد سحرخیزیت ولی
شام مرا نگر که سحرها درو کم است

خریدار غم و درد تو بجان این آرزومند است ❊ خود تو فرما بدین قیمت ازین چند و از آن چنداست

اگر گویم بیا و نقد جانم را بگیر از من ❊ نه پنداری مه من گر صلاهای سمرقند است

کم از خورشید نبود آن پدر کز مادر دهرش ❊ چو تو ماهی جهان آرای عالم تاب فرزند است

دلم از کعبه سوی بت چون نیابد قبله مه جانم ❊ که عشق تو کمند جذبه اش در گردن افگنده است

کشادی تاری از زلف و بلای خلق شد زلفت ❊ بلای حسن را با هم بدین یک تار پیوند است

به عاشق تهمت دیوانگی مانند بی‌عقلان ❊ ازین تهمت به زنجیر ملامت گوی دربند است

جنون عشق عقل حق شناست بجذای صرفی
اگر انصاف باشد پند گویت لایق بند است

چنان گمم که به عالم سراغ من غلط است
نشان یافتن من ز داغ من غلط است

شهید عشقم و خواهم به عرش رفت ز خاک
به خاک من ز ملایک سراغ من غلط است

چنین که کلبهٔ من پُر ز آه سرد من است
امید روشنیش از چراغ من غلط است

روان به باغ جنانم ز عشق آب بقاست
گذر نسیم فنا را به باغ من غلط است

ز آنکه طالب یارم همین بدیهی و بس
به محشر از طلب او فراغ من غلط است

رسید مست من گشته ظاهر از رنگش
که مستیش ز شراب ایاغ من غلط است

به مشک ساخته صرفیا جدا ز رخش
غلط مگوی که ضبط دماغ من غلط است

شب فراق فروغ چراغ من غلط است
چراغ کلبهٔ من غیر داغ من غلط است

چو یاد اوست بدل چون بزیر دیده نه اشک
به آب پرورش نخل باغ من غلط است

دهان او که دلم را ربوده ناپیدا است
به کوی او دل خود را سراغ من غلط است

اگر غم تو نه باشد چه در عیش در جنت
به جنت از غم عشقت فراغ من غلط است

جنون عشق دماغ مرا قوی تر ساخت
ازین جنون خللی در دماغ من غلط است

ببین که کاسهٔ چشمم همیشه پُر خون است
تهی چو ساغر نرگس ایاغ من غلط است

چو زیستم من گم نام بے نشان صرفی
پس از وفات به خاکم چراغ من غلط است

ببین چه واقعه ام وقت بسمل افتاده است
که تیغ از کف آن ترک قاتل افتاده است

منم ز دست دل از یار خویش شرمنده
که جای او دل و از جای خود دل افتاده است

اجل چو دید که جانم ربود غمزهٔ او
گذشت و گفت که در جای مشکل افتاده است

به کامم ای خضر آب حیات تو تلخ است
مگر در آب تو زهر هلاهل افتاده است

به روی مه ز خجالت بماند داغ سیه
به آفتاب رخت چون مقابل افتاده است

ز جان خود که به تن بے تو ماند در گله ام
که در سلوک ره عشق کاهل افتاده است

گر بختی به سفر صرفی از بلا و ببین
که پیش پیش تو منزل به منزل افتاده است

مژهٔ گلگون که ز خون دل غم دیدهٔ ماست — میل از آتش دل تافته در دیدهٔ ماست

جان فدا کردن ما را نه پسندد چه کنم — شوخ دشوارپسندی که پسندیدهٔ ماست

بر در یار سخن تا شنویم افتاده — سخنی نیست درین باب که نشنیدهٔ ماست

از حکایات مجانین نه بود نکتهٔ عشق — که به میزان خرد گوهر سنجیدهٔ ماست

قطرهٔ خون دلی کامده از دیده برون — نو گلی نیست که از باغ وفا چیدهٔ ماست

تا هم از درد نهان دل خود بی‌خبریم — بر تو ظاهر بود آن راز که پوشیدهٔ ماست

دید چون بر رخ من گرد سفر خندان گفت
عرفی بادیه پیمای جهان دیدهٔ ماست

بار عقل از سرم ای دل غم یاری برداشت — لله الحمد که از راه تو خاری برداشت

چشم از گرد او به خدا بینا شد — سرمه بود که از راه غباری برداشت

راه تجرید به یک بار توان رفت ولی — می‌توان بار غم چون تو نگاری برداشت

از حسد باد سحرگاه تن زار مرا — چون غباری ز رهِ شاه سواری برداشت

تیغ خون‌ریز توام سر ز بدن ساخت جدا — بر سرم منت تیغ تو که باری برداشت

تا غرور گل نورس شکند باد صبا — سنبل تر ز رخ لاله عذاری برداشت

قطع صد بادیه عرفی به رهِ کعبه کنی
می‌توان یک دو قدم در رهِ یاری برداشت

مداد من دم تحریر وصف عشق می است — صریر خامهٔ من خوش‌تر از صدای نی است

بیا ز باطن خم زاهدا کن استمداد — صفای باطن او را گواه صاف می است

طریقهٔ همه بی‌مهر من ستمگار است — نه دانم این که جدا این طریقه تا بکی است

بجان اهل محبت بلا ز بالایش — رسیده است یکی و صد دگر ز پی است

به قتل اهل وفا یار منکر است ولی — ز تیغ غمزهٔ او یافتم که کار وی است

ز بسکه تافت خم زلف او رگ و پی من — نه هیچ رگ تهی از تاب او نه هیچ پی است

جدا ز شمع رخش عرفی آه تو سرد است
ز آه سرد تو وقت تموز فصل دی است

در شکایت یار ما از ناله نه از من است — گه بداین ناامیدان از جورم شکایت کردن است

گذشت خلقی را ز خون آلوده تیغش کس ندید
از فنون نرگس جادوی این یک فن است

تا مگر افتد ز روی لبش پرتوی بر دیده ام
شادمانم کز خدنگش سینه روزن روزن است

بسکه از دست غم او پاره شد پیراهنم
کس نمی داند گریبان است این یا دامن است

روشن از نور ازل چشم شب دیدار اوست
من چه می گویم که خود بر اهل بینش روشن است

گرچه عقلم رهبر راه سلامت آمده
چون کنم یا رب که چشمش فتنه جوی و رهزن است

چارهٔ حال تن بیمار من کردن چه سود
صرفی بیمار از بیماری جانم تن است

دمبدم در عالم خوبان نصیب من غم است
گرچه عالم عالم است اما منوز آنهم کم است

آن نهال غم که آبش دادم از خون جگر
ایمن است از صرصر آهم که بیخش محکم است

لایق آموختن نبود فنون دلبری
دلربایی من به فنهائی که دارد ملهم است

سینه از یک زخم تیغت ریش مانند جگر
زخم دیگر آرزو دارم که آن را مرهم است

داستان جم چه می گوئی و وصف جام او
هر که جامی بر کف است او در اوقت خود جم است

مست جام عشقم و در عالمی افتاده ام
عالم مستان این صهبا برون زین عالم است

صرفیا از مدت ایام عشق اندوزیم
مدت دنیا ز اول تا به آخر یک دم است

یا من دلشده جانانم نیست
چه کنم بخت بفرمانم نیست

غیر خاری که در آمد به جگر
حاصل از گشت گلستانم نیست

گرچه زان زلف پریشان حالم
آگه از حال پریشانم نیست

تن فرسودهٔ من زنده بجان
جز بغم زندگی جانم نیست

دل کباب است و غمت مهمانم
ما حضر لایق مهمانم نیست

حیرتی طرفه مرا در غم تست
هیچ کس نیست که حیرانم نیست

مهربان تو علی الرغم رقیب
گو بپیش صرفی و میدانم نیست

گذری سوی چمن یار مرا افتاده است
سرو حیران گشته زپا افتاده است

موجب صحبت من وصل وی و آن مشکل است
کار هم بار دگر اکنون بخدا افتاده است

از سر زلف تو آویخت به کاکل دل من
از بلا رسته ولی هم به بلا افتاده است

بند بندت بکشم گفت نه کرد است ولی
بندم از بند از این سهم جدا افتاده است

همه خوبان جهان بر سر جور و ستم اند
از جهان قاعدهٔ مهر و وفا افتاده است

من به کنج عدم و دل به خم طرهٔ او
من کجا و دل آواره کجا افتاده است

ای بسا دل که فتادست ز تک چین بزمین
چو به زلفش گذر باد صبا افتاده است

سیر صحرای چمن یار کند با اغیار
صرفی از غصه به صحرای فنا افتاده است

ز تیغش سینه ام ریش و جگر چاک و دل افگار است
ولی می گوییم با تو هنوزم کار بسیار است

من دیوانه در عالم به نوعی گشته ام رسوا
که رسوایان عالم را بسی از چون منی عار است

به اندوه و بلا عشقت خریدار است جانم را
متاعی بس حقیر است این عجب کان را خریدار است

در ایام جهالت می کند کار اجل چشمت
اجل را می توان گفتن که در عهدت نه بیکار است

عجب فرعیست زاهد کز غمت خواهد بپرهیزد
بدین دام بلا صد طایر قدسی گرفتار است

نمی داند کسی غیر از اجل با وصل جان بخشت
علاج دردمندی کز غم هجر تو بیمار است

بنالد زار گرید زار صرفی و بمیرد زار
چنین کان غمزده زار و تنش زار و دلش زار است

بت پرست از صدق نه ز خوبی بتو اقرار داشت
سر صد تسبیح در یک تاری از زنار داشت

من کجا و آرزوی صحبت جانان کجا
چون سگ آن آستان از صحبت من عار داشت

می خرامید و جهانی هر طرف نظاره گی
زان میان گاهی نگاهی جانب اغیار داشت

دی چرا بر سر نگه کرد نماندی بگذشتن از سرم
گر نه با من نازنینم سر آزار داشت

رنج بی شوقان نمود آن شوخ بی تمیز من
گشت محروم آنکه شوق دولت دیدار داشت

ریخت خونم را به تیغ ناز و جانم زار بود
کار خود کرد دست بدخویی که با من کار داشت

غم ندارد صرفی از خواری که در دنیا و دین
یافت عزت تا سگ کوی تو او را خوار داشت

نقد جان دادن به یار دلستان کار من است
آنکه دلبر دست و جان هم می بارد یار من است

التفات از روی دل اصلا بکس دلدار نیست
التفات او بغیر از بهر آزار من است

لایق دیدار اگرچه چشم بیدار آمده — کی چنین دولت نصیب چشم بیدار من است
بار اندوه مرا طاقت نه داری کوه کن — در گرانی صد چو کوه بی‌ستون بار من است
هیچگه ترک ستمگاری مبادا آیین او — گر بگویم من که یار من ستمگار من است
دل ربوده است و به چین طره می‌دارد نگاه — دل ربای من بحمد الله که دلدار من است

چاره از قوتی ندارد صرفیا کس در جهان
قوت من خون بهای چشم خونبار من است

جز آن رخسار گندم گون تمنای دل من نیست — جوی از مزرع امید داری حاصل من نیست
مقام خاص از بهر یکی از عشق بازان نیست — به ملک عشق جز کوی ملامت منزل من نیست
من دیوانه حال خود چرا با عاقلان گویم — که کار عقل فکر اندیش حل مشکل من نیست
ز جمع خوب رویان مایل آن نازنین شوخم — همین بس دولت من گرچه خود او مایل من نیست
تن خاکی ز خاک راه او گل گشته از اشکم — سزاوار محبت خانه غیر از کهگل من نیست
بحمد الله که تا چشمم به نور عشق روشن شد — حجاب هستی از دیدار جانان حایل من نیست

جنون عشق از نقصان عقلم کی بود صرفی
جز این دیوانگی حاصل ز عقل کامل من نیست

# حرف الثاء

که دارد با لب لعل تو در ایجاد و احیا بحث — در این اعجاز نتواند با تو کردن مسیحا بحث
چه گویم غمزه و ناز ترا در گوشه چشمت — که با هم در فن عاشق کشی دارند آنجا بحث
بیا بر بام خود تا در تجلی های موسی سوز — مه من گوشه بامت کند با طور سینا بحث
به کنج ابروان در گوشه بدنامی افتادیم — نه ما را با کسی دینی کسی را هست با ما بحث
به درس عشقبازان قیل و قال اصلا نمی‌باشد — وگر باشد نه مثل آن که باشد در دو ملا بحث

اگر گویید ستانم جان و بخشم دل به یک غمزه
مسلم دارم و کاری ندارم صرفیا بحث

جا نه دادیم به جانانه دل و جان به عبث — غمزه و ناز نه بوده است ز جانان به عبث

گریه‌ام در دلش آخر اثری خواهد کرد
نه بود چشم من نم زده گریان به عبث

گر نه در جان رقیبان تو سوراخ کنند
تا به کی می‌بکشم این ناوک افغان به عبث

من دهم در عوضش هر سخن او صد جان
لعل او پیش رقیب است درافشان به عبث

بی لبش زندگی من چو محال است محال
باشد از من طلب چشمهٔ حیوان به عبث

صاحب خانه گرت رو ننماید حاجی
سوی کعبه چه کنی قطع بیابان به عبث

گر نه جان در قدم یار توان کرد فدا
صرفیا نیست نگهداشتن آن به عبث

به بی‌قراری دل عشق یار شد باعث
به عشق یار دل بی‌قرار شد باعث

چو جان من به غم هجر صبر نتوانست
بمردنم ز غمش جان زار شد باعث

غم فراق برآشفت روزگار مرا
دلی فراق نزار روزگار شد باعث

اگر نگشت به من مهربان رقیب چرا
ترا به فضل من دل فگار شد باعث

همیشه کار من از دیده است خونباری
مرا به غم تو درین کاروبار شد باعث

اگر مفارقت من غرض نبود ترا
تو خود گلی و به باغت چه کار شد باعث

بترک گشت گلستان و باغ صرفی را
هوای کوی تو ای نوبهار شد باعث

جز جفایش نیست آیین الغیاث
یا غیاث المستغیثین الغیاث

مونس ما درد تو بالبت و نیست
غمگسار جان غمگین الغیاث

تلخ کامی‌ها نصیب ما ز لال
آمده زان لعل شیرین الغیاث

قاتل من از پی هم می‌کشد
بر سر ما خنجر کین الغیاث

باختم در عشق خوبان هر دو کون
رفت هم دنیا و هم دین الغیاث

عقل و جان و دل همه در مانده اند
در خم آن زلف پرچین الغیاث

عشق از خوبان بلا خون جگر
قوت صرفی کرده تعیین الغیاث

رهزن دین و بلای عقل و جان میرزا غیاث
فتنهٔ ایام و آشوب جهان میرزا غیاث

زنده اند آنان که از تیغش شهادت یافتند
زنده می‌سازد به تیغ جانستان میرزا غیاث

گر بباید جان شهید تیغ او نه بود عجب
بلکه می بخشد حیات جاودان میرزا غیاث

در زمان جنبش آخر فتنهٔ برخاسته
قصه کوته فتنهٔ آخر زمان میرزا غیاث

کز پس فریاد کردن جان بلب آمد مرا
کاش گردد آگه از درد نهان میرزا غیاث

کی تواند بود بی او زنده عالم صرفیا
جملهٔ عالم هم چو تو یک جسم و جان میرزا غیاث

فقیه شهر می را خورد و خواند مثلث
بهانه کرده و نام شراب ماند مثلث

فتاده بیخود و بیهوش نیز نه مست شراب
چو صوفی از کف معشوقه ام ستاند مثلث

عجب که خاصیت رنگ باده خاک گرفت
دمی که ساقی من بر زمین نشاند مثلث

بلای آمده بود از دو چشم یار ولی
رسید غمزه و آن را به عار رساند مثلث

رقیب در فن تکسیر صرفیا شده مایل
که تا به صفحهٔ یکیں شکل من نشاند مثلث

## ج حرف الجیم ج

گر کنی بسملم ای خلق تو چون زلف تو کج
نه ترا هیچ گناه و نه مرا هیچ حرج

فتنه را بجهان یار ز سر راست کند
هر که او پادشه حسن کله ماند کج

حج ما طوف در یار و گذشتن ز دو کون
استطاعت که بود موجب فرضیت حج

ساربان ناقه سوارم چه زناز است بخواب
ناقه آهسته تزک ران که بجنبید هودج

پردهٔ هستی اگر مانعم از دیدن تست
دارم از خنجر خون ریز تو امید فرج

محکم از رشتهٔ مهر است رگ زندگیم
چه اگر تیغ جفایت کنندم قطع و درج

برتر از قاعدهٔ بحث و جدل حال من است
بهر ردم چه کنی مولوی انشای حجج

صرفیا عشق و بلا هم نفس یکدگر اند
این دو حرف است برون آمده از یک مخرج

ای دو ابرو بت کج و زلف تو کج خلق تو کج
راست آمد بی کجیها بیت دل ما محرج

ما براه کعبهٔ کویش سر خود باختیم
سر برهنه حاجی آمد پی احرام حج

گر در وصلت بروی من رقیبان بسته اند
چاره ام صبر است و آمد صبر مفتاح الفرج

آستان دلبرش کعبهٔ اهل وفا است
آن حجاج الصفا یا تو نه من کل فج

گاه می خواهد گهی میراند آن بد خو مرا
چون کنم یا رب که بنود طور او بریک نهج

صرفی امید امان جان نباید داشتن
دیدن الحب الذی اجبنه نهب المهج

روش دلبر من با من کج
گردش چرخ فلک هم کج مج

به کف شوق در وصل زنم
فارغ البال اذا لج و لج

کف زنان آمده جنازه که است
مستی از مستی صاحب هودج

غمزه را غارت دینم فرما
که روا نیست بدین هیچ حرج

من نه دانم روش تا فتنت
خود تو فرما بچه طور چه نهج

خلق محتاج بیک جلوهٔ تو
دانا الصب الیها احوج

کعبه ام در کلیسه آمد صرفی
چه کنم قطع بیابان بی حج

ای به تو چشمهٔ حیوان محتاج
تن بجان و به لب جان محتاج

تا تو تازی بکنی نیر اجل
چون خدنگیست به پیکان محتاج

محشر از خلق ز آفات ولی
من بآن آفت دوران محتاج

بهر تخلیص خود از قید بدن
جان بیک غمزهٔ جانان محتاج

مژه اش ناوک دلدوز و دلم
به همان ناوک مژگان محتاج

طرفه کاریست که در دینداری
به بیابان است سلیمان محتاج

طرهٔ تست عجب زناری
ای به زنار تو ایمان محتاج

ساکن گلشن کویت نه بود
به تماشای گلستان محتاج

تشنه محتاج به آب است ولی
من به تیغ تو دو چندان محتاج

طرفه را هست ره عشق ببین
که به مور است سلیمان محتاج

بهر جمعیت خاطر صرفی
دل بآن زلف پریشان محتاج

جان که بیمار تست چیست علاج
مگر آید علاج ما اخراج

آرزومند عمر باقی نیست
جز به آن تیغ جانستان محتاج

بادرود رچشم جادو بیت
شیوهٔ سامری گرفته رواج

ای به شاهنشهی تو کرده خروج
تو ز اقلیم جان گرفته خراج

تو شه تخت حسن و بر سر تو
زیبد از افسر تجمّل تاج

دل به غارت کرشمه است بُرده
غمزه ات کرده عقل و دین تاراج

صرفی از کعبه بسته اند احرام
بهر طوف حریم او حجاج

اوست گنج حسن و زلفش مار بر بالای گنج
وین دل صدپاره آن ویرانه کآمد جای گنج

در زنخ سیم از سر شکم بین سوی گنجم مخواه
باد زر و سیم چشمم کی بود پروای گنج

طالب وصل ترا راحت نمی باید گزید
رنج خوشتر هر کرا در سر بود سودای گنج

دیده ام بیدار می باشد به شبهای وصال
گفته اند آری نیاید خواب زیر پای گنج

هم چو عطشانی که سازد آب شورش تشنه
هست زردار یکه باشد دایما جویای گنج

در سر اهلِ غنا غیر هوای گنج نیست
زیر پای مفلسان بین گنج بر بالای گنج

در هوای گنج اشک از دیده ای صرفی مریز
گوهر اشک تو بهتر از دُر یکتای گنج

شوخیکه در زلفش دلم دارد شکنجه از شکنج
نازک دل است و تندخو بر آتشی و زود رنج

ای دل به عقل خود مجو کنه کمال حسن او
قدرش ز عقلت برتر است او را بدین میزان مسنج

آئین رسمت تا بکی طور جفا طرز ستم
تا چند طور و طرز تو رسم دلال آئین و غنج

دیوانه ات را گر کسی پرسد کز انگشتت چند
هرگز نمیداند که این شش شش بود یا پنج پنج

چشم حقارت صرفیا مکشای بر آیات فقر
هست از زمین فقر ما خاکی که بر سر کرده گنج

حاجی برو به کعبه که پیش گذار حج
کانجاست یک طواف به از صد هزار حج

در راه کعبه نعرهٔ لبیک تا به کی
احرام آن حریم ببند و بیار حج

گر جلوه گر ز کعبه نگردد جمال دوست
بیهوده است عمر نباید بکار حج

قربان حج خویش مرا کرده ترک من
یکسر حج نه بلکه کرده ادا بیشمار حج

صرفی چو آستان وے از کعبہ کم نبود
یارب چرا بمکہ ادا کرد یار حج

هزار سنگ سیم بر تو گر زنند مرنج
تو باش در عوض از کان لطف گوهر سنج

زبسکه غافلے از بندگی نمیدانی
که بر تو چند نماز است فرض شش یا پنج

مگو که ژنده درویش خالی از معنی است
که گفته اند به ویرانه جای دارد گنج

براه کیس بگلت پاے سعی تا زا تو
به کاسہ هوس دست آز تا آرنج

همیشه نفس ترا احتیاط با شیطان
تو با همچو مست شرابی که در روی افتد بیخ

ز نفس خود طمع حسرت آن چنان باشد
که از درخت زقوم آرزو کنی نارنج

چگونه مانع تیر قضا تو اند شد
شهی که باشدش از نیش پشه صد رنج

ز اختیار برون کار شاه و لشکر او
بود چو جنبش شاه و پیاده در شطرنج

ز سردی اجل ایمن چو نیستی صرفی
چگونه گرم کنی جاے در سراے سپنج

احمد آباد است و هر سو نازنینان فوج فوج
بیدلان افتاده در دنبال ایشان فوج فوج

خاکساران بر ره خوبان فتاده خیل خیل
خوب رویان داده رخش ناز جولان فوج فوج

گر درین شهرم نماند دل بجا عیبم مکن
دل ربایان بین بهر جانب خرامان فوج فوج

شیخ چشم من فرستاده پیئے غارتگری
خیل ناز و غمزه را در کشور جان فوج فوج

تا بت من رهزن دین مسلمانی شده
رو بسوی بت خانه آورده مسلمان فوج فوج

خیل لهارا تعاقب کرده چشمش بسته بود
چون شدند از رزمگاه او گریزان فوج فوج

شهسواران را به چوگان تکبر همچو گوی
رانده رانده راند ترک من ز میدان فوج فوج

دل یکی بود و کیانش کرد م از بهر غمی
چون کنم کامد مرا زین گونه مهمان فوج فوج

از ملایک نسبت صرفی را بکوی دوست راه
بسکه گردد آن شب در روز ند گردان فوج فوج

اے به دور لعل میگون تو صهبا را رواج
یعنی از لعل لبت دین مسیحا را رواج

کشتگان تیغ نازت از لب تو زنده باز
از لب جان بخش تو اعجاز عیسی را رواج

دردمندان ترا در دل تو آمد قوت جان — درد یار عاشق نه بود مداوا را رواج
خریدار غم و دردیم نه عیش و طرب — نیست در بازار ما زین گونه کالا را رواج
پیشهٔ ما جان سپاری و وفاداری و بس — کاش بودی نزد خوبان پیشهٔ ما را رواج
در سرای ما چه جویی رونق ورد و نماز — نیست در میخانه تسبیح و مصلا را رواج

یا بیا ای صرفی دل نالش را به فن تعمیه
او همی خواهد از و فن معما را رواج

جانی که خود دهم بربودن چه احتیاج — در بردنش به عشوه نمودن چه احتیاج
من راضیم بآنکه کنی میل کشتنم — قول رقیب را بشنودن چه احتیاج
با آنکه در نقاب اسیر تو عالمی است — از رخ ترا نقاب کشودن چه احتیاج
رنگ غبار چشم به وقت تجلیت — خود می رود ز دل بزدودن چه احتیاج
دردم ز عشق تست بجائی که ممکن است — این درد را دگر به فزودن چه احتیاج

بی خوابیت راحت چشم تو صرفیا
زینگونه چشم را به غنودن چه احتیاج

گر جستجو کنم دل گم گشته را مرنج — ور می برم گمان که تو بی دل ربا مرنج
تقصیر در وفا طلبد التماس عفو — این طرفه ملتمس که ز اهل وفا مرنج
جان من شکسته پریشان ز زلف تست — گر انتقام می کشد از وی صبا مرنج
پیوند اگر به رشتهٔ کوتاه عمر کرد — تا نی کنیم از سر زلفت رها مرنج
از التماس مهر و وفا در گذشته ام — گر آرزو کنیم ز لطفت جفا مرنج
گر قبلهٔ خدای پرستی لبسا زمت — از من مپوشش لحقی برای خدا مرنج
خواهم بکام دولت وصلت بصد دعا — وردم دعای دولت تست از دعا مرنج
چون غیر تو طبیب دل دردمند نیست — گر گویمت به درد دلم کن دوا مرنج
دامن کشیدی از کفم امروز گر ز غم — در دامن تو دست برد روز جزا مرنج
آورده ام بلا بدعاها ز آسمان — تصدیع داده بنده ترا ای بلا مرنج

محرم نیست کآشنای تو عشق ستمگریست
سهل است صرفیا ستم از آشنا مرنج

# ح حرف الحاء ح

چون جام مے بدست گرفتم علی الصباح
کردم بنام مغبچهٔ خویش افتتاح

خطی است گرد لعل مسیحا دمش ز مشک
مضمونش آنکه نزد مسیحا است می مباح

محراب ابروش چو مؤذن بدید گفت
حیّوا علی الصلوٰة و حیّوا علی الفلاح

هرگز نه رنجد از ستم مهوشان دلم
الجور لایزال ملیحا من الملاح

جز باده نیست راحت جانهای اهل دل
راحت نه دیده ایم به عالم به غیر راح

پاکان بر آستانهٔ میخانه اند خاک
من عفر الخدود علیها فلا جناح

آمد صلاح شیوهٔ اهل فلاح لیک
صرفی بود فلاح تو از توبه صلاح

گفتم چه نسیم آمده جان بخش چون مسیح
هذا حدیثکم حسنٌ بل هو الصحیح

شام است از دو زلف سیاه تو تیره حال
والصبح فی الجبالة من وجهک الصبیح

اغیار بهره ور ز نمکدان لعل تو
روحی فداک یا صنمی ما هو الملیح

چشمت به غمزه کرد اشارت به قتل ما
الرمز بالمبالغة اولیٰ من الصریح

گفتی که نالهٔ تو مؤثر چنین چرا است
هذا النبوغ تخرج من قلبنا القریح

شد تازه از شمایم روحم مشام روح
اذ هبت عن ریاض وصال الحبیب ریح

ما را به تیغ غمزه کشد یار صرفیا
اذ قتلنا بمذهب الهوی کذبیح

چنین که هست کنون در سرم هوای قدح
چرا نه هر چه صراحی بهم بپای قدح

بس است بر سر خاکم پیالهٔ لاله
دلیل آن که منم کشتهٔ هوای قدح

اگر به میکده نبود قدح مرا غم نیست
که کاسهٔ سر خویشم بود بجای قدح

به جرعهٔ ز قدح تازه شده دماغم تر
فزود جای بهشتم بوی جانفزای قدح

خدا را برسان ساقیا قدح به لبم
که جان رسید مرا بر لب از برای قدح

اگرچه صرف قدح نقد جان شود گو شو
که باد جان من و صد چو من فدای قدح

غلام همت آن رند میکشم ساقی
که نقد هر دو جهان داد در بهای قدح

خم شراب که او مرشد طریق صفاست | نشان باطن صافش بود صفای قدح
در آرزوی شراب لبش بود صرفی
همیشه درد من درد کش دعای قدح

حیات بخش بپنهان آمده به قالب روح | اگر نه این عمل آموختی به قالب روح
به جان سپاری اگر تن نمود تقصیری | جراز غمزهٔ شد آن شوخ تند معاتب روح
چو دوش گفت که قتلت علی الصباح کنم | ره گریز گزید از تنم شتاب شب روح
چو غمزه اش سبب عاشقی است غمزهٔ اوست | معلم سبق عشق و طفل مکتب روح
ادب پذیر شو ای صرفیا بدان و فتی
که از ادیب محبت بود مؤدب روح

دلا منه سر خود را بزیر بار صلاح | صلاح کار نمی بینمت بکار صلاح
چو رندی آمده ناموس ما مکن تعلیم | اگر به میکده بگذر بجستم ز عار صلاح
ز شوق لعل بتان می پرست و شد تجی | که یافت دست ورع خرقه اش نثار صلاح
صلاح را نکنم اختیار و نه مکنم | کشم شراب محبت باختیار صلاح
بدور آن بت کافر نشان باده پرست | نماند رونق دین رفت اعتبار صلاح
صلاح اگر چه دلم را قرار داده و لی | نمانده ام من دیوانه بر قرار صلاح
صلاح گشته ترا موجب فساد مزاج
به بند رخت خود ای صرفی از دیار صلاح

ای آفتاب من به هوایت دمیده صبح | از شوق طلعت تو گریبان دریده صبح
خورشید سر زدن ز تنم دامنش گرفت | تا همدمی به مهر مه من گزیده صبح
در آرزوی دیدن رویت سپید دم | ای آفتاب شب همه شب ره بریده صبح
آخر نتیجه سوم کذب است تیرگی | نور تمام از نفس صدق دیده صبح
از راه صدق دیده جمال تو عاقبت | ای مه تمام شب چو درین ره دویده صبح
در مهر ورزی تو بمن تا شده رقیب | از آفتاب تیغ سیاست کشیده صبح
صد محنت و بلا شب هجران کشیده
خوش باش صرفیا که ز وصلش رسیده صبح

## حرف الخاء

چوں صراحی به لبش دیده قدح را گستاخ
تنگ دل شد که چرا مشرب یارست گستاخ

گر کند دلبر من جلوه بر آں گوشهٔ بام
نه برآید مه و مهر بریں مینا کاخ

تند باد غضب او گر به گلستان گذرد
افگند شاهد گل را به زمیں از سر شاخ

هستا ز شد از ناوک نازش زاهد
سبحه را گرچه جماد است ببیں صد سوراخ

گر نثار قدمت جاں کند ای مه صرفی
از ادب نیست ولے لطف تو کردش گستاخ

تیر آهم که گذر کرد ازیں مینا کاخ
سپر سبز فلک راست ازاں صد سوراخ

طوطی خط تو ساخت بداں لب منزل
زاں دهان تنگ شکر یافت نے عیش فراخ

کرد غم های جهاں را ز دلم عشق برون
کنس البیت و قد نظفه عن اوساخ

نفخ روح به تن آں سیب ذقن کرد بلے
سیب از روی طبیعت بود ای جان نفاخ

گر نه در بزم وصال آں شه خوباں طلبد
چه حد صرفی مسکیں که درآید گستاخ

اے عشق ترا در دل من جاے فراخ
تنگ بر من ز غمت ایں همه دنیای فراخ

درد و اندوه غمت نیست بهر تنگ دلی
لایق لشکر عشق تو بود جاے فراخ

از غم آهوی چشم تو شد ای طرفه غزال
تنگ تر آهوی چیں آں همه صحرای فراخ

اے که وصلش طلبی و نتوانی جاں داد
چیست با حوصلهٔ تنگ تمنای فراخ

تنگ نائیست عجب ملک وجود ای صرفی
به عدم رو که در انجا است بناهاے فراخ

ز هجرت عیشم اے شیریں پسر تلخ
به کامم بے لبت شهد و شکر تلخ

تو نی مے خورده مست خواب شیریں
مرا از زهر هجراں خواب و خور تلخ

بلا و فتنه آرد سر ز قدت
دهد نخل امیدم بار و بر تلخ

جدا زاں لعل جاں بخش آب حیواں
به کامم تلخ تر آمد ز زهر تلخ

لب تو هرچه گوید با من ای جاں
همه خوبست اگر شیریں و گر تلخ

ز شور عشق آن لب‌های شیرین
همیشه گریه‌های چشم تر تلخ

به کامم صرفی ای جان نوش دارو
ز زهر قاتل آمد بیشتر تلخ

## حرف الدّال

د

عیسی و خضر اگر همنفس من گردند
درد من دیده بجان طالب مردن گردند

عاشقی را نبود پرسشی از مذهب و دین
خواه سجاده‌نشین خواه برهمن گردند

همت ما چو شود دست و گریبان فلک
مه و خورشید نهان در ته دامن گردند

از تماشای جمال دگران دوخته به
دیده‌های که بدیدار تو روشن گردند

عاشقان را که نمکدان بود از جوهر جان
حاش لله که مگس بر دیدهٔ تر گردند

شمع بزم غم و محنت منم و سوختگان
همه پروانه صفت گرد سر من گردند

گر نه دل خون کنی و جان نه دهی در غم دوست
صرفیا جان و دل تو بتو دشمن گردند

شوقت به هزار جان نگنجد
مشتاق تو در جهان نگنجد

چشمت کشد و لبت دهد جان
مرگ آید و درمیان نگنجد

از مهر رخت ستارهٔ من
در عرصهٔ آسمان نگنجد

در خلوت خاص دل به جانان
خود کیست بدن چو جان نگنجد

تیر تو بود در استخوانم
مغزی که در استخوان نگنجد

تیغ تو به قتل ما شده تیز
جائی که اجل دران نگنجد

صرفی به حریم وصل جانان
از هستی تو نشان نگنجد

چو غنچه گر ز دهن تنگ او خموشش آمد
هزار نکته ام از وی به جان گوش آمد

عجب که پیرهنم پاره پاره بخشش پنهان
مرا مگر کرم عشق پرده پوشش آمد

فزود جان من از قلقل صراحی می
که خندهٔ لب ساقی از آن بگوشش آمد

به شیشه می اگر سنگ محتسب می زد — بدور آن لب میگون سبو بدوش آمد
درون اهل محبت ز شور شر می عشق — بسان خم می آتشین به جوش آمد
ز شیشهٔ فلک و جام خور به رتبه فزون — سفال دردی رندان باده نوش آمد
به گوش دل خبر دوست میرساند عشق — به نزد بی خبران نام او سروش آمد
فروخت است به مهر تو خویش را عاشق — سگ تو طعنه زد او را که خود فروش آمد

دهن به مهر بود صرفی و به مستی شوق
چو خم باده دهن بسته در خروش آمد

عشق بازان می گل رنگ نه تنها نوشند — به خیال لبت آمیخته صهبا نوشند
زاهدا می پی دفع مرض عجب بنوشش — که مباح است اگر بهر مداوا نوشند
مست اگر بی گهی را که شد معذور است — گل رخان باده ازین واسطه عمدا نوشند
بادهٔ وصل یار با سبب تمنا نرسد — مگر این باده هم از جام تمنا نوشند
زاهدان ذوق می ناب اگر دریابند — کاسه کاسه همه بر روی مصلا نوشند
ساقیا جام قدح تشنگی اند ترا — چه تسلی دهد این طایفه دریا نوشند

صرفیا باعث رحمت شد خط آن لب یعنی
میکشان باده به فتوای مسیحا نوشند

قتل خویشم شب اندوه چه دل خواه آمد — ناگهان قاتل من سلمه الله آمد
دل ره هجر بریده بسر زلفش رفت — زلف جا داد که مانده شده را راه آمد
نه پی طی ره عشق خضر در همسر عمر — وای بر عمر دراز تو که کوتاه آمد
اگر از محنت عشقت به تنم یک جان کاست — تازه صد جانم از آن محنت جانکاه آمد
حکمت رفتنم از کعبه سوی بتخانه — داند آن کس که نه سر ازل آگاه آمد
بر شب تیرهٔ من طعنه مزن ای ناصح — ظلمتش نور ده صد چو خور و ماه آمد

صرفی از همرهی آه به لب ماند از ضعف
جان کهی تا بر لبم از تقویت آه آمد

قضا اگر با جل حکم قتل عام کند — اجل ز چشم تو صد تیغ تیز وام کند
دلم به زلف تو پیوست آن چنانکه فراق — نمی تواند اگر قصد انتقام کند

هزار دل شده افتاده بر لبش تا دوست — کرا به غمزه کشد ناز بر کدام کشد
چنیں که طوق وفایش بگردن است مرا — سگ خودم که نخواهد دگر چه نام کشد
چو موسیم نه بود آرزو تجلی طور — گہے که جلوه مه من به طرف بام کشد
گل و سمن بدمد از نشان هر قدمش — بهر زمیں که سہی سرو من خرام کشد
بیک نظاره اث از هوش میبرد صرفی
مریخ اگر نه بهر دیدنت سلام کشد

دردا که آه و نالهٔ ما را اثر نماند — آئین مهر و رسم وفا را اثر نماند
هستم بلاکشے که ز روز محبتم — زور آوران خیل بلا را اثر نماند
عاجز ز حل مشکل من صد چو بوعلی است — قانون حکمت حکما را اثر نماند
خوبان ستمگرند و لیکن وفای من — شد غالب آنچنانکه جفا را اثر نماند
صرفی سرشک ما بدلش کارگر نشد
طالع نگر که کوکب ما را اثر نماند

ز زخم تیغ تو خورم دل احباب خواهد شد — ولے ترسم که تیغت ز آتش دل آب خواهد شد
نشان قامت خم گشته ام بر بستر محنت — ز بهر سجدهٔ اهل وفا محراب خواهد شد
بیاد آن لب عناب گون اشکے که میریزم — پئے بیمار هجران شربت عناب خواهد شد
سر موئی که از حال پریشان خودت گفتم — ازیں گستاخیِ من زلف تو در خواب خواهد شد
بسوے تربتش نتوان گذشتن دلبر خود را — گویم قد خم گشتهٔ من گرچه چون قلاب خواهد شد
یکے از دیگرے نامهربانتر میشود هر دم — متاع مهربانی در جهان نایاب خواهد شد
اگر با غیر گردد دُرفشان لعل گهر بارش
روان از دیدهٔ صرفی عقیق ناب خواهد شد

مجردان به رهِ عاشقی چو گام نهند — سخنت بر سر خود پا درین مقام نهند
به بزم عشرت می ساقیان بادهٔ عشق — ز کاسهٔ سر خویشم بدست جام نهند
کنند خاک نشینان ببام عرش عروج — اگر ز همت خود نردبان ببام نهند
بآب خضر دهم قند کین جویان را — اگرچه زهر هلاهل مرا به کام نهند
چو تیغ آه کشند اهل عشق کو خوبان — ز تیغ خستهٔ دلان تیغ در نیام نهند

جنونِ تو خرد افزونت آمده صرفی
نه عاقلی و نه مجنون ترا چه نام نهند

زهی خوشا قوم که از جان هستی ساخته اند
جان فدای چو تو نازک بدنے ساخته اند

عرق افشاں به چمن آمده گل چهره کیست
که زهر قطره ازاں یاسمنے ساخته اند

بے تو نیست عجب کوه غمم جاں کاه است
که زهر سنگی ازاں کوه کفنے ساخته اند

مژده وصل تو داده ندهرا باور نیست
بهر تسکین دل من سخنے ساخته اند

رفته تا پیرهن غرقه بخوں گشته دوست
حله خود از بیناں کفنے ساخته اند

میل نازک بدنے دارم ازاں قوم نسیم
که چو یعقوب به گل پیرهنے ساخته اند

هر کجا صومعه بود بتاں اے صرفی
پیر آں صومعه را برهمنے ساخته اند

چو یار بهر صبوحے ز خواب بر خیزد
قدح گرفته به کف آفتاب بر خیزد

هزار خوں به تگاپے کند ستمگر من
ز خواب ناز چو مست شراب بر خیزد

اگر نهد به چمن نونهال من قدمے
به جائے سبزه ازاں مشکناب بر خیزد

حجاب چهره مقصود ما است هستی ما
خوشست اگر ز میاں ایں حجاب بر خیزد

به محشر از نفس گرم عاشقاں چه عجب
اگر ز ابلق جهنم عذاب بر خیزد

چه شیوه است نه دانم که سرو من از ناز
گهے نشیند و گاه از عتاب بر خیزد

به خاک فتنه اگر فتنه جوی من برسے
ز خاک باز بصد اضطراب بر خیزد

از بلا نیست دل خسته ما در فریاد
بلکه از درد دل ما است بلا در فریاد

من نه آنم که بنالم ز جفا و ستمت
از رقیبان تو هستم بخدا در فریاد

من گرفتار غمم و دل به خم زلفت اسیر
همه کس چوں من از تیغم همه جا در فریاد

پیشه او ستم و شیوه او خوں ریزے
عالمے زاں مه بے مهر و وفا در فریاد

دل پر درد تو صرفی بدو چو راضی نیست
همه از درد دل او زد وا در فریاد

زهم از هجر و ز شادی به وصل یار خواهم مرد
بهر حیلے که باشد عاقبت ناچار خواهم مرد

همیشه من جدا و متصل اغیار با یار است ❊ ز درد هجر یا از غیرت اغیار خواهم مرد

چه گویم کز عتاب ناز او دوشینه چون مردم ❊ اگر خود زنده ماندم هم چنین بسیار خواهم مرد

چه می گویی طبیبا از برای صحبتم بی او ❊ چو صحت یافت گر ز هجرش من بیمار خواهم مرد

به کار عاشقی پیوسته مشغولم من بیدل ❊ عجب نبود که در مشغولی این کار خواهم مرد

اگر گاهی رخش را بینم از دهشت رود جانم ❊ وگر یک دم نبینم روی او را زار خواهم مرد

رقیب از صحبتم تنگ و سگ تو عار میدارد ❊ نه دارم غم ز ننگ او و لی زین عار خواهم مرد

چنین کز حالم ای بدخو تغافل می کنی هر دم ❊ همه یک بار می میرند و من صد بار خواهم مرد

دریغ و آه ای عرفی نه دل با من نه دلدار است
چه باک از بیدلی لیک از غم دلدار خواهم مرد

گر به کویش گذری پای ز سر باید کرد ❊ قصه کوته ز سر خویش گذر باید کرد

غمش آمد به حریم دل و فرمود که جان ❊ لایق صحبت ما نیست بدر باید کرد

هنر عشق ز عشاق بیاموز و لی ❊ سالها خدمت ارباب هنر باید کرد

بیدلم نشده ام تنگ دل از ملک وجود ❊ عزم جزم است کزین ملک سفر باید کرد

سوی خوبان نگرد هر که تواند جان داد ❊ ورنه زین طایفه البته حذر باید کرد

عاشقی و قدح عیش به کف یعنی چه ❊ کاسه دیده پر از خون جگر باید کرد

آخر کار توان دید رخ یار و لی ❊ اول از هر دو جهان قطع نظر باید کرد

ناوک غمزه خوبان کمانی ابرو را ❊ ای دل از جان هدف از سینه سپر باید کرد

ناله ات رفت که آگه کند او را ز غمت
عرفی آن رفت کنون فکر دگر باید کرد

در چشم خود ز خاک رهت توتیا کنند ❊ آنان که خاک را به نظر کیمیا کنند

با منکران رؤیت حق روی خود نما ❊ تا در رخت نظاره نور خدا کنند

آنان که لذت غم و درد تو یافتند ❊ نی آرزوی عیش و نه فکر دوا کنند

گر عیش کشته ای ندانند زندگان ❊ گر زخم یک خدنگ تو صد جان فدا کنند

ای آنکه عاشقی است خریدار وصل تو ❊ از آن بود اگر به دو کونش بها کنند

چون جلوه گر تویی چه بجنت چه در جحیم ❊ اهل جحیم میل بجنت چرا کنند

صرفی بلاکشان طریق محبتش
از جان خود نشانهٔ تیر بلا کنند

گر نه مارا محتسب جام تنعم بشکند
از هوا سنگی بناگه افتد و خم بشکند

گرچه در راه محبت سنگلاخ محنت است
کی سمند همت عشاق را سم بشکند

خود فروشان اهل عالم از عشق خواهم جذبهٔ
تا مگر بازار تعلیم و تعلم بشکند

ده چرا یارب مرا از تلخ کامی میکشد
نوشخند من که شکر از تبسم بشکند

قیمت لولوی تر قدر عقیق ناب هم
لعل شکربار او گاه تکلم بشکند

کس نمی بینم که از چشمش دلش نشکسته است
چشم شوخت تا یکی دلهای مردم بشکند

هر کجا صرفی ز روی باد زلف پرخمش
خار در پای دلت از زخم کژدم بشکند

از خدا خواهم بتر کز دین پشیمانم کند
عشق ایمان سوز او از نو مسلمانم کند

در ره دین عشق کفر اندیش خواهم تا مگر
ظلمت کفرش مدد در نور ایمانم کند

فهم اسرار غم خوبان ز دانش برتر است
جذبهٔ از عشق میخواهم که نادانم کند

تا غمش سازد خلاص از عالم کثرت مرا
تن بکاهد دل رباید غارت جانم کند

من ضعیف و ناتوان بار محبت بس گران
قوتی بخشد غمش کین مشکل آسانم کند

حسن را راز نیست با عشق و نمیداند خرد
غمزهٔ خوبان خبر زین راز پنهانم کند

نیست سامان ره عشق تو جز جان باختن
مشفقی کو چون اجل تا فکر سامانم کند

از قدح بینم جمال ساقی بزم ازل
گر پر از صاف تجلی جام عرفانم کند

میکشم صرفی شراب عشق بر دم جام جام
ترسم آخر نشئه اش فارغ ز ایمانم کند

چه لاف قامت نو شاخ گل ای سرو دلجو زد
نسیم نوبهار از غنچه هستی بر سر او زد

مرا آتش بدل زد آنکه جایش جز درین دل نیست
غریب است اینکه دل میسوزد اما او نمی سوزد

بیک نالهٔ چه فتنی در دمندان بسته اند کرده
نمیدانم چرا آن شوخ چندین چین در ابرو زد

غبار راه او گشتم که گیرم دامن او را
ولی از ناز دامن بر میان آن سرو دلجو زد

چو شد وابستهٔ هر تار مویش رشتهٔ جانم
پی آزار جانم صد گره بر تار هر مو زد

بپا پیش قد تو سرو شمشاد اند استاده | اگر ایما شے بخدمت مے کنی خواہند زانو زد

چو روی یار ما نیکو است خویش هم دلی زرسم

که از خوبان دیگر صرفیا بدخوئی آموزد

چون جانب چمن گذر آن سرو ناز کرد | شمشاد و سرو را قدمش سرفراز کرد

کوتاه ساخت رشتهٔ عمرم به پیچ و تاب | مشاطه که دست به زلفش دراز کرد

در دیده ام جمال حقیقت نمود رو | تا چشم من نظاره ز حسن مجاز کرد

رد کرد مدعی به تو ناشسته دل ز غیر | بیدین مگر بغیر طهارت نماز کرد

هر چند کردمش پی هم صد نیاز پیش | پیش از نیازهای من آن شوخ ناز کرد

بگشود یار من دهن از بهر پرسشم | بر در دهن خود در مقصود باز کرد

محراب ابروان ترا دید غالبا

صرفی که سجده ها بزمین نیاز کرد

چه عجب بر لب اگر جان فگاری برسد | عجب اینست که لب بر لب یاری برسد

رشتهٔ جان من از چنگ اجل کی گسلد | که بدان رشتهٔ ز گیسوی تو تارے برسد

نه مرا پا که بسر منزل مقصود رسد | نه مرا دست که در زلف نگارے برسد

گر رسد بر سرم آن سرو روان جلوه کنان | بجز آن دیدهٔ غم تازه بهارے برسد

خاک راهش شده آب از مژه میریزم از آن | که مبادا به دل یار غبارے برسد

سر برارم دگر از تربت خود لاله صفت | بر سر خاکم اگر لاله عذارے برسد

صرفیا گر تو بایوان وصالش نرسی

زار مے نال مگر نالهٔ زارے برسد

کاشکے غیر فلک کارگزاری برسد | تا مگر عاشق زارے به نگارے برسد

کارم از عشق خرابست بیا دستم گیر | اگر اے بخت ترا دست به کارے برسد

بگدازد غم و آید زره دیده برون | این بود گریه بپایے که بجائے برسد

بسکه رسوا شده ام قصهٔ دیوانگیم | چه عجب گر ز دیارے به دیارے برسد

گرد شد بر تو بندارم در دیده هم | اگر از رهگذرے گرد سوارے برسد

همدمے با سگ تو مے کنم و می پرسم | که مبادا از منش تیبیے دعائے برسد

بکشا لب زهی پرسش صرفی چه شود
گر به کام دل خود عاشق زاری برسد

بخوبی چون تن خوبان چو گل پیراهنی آمد — تنت در پیرهن مانند جانی در تنی آمد
زپا افتاده اند از چشم شوخت شیر دل مردان — غزال چشم تو خوش آهوی شیر افگنی آمد
چه حد من که با همچون توی همدم توانم شد — سگانت را چه عار از صحبت همچون منی آمد
تو می بینی پی آهم سوی غیر و من همی میرم — ندانم چون زیم چون هر زمانم مردنی آمد
خوش آمد جان نزارم را وطن در گوشهٔ چشمت — که از چنگ اجل آن گوشه خوش مامنی آمد
زلیخا راه سخت عاشقی پیمود مردانه — تعالی الله که مرد این چنین راهی زنی آمد
چه حد گل که در خوبی تواند با تو دعوی زد — که او قانع ازین خرمن به مشت ارزنی آمد
بجنبی آمد مسلمانان که کارش غارت دین است — چه سازم چون کنم در راه دینم رهزنی آمد

دل صرفی که دارد جا درکاشانهٔ سینه
برای دیدنت از دیده او را روزنی آمد

دلم امید آن دارد که باز آن سرو ناز آید — خرد گوید محالست اینکه عمر رفته باز آید
بدندان خیال ار میگزم لب های شیرینش — نزاکت بین که ظاهر زان دو لب آثار گاز آید
نه دلداری که بنماید به حال بیدلان لطفی — نه غمخواری که مای بیچاره گان را چاره ساز آید
نماز عشقبازان کی درست آید مگر وقتی — که طاق ابروی دلدار محراب نماز آید
بسی تقصیر خواهد بود عذر آن همه مشکل — به یک نازش اگر از دردمندان صد نیاز آید
خیال روی آتشناک او دارم بدل اما — مبادا همچو شمع از آتش دل در گداز آید

چو حسن صورتش بی حسن معنی نیست ای صرفی
خوش است از عشق ما هم بر حقیقت از مجاز آید

بعمر خویش هلاک تو زندگان که نباشند — چه زندگیست چه عمر است بهتر آنکه نباشند
چنین که دام دل است و کمند جان زلفت — تو خود بگو که اسیر تو می توان که نباشند
چسان شهان سر سروری با فسر شاهی — سری نهاده بر آن خاک آستان که نباشند
بجز نسیم ازین واعظان شهر که خود را — خیر الخلق نمایند آنچنان که نباشند
توئی نشانی دیار ات از تو صرفی کم نام — نشان [illegible] نه بیابند بی نشان که نباشند

چو از سرو قدش آب روان را یاد مے آید — سر خود مے زند بر سنگ و در فریاد می آید

شب ہجراں کہ در فکر قدِ او می برد خوابم را — بہ خوابم در نظر گہ سرو گہ شمشاد مے آید

دلم در کوی او رفتہ بشادی میبرد غم را — از ینسو میرود غمگین ازاں سو شاد مے آید

بیک غمزہ تو مجنون مے توانی کرد لیلی را — نمے آید ز شاگرد آنچہ از استاد مے آید

رقیب سنگدل را رخنہ ہا در دل توانم کرد — کہ کوہ بے ستوں را کند از فرہاد مے آید

بجنت گر ز باغ کوی او بوئے برد رضوان — پئی دربانی آں شوخ حوری زاد مے آید

مکن روی ارادت سوی شیخ خانقہ صرفی
کہ پیرے فردشت از پئی ارشاد مے آید

در میاں بربست شمشیر و بہ قتلم وعدہ داد — گفت اینک درمیان تیغ الست بہر اعتماد

سرو ناز من دہن بکشود بہر پرسشم — غنچۂ امید من بکشاد از شاخ مراد

عالمی دارم بہ عشق او ازاں عالم بروں — بستہ ام عہدی کز اں عہد الست آمد بیاد

درد عشق او کہ دارم سینہ پُر خوں ازاں — ہر کہ بیروں نیست ازاں عالم دریں عالم مباد

گرچہ از عشق نکویاں در بلا افتد دلم — خواستم از دل بیرونش سازم اما دل نداد

عالمی دارم بہ عشق او ازاں عالم بروں — بر بلای عشق دل ناچار مے باید نہاد

پر سرم افتاد در کویش رقیباں را گذر
ہر کسے یارب نیفتد آنچہ بر صرفی فتاد

گرچہ بر ما ستم خوی تو بے حد باشد — گر نکو خوی نہ گویم ترا بد باشد

الف قد تو ای سرو خوش آمد ما را — این نہ حرفیست کہ از روی خوشش آمد باشد

تا بکے حرف رقیبان تو بر لوح قبول — چند بر نام محباں رقم رد باشد

سرو شمشاد چرا پیش قدت سر نکشند — کہ نکو نیست کہ ہر کس بسر خود باشد

صورت دلبر عاشق کش خود میخواہم — نقش لوحے کہ مرا بر سر مرقد باشد

بندہ خسرو عشقیم و شہ ملک وفا — گر کشند دست ز زنار تو مرتد باشد

بسر زلف چو زنار تو صرفی دل بست
گر کشد دست ز زنار تو مرتد باشد

چو من زاہد ترا جویاں عجب باشد اگر باشد — بہ معبود منش ایمان اگر باشد عجب باشد

محالست اینکه جز واجب کسے داند بانش را — وجودش نیز در امکان اگر باشد عجب باشد
دو چشمش را که بے باک اند کافر کیشش مردم کش — ترحم بر مسلمانان اگر باشد عجب باشد
ندیدم هیچ لعلی و عقیقی چون لبت آرے — به عالم جوهری چون جان اگر باشد عجب باشد
دل صرفیست ای گل عندلیب گلشن کویت
چو بلبل مایل بستان اگر باشد عجب باشد

دل من زنده بے جانان اگر باشد عجب باشد — بدن را زندگی بے جان اگر باشد عجب باشد
رخش را ماه عالم تاب گویم یا بخے گویم — باین خوبی مه تابان اگر باشد عجب باشد
همه در حیرت اندے دوستان اما کسی چون من — به کار خویشتن حیران اگر باشد عجب باشد
مجو از من سر تدبیر کار خویش و سامان هم — که عاشق را سر و سامان اگر باشد عجب باشد
تو سهی نازک نهالی باغ خوبی سرو ناز من — نهالی چون تو در بستان اگر باشد عجب باشد
اسیر اینکه میل دل باو دارند ای صرفی
دل او مایل ایشان اگر باشد عجب باشد

بیا ساقی که باز آن سرو قد گل عذار آمد — بده جامیکه بستان دلم را نو بهار آمد
رسیدم آن که هر دم زار مے نالیدم از هجرش — بحمد الله که آخر نالهٔ زارم به کار آمد
زعین مردمی مانند نور دیده چشمم — نیامد تا نه چشمم از غم او اشکبار آمد
بکام من شد از باغ جهان سیب زنخدانش — نهال آرزو و نخل امیدم ببار آمد
قرارے در تنم بے او نبود این جان محزون را — بحمد الله که آن آرام جان بے قرار آمد
به وصل یار خود خرسندی و عشرت چه اندیشم — کنون غمگین چرا باشم که یار غمگسار آمد
بر آورد ایزد امید تو اے صرفی بلے نومید
نه گردد هر که بر درگاه تو امیدوار آمد

سمند ناز را جولان کنان آن شهسوار آمد — غبار آسا برقص از ذوق آن این خاکسار آمد
ز ذوق جام وصلش پای کوبان کف زنان گویم — بحمد الله که یار آمد بحمد الله که بار آمد
کرم کن یک دو جامے از شراب کهنه ام ساقی — که بازم نو عروسے کامرانی در کنار آمد
دماغ دل معطر گشت مشام جان معنبر شد — چو از گلزار وصل او نسیم مشکبار آمد
بر آمد سوی ما آن دلربا کو جان طالب تا — دگر نه جانب اهل وفا بهر چه کار آمد

بجان بودم ز درد انتظار وصلش ای صرفی
بحمد اللہ کہ خود درمان درد انتظار آمد

کس از خوبان وفاداری نہ بیند
جز آئین ستمگاری نہ بیند

بعشقت خواری ما عزت ما است
عزیز عشق تو خواری نہ بیند

رخت را چشم خواب آلود بختم
اگر بیند بہ بیداری نہ بیند

خوش آن لحظہ کہ چشمت سویم از ناز
چنان بیند کہ بیداری نہ بیند

عزیز من بہ مصر حسن یوسف
بہ دور تو خریدارے نہ بیند

گر از غم میردایں بے چارہ بے یار
ز کس یاری و غمخواری نہ بیند

بہ یاران دگر دل را چہ کار است
اگر یار خود ازیاری نہ بیند

گرفتارم بہ عشق تند خوئے
بد بیناں کس گرفتاری نہ بیند

منال ای صرفی از بیماری تن
دلت باید کہ بیماری نہ بیند

آں ماہ مہربان من اصلا نمے شود
ہر چند سعی مے کنم املا نمے شود

وہ چوں کنم چگونہ بدانم کہ عاقبت
دلدار یار بشنودم یا نمے شود

تا غنچہ دہاں نہ کشا بد بہ پرسشم
ہرگز گل مرادم از و وا نمے شود

دادیم جان و دل کہ میسر شود وصال
خنداں بہ ناز گفت بایں ہا نمے شود

دزدیدہ است نقد دلم را دہان او
دزدی ربودہ است کہ پیدا نمے شود

از بسکہ پر ز قول رقیب است گوش تو
در گوش تو حدیث مرا جا نمے شود

صرفی دوای درد خود از غیر او مجوی
بیمار عشق بہ ز مسیحا نمے شود

امید وصل ہر کس را ز سرو گل عذار خود
مرا چوں لالہ بر دل داغ نومیدی ز یار خود

ہمہ محرم حریم وصل را با خاطر خورم
منم در کنج حرمان حرمان با دو چشم اشکبار خود

زیاراں یافت کار ہر یک از عشاق سامانی
منم بے یار خود در ماندہ و حیراں بہ کار خود

سکونے و قراری نیست در تن جان زارم را
ندانم چوں دہم تسکین جان بے قرار خود

فراق یار نتوانیم کردن اختیار را ما
بدست خویش ما را نیست اصلا اختیار خود

سیه روز و پریشان روزگارم از سر زلفش | بروز خویشتن گریم یا بر روزگار خود

امید وصل آن مهوش چه ما را نیست ای عرفی
کنون ناچار باید ساخت با شبهای تار خود

دی سخن گو آن دهان تنگ در گفتار آمد | غنچه را حیرانی آن مانع گفتار بود
من دل خود را ندادم جز بیاد غمزه است | ورنه جان من بعالم خوبرو بسیار بود
چون کشیدند بهر قتلم چشم تو تیغ جفا | غمزه شوخ تو نیز هم با آن جفاجو یار بود
غیر ما غمخوار هی هر بیدلی خوبان کنند | یاد آن روزی که ما را هم کسی غمخوار بود
این زمان باید مصاحب شد مرا در کوی تو | با کسی کز صحبت او بیش از نیم عار بود
خرقه رهن می به دور لعل میگون تو کرد | زاهدی کان خرقه او را پرده پندار بود

دوش دیدم عاقبت دیدار جانان را بخواب
دیده بخت من ای عرفی مگر بیدار بود

هلال عید مگو بر فلک هویدا شد | کلید میکده گم گشته بود پیدا شد
رسید عید مه من بعهد رخ ساقی | بیار باده که بزم طرب مهیا شد
رقیب کرد تقاضای عیدی از لب او | مرا که شیمه او مانع تقاضا شد
دلم که بلبل دستان سرای باغش بود | ز قند ناب لبش طوطی شکرخا شد
چو روز عید در آمد بجلوه دلبر من | نظاره گی همه تن دیده در تماشا شد
مرا که بود تمنای وصلش این عجب است | که روز وصل دو چندانم آن تمنا شد

بزم وصل دل مرده زنده شد عرفی
که ساقی صبحی جام بخشش من مسیحا شد

ابروانت دو هلال است و مه روی تو عید | جز به دور تو دو ماه نو و یک عید که دید
غرق خون جگریم با قد خم گشته خود | چه هلالی که نماید به شفق در شب عید
نه هلالست که کرد از ره تعظیم فلک | از زر ناب برای در میخانه کلید
گر ندارد هوس آن که رکاب تو شود | شهسوارا بچه رو پشت مه عید خمید
وعده وصل تو در عید مرا بود ولی | وعده نزدیک رسیده است و فا مانده بعید
روز عید آن همه تیری که فکندی به هدف | لله الحمد که جز بر جگر من نرسید

پیش آن پادشه حسن به رسم عیدی
صرفی دلشده جز تحفهٔ جان را بکشید

عید آمد و یاران همه خورم بوصل یار خود / مسکین من بیدل بجان از فرقت دلدار خود
وصل تو عید اهل راز از روی خود کن پرده باز / عید است و محروم مساز از دولت دیدار خود
وارستگان در قید تو مرغان قدسی صید تو / ای دام مکر و کید تو از طرهٔ طرار خود
گر خواهد آن نامهربان آزار جان بیدلان / خواهد دل ما هم بجان از بهر او آزار خود
باز از ره لطفم اگر بر سر نهد آن سیمبر / دریای او ریزم گهر از چشم گوهربار خود
نرگس صفت در بوستان ساغر بدست دوستان / بر سینهٔ من لاله‌سان داغی ز گل رخسار خود

حلوای عیدی آرزو داریم چون صرفی ازو
ای کاشکی بگشاید او لعل شکر گفتار خود

مژدهٔ دیدار تو با دردمندان داد عید / ای وصالت عید مشتاقان مبارک باد عید
خلق را جز یک دو عیدی نیست در سالی تمام / با وصال تو مرا هر هفته هست هفتاد عید
شادمان هر کس بروز عید ماه من ولی / بی جمالت کی تواند کرد ما را شاد عید
روز عید از جلوهٔ خوبان جهان پر زیب و زین / هیچ کس هرگز بدین خوبی نه دارد یاد عید
موجب شادیست عید و بی تو ام غمناک ساخت / باز در عالم مگر طرحی دگر بنهاد عید
جز تماشای رخت در عید مطلوبم نبود / وه نه دانم که مطلوبم نخواهد داد عید
بسکه فریادم به عید است از غم نادیدنت / گر زبانی داشتی کردی چو من فریاد عید

روز عید من روی سودن بر درش مقصود بود
وه که ای صرفی در مقصود نگشاد عید

پر از دود آسمان زین آه دود آلود می گردد / پی باران غم ابر بلا آن دود می گردد
چه غم گر دیر می آید ز جانان وعدهٔ وصلم / پی آن بی وفا از وعدهٔ خود زود می گردد
نه رنجم ز جور یار و می میرم ازین غیرت / گر اغیار جفا اندیش ازان خشنود می گردد
نکو رو نیست مقصود دل در جستجوی دوست / به درهای نکویان بهر این مقصود می گردد
چنین کان بی وفا مایل باغیار بد آموز است / چسان من میشوم مقبول او مردود می گردد
بسودای محبت جز زیان نقد هستی نیست / ولیکن این یک زیان سرمایهٔ صد سود می گردد

به فکر آن دهان و ذکر پنهانش عجب نبود
اگر صرفی گهی معدوم و گه موجود میگردد

بود چون غنچه پیکانش که خون آلود میگردد — وزین یک غنچه حاصل صد دل مقصود میگردد
چسان بیند مه من سوی خوبان دگر چشم — که میل آتشین مژگان خون آلود میگردد
دل خامم را چه داند تا نسوزم ز آتش عشقش — که بعد از سوختن معلوم بوی عود میگردد
اگر میخواهد آن مه صحبت ما دیر میخواهد — ولی دلگیر میگردد ز صحبت زود میگردد
نباشد موجب خشنودی او غیر جان دادن — فدایش صد هزاران جان اگر خوشنود میگردد
به شمشیرش چه حاجت بهر قتل ما دل افگاران — که از یک غمزهٔ او عالمی نابود میگردد

چو میگردد دل از ملک وجودم دور ای صرفی
بیک دم جمله اسباب سفر موجود میگردد

چون سخن آن غنچه دهن میکند — در دهن غنچه سخن میکند
دلبر من تیغ جفا می کشید — بیدل او فکر کفن میکند
ز آرزوی نافهٔ خال بتان — خون دل آهوی ختن میکند
فرش ره سرو خرامان من — باد ز نسرین و سمن میکند
از حرم سینه مسافر شده — جان به در دوست وطن میکند
ساغر می رهزنی زاهدان — زان دو لب توبه شکن میکند
موی شگافی به فن دلبری — طرهٔ آن نادره فن میکند

یار که صرفی پی قتل من است
پیروی خاطر من میکند

ز بهر عاشقی زاری که در کوی بتان افتد — بلای گر نباشد بر زمین از آسمان افتد
به رغم من مشو یارا رقیبان جفا پیشه — مکن کاری که کار دوستان با دشمنان افتد
نگویم سوز دل با شعلهٔ شمع چراغ امشب — نکو نبود که سر عاشقی در هر زبان افتد
بجانان کارم افتاده است و شد حالم بسی مشکل — کسی حال مرا داند که کار او بجانان افتد
نخواهم طوبی جنت کز پس مردن — به خاکم سایهٔ قد تو ای سرو روان افتد
ز شادی بشگفد گل باغ باغ و باغ هم گل گل — چو سرو گل رخ ما را گذر در بوستان افتد

به تعریف میان او کشد در شعر طبع من
اگر صرفی ز اہل طبع شعری در میان افتد

شراب آتشیں نوشے و شورے در جہان افتد
ترا بر لب رسد می خلق را آتش بجان افتد

زمان حسن تو آخر نخواہد شد ولے ترسم
که از حسنت بعالم فتنهٔ آخر زمان افتد

نہان راز لبت داغ سینه ام لیکن چو از شوقت
گریبان پاره سازم پرده از راز نہان افتد

وجود آں دہان نبود یقین اما گمانے ہست
که دل وقت تکلم کردن او در گمان افتد

مرا در کوی جانان کار با اغیار افتاده است
مباداً آنکه کار ہیچ کس با ناکسان افتد

اگر دم در کشم از شعلهٔ غم جان و دل سوزد
وگر آہی برآرم آتشم در خانمان افتد

چو تیرے بر جگر ای صرفی آید زان کمان ابرو
کند دل دعوی آں بردی و جان در میان افتد

دردمندے که غم عشق تو در جان دارد
دلکے سوخته و چشمک گریان دارد

ہمدم عاشق مسکین نبود جز غم تو
دم زدن بے غم عشق تو چه امکان دارد

ہر که سودای سر زلف تو باشد به سرش
روزگار سیه و حال پریشان دارد

غم دنیا به یکے و غم دین با دگرے
دردمند تو نه این دارد و نے آں دارد

نفسے بے غم عشقت نتواند بودن
صرفی دلشده تا در تن خود جان دارد

زینسان که یار در دل افگار در رود
ترسم غمم از دلم بدل یار در رود

جائے که مضطرب به ہوائے وصال اوست
آسان ز تن بر آید و دشوار در رود

از شرم زلف یار در آید بنافه مشک
وز نکهت بناف آہوی تاتار در رود

بالا بلند من چو خرامد بسوے باغ
سرو از خجالتش سوی دیوار در رود

چون جز خیال دوست نگنجد بدیده ام
خواہم چنان به دیدهٔ دیوار در رود

از گرد راه دامن خود برفشان چنان
کیں توتیا بدیدهٔ خونبار در رود

صرفی که بار عقل ز دل و دین ز سر نہاد
خواہد به کوے عشق سبکبار در رود

از سینه ناوکش بدل زار در رود
در جان خسته از دل افگار در رود

در کوی تو چو جلوه کند نور آفتاب / از شرم تو به سایهٔ دیوار در رود
از مقدم حبیب و ز همراهی رقیب / یک غم ز دل برآید و بسیار در رود
ترسم که باز تهمت خونش کنند خلق / گر یار من به دیدهٔ خونبار در رود
تا جز به روی او نتوانم گشاد چشم / در دیده ام ز هر مژه مسمار در رود
ای نوبهار خوبی او ایمن از خزان / تا کے ز گلشنت به دلم خار در رود
خواهیم میل کشتن صرفی به خاطرش / بارے بدین سبب به دل یار در رود

گر ز کوی خویشم آن نامهربان بیرون کند / مهر خود را از دلم یا رب چسان بیرون کند
طالب وصلیم و نتواند مه من مهر من / کی تمنا را ز جان بیدلان بیرون کند
گر نه بد گل لاف خوبی در زمان حسن او / تند باد غیرتش از گلستان بیرون کند
دل غم و اندوه جانکاه فراق یار را / روز وصل از راه چشم خونفشان بیرون کند
پیرهن پیر نصیحت گو چو من خواهد درید / آخریش از پردهٔ زهد آن جوان بیرون کند
شاید این شوخیکه دارم من نگنجد در جهان / اگر ز غمش اهل جهان را از غمش بیرون کند
جای بودن تنگ خواهد گشت از غم های او / تا نه صرفی از درون سینه جان بیرون کند

از دوری او بتر چه باشد / مشکل تر ازین دگر چه باشد
از جور و جفای او نرنجم / کز دوست خوش است هر چه باشد
او مست شراب ناز دایم / از حال منش خبر چه باشد
کاریکه درین زمان توان کرد / از عشق تو خوب تر چه باشد
گویند بعشق بیم جان است / کی ترسم از آن اگر چه باشد
سوزے به دلت چو نیست ناصح / انفاس ترا اثر چه باشد
از بهر خدنگ غمزهٔ او / جز سینهٔ من سپر چه باشد
جز عشق بتان هنر نداریم / صرفی به ازین هنر چه باشد

فراق زبس خود اختیار نتوان کرد / باختیار جدائی ز یار نتوان کرد

سرشک چشم منست از حد شمار برون — ستاره های فلک را شمار نتوان کرد
ز شاخ عمر گل عیش بی تو نتوان چید — که در خزان هوس نوبهار نتوان کرد
خدای را برو ای پندگو مده پندم — فسانه های ترا اختیار نتوان کرد
همیشه عاشقی روی خوب کار است — به هیچ وجه دگر هیچ کار نتوان کرد
چنین که بی تو خزانست باغ عمر مرا — نظر به لاله و گل در بهار نتوان کرد
چه تاب صبر چه جای قرار بی رخ تو — جدا ز روی تو صبر و قرار نتوان کرد

چه چاره گر نه قضا کار عالمی زار است
که عرفیا به قضا کارزار نتوان کرد

شاهد گل در چمن از یار یادم میدهد — خار در پهلویش از اغیار یادم میدهد
کافر عشقم بجای سبحه زنار به — گر سر زلف بتی زنار یادم میدهد
گر به گورستان بگیرم جای همچون کوه کن — کبک خوش رفتار از آن رفتار یادم میدهد
ور به صحرای جنون مانند مجنون رو نهم — آهوی مشکین از چشم یار یادم میدهد
از شفا بیماری بهتر که در کنج فراق — جان من زان نرگس بیمار یادم میدهد
میفزاید جان درون سینه بیمار من — چون از زخم تیغت آن افگار یادم میدهد

گرچه صد پروانه سوزد شمع را عرفی چه غم
وه که بی پروائی دلدار یادم میدهد

مرا چگونه قراری جدا ز یار بود — مقرر است که بی یار چون قرار بود
باضطرار جدا از تو ساخت گردونم — چگونه از تو جدا کس باختیار بود
چرا نه دمبدم از دیده خون بیفشانم — چو سینه چاک و جگر ریش و دل فگار بود
به خاک من افکن ای سرو سایه ز کرم — دمی که منزل من گوشه مزار بود
چو میرم از غم آن گل درون مرقد من — ز خار خار غمش صد هزار خار بود
روم ز راه وفا بر درش شوی انجا — چو من کمینه سگی را چه اعتبار بود

غبار خاک رهش نور دیده عرفی است
اگر تیرگی دیده از غبار بود

کدام دل که ز عشق تو دردناک نشد — کدام سینه که زین درد چاک چاک نشد

چناں ز درد دل زار من شود آگہ | چو ہیچ کہ دل آں شوخ دردناک نشد
چو دیدہ بہرہ من یار را رقیب چہ سود | چرا نہ مرد ازیں غصہ و ہلاک نشد
بر آستانہ سر نہادہ اند ہمہ | کدام سر کہ بریں آستانہ خاک نشد
چسگی نہ بہرہ برد زادہ از شراب طہور | جہ ہیچ کہ لب او تر ز آب تاک نشد
دلم ز ناوک تو بہرہ نہ داد بجاں | زہے حریص کہ راضی باشتراک نشد

چگونہ عکس رخش در دولت فتد صرفی
ز زنگ غیر چو آئینہ تو پاک نشد

یاد آں روز کہ بر دیدہ من جاے تو بود | سرمہ چشم من از خاک سگ پاے تو بود
یاد آں روز کہ منزل بر دلم داشتہ | سرو بستان دلم قامت دلجوے تو بود
یاد روز یکہ دماغ دل ارباب وفا | عطر پرور ز سر زلف سمن ساے تو بود
یاد آں روز کہ بودم بہ رہت خاک صفت | بر سرم سایہ اقبال ز بالاے تو بود
یاد آں روز کہ مرغ دل من طوطی اورا | پر سخن از لب آں لعل شکر خاے تو بود
یاد آں روز کہ درماں خود از وصل تو یافت | دردمند تو کہ عمرے بہ تمناے تو بود

یاد آں روز کہ چوں وعدہ لگاہے کردی
صرفی دل شدہ گستاخ تقاضاے تو بود

ز قاصد واقفم از دردم کجا آں ماہ خواہد شد | اگر دردم بتاثیر است خود آگاہ خواہد شد
مسیحائی المثل گر بے تو خواہد ہمدمی کردن | مریضان غمت را صحبت جانکاہ خواہد شد
بجست و جوی جانم کہ بلائی بر زمین آید | زہے رہنموئی دل باو ہمراہ خواہد شد
اگر من جاں دہم بے لعل جاں بخشت عجب نبود | ز غم عمر دراز خضر ہم کوتاہ خواہد شد
نہ من تنہا دراں چاہ ذقن افتادہ خواہد بود | بسے یوسف رخاں را نیز جا در چاہ خواہد شد
اگر بدخواہ من رخسار نیکوے ترا بیند | ز بدخواہی پشیماں گشتہ نیکوخواہ خواہد شد

بہر از عشق او صرفی کہ خواہد شد دولت زندہ
اگر سوگند مے خواہی زمن پایندہ خواہد شد

بعد عمرے دیشب آں احوال پرسیدن چہ بود | پس چو عرض حال خود کردیم نشنیدن چہ بود
چوں نہادی سرو من پا بر سر آں خاک راہ | دامن خود را چو گل از ناز در چیدن چہ بود

بود مقصود تو خاطر جوئی اغیار و بس | ور نہ بے موجب ز قول خویش گردیدن چہ بود
چوں بہ حال بیدلاں دوشینہ مید یدے ز لطف | وہ نہے دامن بسوئی بندہ نادیدن چہ بود
چوں گنہگاراں ز کوی خویشتن راندی مرا | جرم ایں بیچارہ غیر از عشق ورزیدن چہ بود
نالہ زاں کو شنیدیم و بہ حیرت آمدیم | کاں چناں اینجا کہ مے نالید نالیدن چہ بود

گر بشب غم گریہ صرفی فتادے کارگر
شمع ساں بر گریہ ہای خویش خندیدن چہ بود

سحرم مژدہ دیدار از دلدار آمد | صبحدم جلوہ کناں بر سر من یار آمد
دیدہ بخت من از دیدن او فاخر بود | تا چہ یا رب سبب دولت دیدار آمد
ہر سحر کار تو بود آہ کشیدن اے دل | عاقبت آہ سحرگاہ تو در کار آمد
ہستم اے دیدہ گریان تو ممنون کہ کنوں | اثر گریہ زار تو پدیدار آمد
سینہ ریشم و دل افگار و لے شکر خدا | مرہم سینہ ریش و دل افگار آمد
گشت ہم صحبت من گرچہ سگ کویش | صحبت ہیچو منی موجب صد عار آمد

بوسہ داد ز سیب ذقن آں تازہ نہال
صرفیا نخل تمنائے تو در بار آمد

بہ لب دلبر من شکر بشکند | بہ دنداں رواج گہر بشکند
غزال ختن صید چشمت بود | خطت قیمت مشک تر بشکند
نقاب از رخ خود اگر افگنی | رخت رونق ماہ و خور بشکند
براہ رقیباں اگر بگذری | دل من ازیں رہگذر بشکند
ز غیرت قد دلکشت سرو را | براندازد از پا و سر بشکند
غمے دارم از تو کہ صد کوہ را | ز بار غمم تو کمر بشکند
وہد زینت گلشن حسن را | چو سیلے بہ گلبرگ تر بشکند
چرا نشکند قند زقند از لبش | چو وقت تکلم شکر بشکند

ملاف از سیاہ خرد صرفیا
کہ چشمش بہ تیر نظر بشکند

گر یارم از آں کوی براند چہ تواں کرد | ور سوی خودم یار براند چہ تواں کرد

گر نالهٔ زارم نه کند گوش چه چاره
در حال من زار نه داند چه توان کرد

زین گونه که تیغ مژه اش آفت جان است
ور جان محبان نستاند چه توان کرد

گه لطف و گهی جور از و میرسد آری
گر عمر بیک حال نماند چه توان کرد

خواهم غم خود گویمش اما اگر آن شوخ
این قصه شنیدن نتواند چه توان کرد

چون از لب جان بخش ندادم آب حیاتم
گر شربت مرگم بچشاند چه توان کرد

صرفی که به کام دل دشمن ز فراق است
گر دوست به کامش نرساند چه توان کرد

رقیب را د نزار حمی ای پری بنواز
که کار دیو و پری آدمی گری نبود

هزار بنده چو من داری ای شه خوبان
ولی طریقهٔ تو بنده پروری نبود

تو شاه کشور حسنی و خوب رویان را
بخدمت تو هنری غیر چاکری نبود

به لعل یار فروشیم جوهر جان را
ولی چه سود که آن ماه مشتری نبود

ربود دل ز من اما نه کرد دلداری
بتی که شیوهٔ او غیر دلبری نبود

لب تو معجزهٔ عیسوی کند ظاهر
اگرچه کار تو لاف پیمبری نبود

ز چشم جادوی آن شوخ کن حذر صرفی
که مثل او به فن سحر سامری نبود

اگر گاهی به سوی بیدلان جانانه می بیند
نمی دانم که می بیند بسویم یا نمی بیند

نگار من که حسن او ز عشق ماست مستغنی
بسوی عاشقان خود ز استغنا نمی بیند

همی گوید مه من بهر تسکین دل زارم
که خواهم دید روزی سوی تو اما نمی بیند

نگاهی از دو چشم اوست اصل هرچه مطلوب است
ولیکن او بسوی طالبان اصلا نمی بیند

بچشم لطف می بیند بهر سو نازنین من
نمی دانم چه واقع شد که سوی ما نمی بیند

شدم رسوای شهر و از من او را عار می آید
ز عار آن مه مگر سوی من رسوا نمی بیند

مرا امروز گفت آن مه که فردا بینم احوالت
یقین میدانم ای صرفی که فردا هم نمی بیند

مشکلی که ز چشم تو بحالم نظر افتد
افتد به طفیل دگرانم اگر افتد

سر مانده بخاک ره او در همه وقتم
باشد بسر وقت من او را گذر افتد

گر شد قدم از بار غمش خم عجبے نیست — گر کوه درین بار بود از کمر افتد
باشد شررے ز آتش پنهان درونم — هر قطرهٔ خونے که ازین چشم تر افتد
هر چند که آهم همه سوز و همه درد است — مشکل که ازین سنگ دلان کار افتد
خود گو سبب اینکه چرا عاشق بیدل — هر چند که نزدیک شود دور تر افتد
ای صرفی غم دیده نمیش از ره کین
تا چند بر افتد بتو یا رب که بر افتد

دردا که به کوی تو رسیدن نگذارند — ور خود برسم سوی تو دیدن نگذارند
بسمل چو متاهم نکند تیغ جفایت — بر خاک دران کوی طپیدن نگذارند
بر کام جهانی لب لعل تو و ما را — یک جرعه ازان باده کشیدن نگذارند
از سحر رقیبان عجبے نیست که ما را — بادی هم ازان کوی وزیدن نگذارند
فریاد منت آرکه از نیغم کنند اما — فریاد که فریاد کشیدن نگذارند
صد دام حیل کشایند که سویم — مرغے هم ازان سوی پریدن نگذارند
حرفے ز لبت چون شنود صرفی بیدل
آواز سگت را چو شنیدن نگذارند

به هوس قطع بیابان بلا نتوان کرد — ور بود جاذبهٔ عشق چرا نتوان کرد
گر نه از جذبه بود ناقهٔ صحرا پیمائی — سفر جاذبهٔ عشق بپا نتوان کرد
ناصحم گفت کن از بهر خدا ترک بتان — ترک این طائفه هرگز بخدا نتوان کرد
دوستان را نه در خود مه من میراند — دشمنان را هم ازین گونه جفا نتوان کرد
بر درش مردن خود را ز خدا مے خواهم — بر در کعبه جز این هیچ دعا نتوان کرد
از وفای دگرانست جفایت خوشتر — به جفای بجز تو ئی غیر وفا نتوان کرد
تار زلف خود اگر از کف صرفی بکشی
رشتهٔ جانش ازان تار جدا نتوان کرد

سرو گل رخسار من مست شراب ناب شده — عارض گلگونش از مے لاله سیراب شد
نے بخوابش مے توان دیدن که او در خواب نیست — نے به بیداری که چشم بخت ما در خواب شد
نیم حرفے عرض حالش کردم و گفتا خموش — چند میگوئی که بیرون از حد اطناب شد

روزگارم را برآشفت و نه گفتم با کسی
وه سخن دانم سر زلفش چرا در تاب شد
کوکب بخت سیاهم بین و بخت از دشمنم
تیره تاریک از آن خورشید عالمتاب شد
بهره ور خلقی ز خوان نعمت دیدار او
وه که خون دل ازین خوان روزی احباب شد
جذبهٔ شوق و محبت زهی و کاری بکن
چون مهیا بهر تو صرفی همه اسباب شد

گر وعدهٔ وفا بمن آن دلربا کند
هرگز امید نیست که آخر وفا کند
خواهد نگار من که کند ترک نازیم
یا رب سبب چه باشد الهی جرا کند
با آه و گریه از محبان که اینچنین
آب و هوای عالم عشق اقتضا کند
پیوند بگسلد دلم از بند زلف او
تیغ اجل چو بند ز بندم جدا کند
آید به گوشی و رود از گوش دیگرم
ناصح مرا چگونه بدل پند جا کند
زاهد به اجتهاد تو هر پیر پند گو
فرض است اگر نصیحت من گوش وا کند
صرفی مهی که نور خدا ظاهر است ازو
بیگانه ات ز خود بخود آشنا کند

عزیزان یوسفی دیگر بعالم باز پیدا شد
که حسن او بلای صد چو یعقوب و زلیخا شد
بحسن از یوسفی مصری مه من کم نخواهد بود
که مصر حسن از آن یوسف لقا شهر بخارا شد
ز بهر جلوه چون برخاست سرو خوش خرام من
بعالم فتنه‌ها از قامت او باز پیدا شد
رقیب از وی جدا افتاد و شد مهربان با من
بحمد الله که اسباب وصال او مهیا شد
بسی برتر بود از سعد اگر کوکب بختم
که روشن روز من زان آفتاب عالم آرا شد
چگویم شکر این نعمت که وقت نکته پردازی
از آن لبهای شیرین طوطی طبعم شکرخا شد
تمنا بود ما را رو بخاک پای او سودن
بحمد الله که صرفی حاصل آخر آن تمنا شد

روزی که سر در آرزوی روی او رود
یا رب مباد کز سرم آن آرزو رود
خو کرده ام بعاشقی و خوی من وفاست
مشکل که جان من ز بشر خلق و خو رود
گر در شراب چاشنی بود از لبت
زهر چیزیم چگونه فرو از گلو رود
زاهد به دور لعل لب او ز میکده
در خانقاه شیخ سبو بر سبو رود

در جستجوی وصلم و بسیار اندک است — گر صد هزار سال درین جستجو رود

در باغ حسن دلبر من تازه رس گلیست — اما نه چون گلی که از رنگ و بو رود

عرفی دعائیش از من و دشنام من ازو
ای کاش عمر من به همین گفتگو رود

عاشق که خون دل به رخ از چشم او رود — باری ازین جهان چو رود سرخ رو رود

گل ساخت خاک کوی ترا آب دیده ام — باشد که پای من بگل انجا فرو رود

بندد هزار آهوی مشکین بیک کمند — گر در خطا ز زلف تو یک تار مو رود

چشم مرا سرشک کند شست و شو ولی — کی نقش تو ز دیده بایں شست و شو رود

گر در رهش برد منت آبروی من — ترسم که از سرشک من این آبرو رود

هر دم اگرچه می شنوم صد هزار پند — در دم ز یاد من آن پند گو رود

عرفی بر آستان تو ماند و رقیب رفت
همچون سگی که در بدر و کو به کو رود

خیزد هزار فتنه بهر سو که او رود — ره چون کنم که دل پی آن تندخو رود

تیرش ز سینه بگذرد و جا کند به دل — پیکان ز دل بر آید و در جان فرو رود

دُردی کش شراب غمش سیر کی شود — در لای خم اگر بمثل تا گلو رود

از زلف عنبرین تو بوئی که بشنوم — جان همره صبا شده دنبال او رود

زنجیر مو است یار و دل هوشمند من — دیوانه ایست اگر پی زنجیر او رود

این تشنه لب در آرزوی آب تیغ تست — مپسند کز جهان بهمین گفتگو رود

گفتی چرا نه عرفی ازین کو رود در دل
گفتم برون رود ز جهان گفتگو رود

گر نو غزال من به چمن جلوه گر شود — از خاک آن چو سبزه برون مشک تر رود

گویند سرخ رو شود آخر اسیر عشق — آری شود ولیک به خون جگر شود

چون شانه چاک چاک شود سینه ام ز رشک — گستاخ زلف او چو نسیم سحر شود

خواهم که از نظاره من نشودش خبر — ساقی دران به گوش که او بیخبر شود

او کرده ناز و غمزه و من داده جان و دل — من راضیم اگر به همین سر بسر شود

با این بلا و محنت و جانکاه شاکرم … از سم مباد حالم ازین هم بتر شود

جز بسملت دگر چه بود مهر بانیش
آن شوخ مهربان بتو صرفی اگر شود

دوستان بر درش از زاری من یاد آرید … وز وفا داری ارباب وفا یاد آرید
چون شب وصل سرود طرب آغاز کنید … از فغانهای شب فرقت ما یاد آرید
گر ز گل برگ جمالش بنوائے برسید … از غم بلبل بے برگ و نوا یاد آرید
کس ندارم که بجانان بدهد یاد از من … از من و یکسیم بهر خدا یاد آرید
نیست امید که آن شوخ ز ما یاد کند … او اگر کرد فراموش شما یاد آرید
سر بپایش چو نهید از سر زاری چه شود … که ز حرمان من بے سر و پا یاد آرید

صرفی غمزده را ملتمس از لطف شما است
آن که در حضرت سلطان ز گدا یاد آرید

دلبر من عاقبت بیگانگی با ما نمود … آشنائیها که بوده است آنهمه گویا نبود
گر نه گیری نقد جانم را زیان من بود … از زیان من ترا یارب چه خواهد سود
ایکه میگیری ز من بیگانه اکنون خویش را … پیش ازین با آشنائیها ندانم چه بود
طرفه جانکاهست و درد بیدوائی عاشقے … طرفه تر کز درد جانکاهش حیات من فزود
تا خدنگ غمزهٔ او را دل من شد هدف … تنگ تر بر من ز سوفار است میدان وجود
میکشی تیغ جفا و میزنی تیر بلا … تا بکے عشاق را خواهی بدینها آزمود

سوخت صرفی در ز دودش بوی درد آید بلی
بوی خوش ظاهر نه گردد تا نخواهد سوخت عود

جامهٔ گلگونے که آتش در همه عالم فگند … در کلاه سرخ او شد آتش خونی بلند
قطع پیوند دلم از بند زلفش مشکل است … گر به تیغ کیں جدا سازد رقیبم بند بند
قطع پیوند دلم از بند زلفش مشکل است … گر به تیغ کیں جدا سازد رقیبم بند بند
تند بے یاد لب او تلخ در کامم چو زهر … در دهان من ز یادش زهر شیرین تر ز قند
ای گرفتار سر زلفت همه صاحب دلان … هیچ دل را نیست امید خلاصی زین کمند
شاد مانند از غم تو بیدلان غمزده … درد تو آمد دوائی خستگان دردمند

شہسوار من چگویم از سمند ناز تو
تیز چوں تیر و رواں مانند تیر است آں سمند

چشم ما در انتظار یک نگاہت شد سپید
ای سیہ چشم ایں تغافل ہا خدارا چند چند

جز تو نپسند دل ما دلربائے را بلے
دلربائے را کسے شاید کہ باشد دلپسند

صرفی بیدل کہ کارا و بجاں کندن رسید
مے کند جاں بے توا ما دل نخواہد از تو کند

مژدہ اے دل کہ یار می آید
دلبر غمگسار مے آید

شاد زی بلبل خزاں دیدہ
کہ کنوں نوبہار مے آید

بوی زلفش مگر صبا دارد
کہ بسے مشک بار مے آید

نقد جانست بہر ایثارش
ورنہ آں خود چہ کار مے آید

جاں کشم پیش او ولے او را
از چنیں تحفہ عار مے آید

در نظر مے نمایدم گردے
مگر آں شہسوار مے آید

چشم دارم کہ شاہد مقصود
صرفیا در کنار مے آید

حسن سید کمال را نگرید
آں کمال جمال را نگرید

گل رخ من کہ او ز آل نبی است
در رخش رنگ آل را نگرید

سرو شمشاد را چہ مے بینید
قد آں نونہال را نگرید

بہر مرغان قدس دانہ و دام
بر رخش زلف و خال را نگرید

رخ من زرد و حال من زار است
رنگ بینید و حال را نگرید

شب ماہ آمد آں ہلال ابرو
ز ابروئے او ہلال را نگرید

در خیال دہان او صرفی
آں خیال محال را نگرید

یاد ایامے کہ چشم روشن از روی تو بود
توتیای دیدہ ام خاک سر کوی تو بود

یاد ایامے کہ بودم در سجود عاشقی
قبلہ ام روی تو و محرابم ابروی تو بود

یاد ایامے کہ بر سر خاکساران ترا
سایۂ رحمت ز سرو قد دلجوی تو بود

یاد ایامے کہ مقصود دل و مطلوب جاں
حاصلم از حسن روی و خوبی خوی تو بود

یاد ایامیکه فارغ بودم از مشک و عبیر | در دماغم نکهت زلف سمن بوی تو بود
یاد ایامیکه بود آئینۂ رویت به پیش | سوی من روی تو بود و روی من سوی تو بود

گرچه روزے چند دور افتاد صرفی از درت
هر کجا باشد بجان و دل دعاگوئے تو بود

تا مه رساندم آه زرشک هلال عید | کز میل ابروی تو چرا قامتش خمید
مردم زرشک مه که برهنه چو محرمان | بهر طواف کعبۂ کوے بتا مگر دوید
برجبیس اگر نه مهر تو اگشت مشتری | سهم سعادتش زکجا ماه من رسید
خورشید زرد فام اگر نیست عاشقت | این رنگ عاشقانه چرا گشت ازو پدید
انجم ز دیده ریزم و این خم که پشت چرخ | خم چون شد ار نه بار غم عشق تو کشید
از رشک زهره ام بفغان همچو چنگ و عود | کان مه به بزم عیش سرودکش مگر شنید

روزی به ماه روزه مه من نیامده است
صرفی امید آمدن او بود بعید

اگر دلدار خواهد صحبت اغیار چه توان کرد | وگر با بیدلان خود نه کرد و یار چه توان کرد
من دل خسته میخواهم که خاطر خواه او باشم | ولیکن گر نخواهد خاطر دلدار چه توان کرد
ز طعن ناصح و جور رقیب او در آزارم | اگر دلبر هم آید بر سر آزار چه توان کرد
اگر بر من کشد تیغ جفا آں شوخ چه توان گفت | وگر تیغش کند جان مرا افگار چه توان کرد
تنم زار است و جانم نیز زار است از غم هجران | من بیدل اگر میرم ازیں غم زار چه توان کرد
اگر با من نباشد یار مے خواهم سگش با خود | وگراز صحبتم او نیز دارد عار چه توان کرد

جهانے آرزومند و بندا ما در استغنا
اگر نه نماید ای صرفی بکس رخسار چه توان کرد

یاسمن مانده بخاک ره او روی سپید | نسترن ساخته جاروب ز ریش موی سپید
پیش ابروی سیاهش چه برائی مه نو | دلربائی نتوان کرد به ابروی سپید
ترک من هندوی خال تو سیاهست بلے | نتوان ترک سیه یافت و هندوی سپید
بجز سر خم نگه از خون جگر گشته روان | چکنی کو بکن از شیر روان جوی سپید
هوس سبزه بلیجی است مرا ای صرفی | چه عجب گر بکند خاطر من سوی سپید

## الفاً غزل

ماه من تا چند کار تو جفا و کین بود | شرط یاری و طریق دوستداری این بود
زیر لب خندان مرا گفتی که چندین گریه چیست | گریه های تلخ من زان خنده شیرین بود
در همه عالم بلا و فتنه و آشوب از وست | آفت جان، فتنه دوران بلای دین بود
حاش لله گر حبیب خود برنجد خاطرم | گرچه بی مهر و ستم کیش و جفا آئین بود
عاشق صادق نباشد آنکه در راه طلب | گر بیازد جان ز جانان طالب تحسین بود
نازنین من چه داند شیوه جور و جفا | گر نه اغیار بد آموزش پی تلقین بود

نسبت رخسار او صرفی بگل کردم ولی
ترسم از خویشش اگرچه این سخن رنگین بود

گر ز غم ای چشم پرخون گریه زارت بود | خنده های عیش را این گریه کفارت بود
مردم چشم چیان خواهی درون پرده ماند | گر تمنای تماشای رخ یارت بود
بر جفا صبر تو بسیار است و لطفش اندکیست | اندکش بسیار تر ای دل ز بسیارت بود
دوستداران بسکه بی رحم اند ای همدم اگر | تیغ غم صد پاره ات سازد که غمخوارت بود
کی توانی کرد ای طالب سلوک راه دوست | گر درین ره جذبه عشقی مددگارت بود
فکر دکانی مکن ای عقل در بازار عشق | تو نپنداری که اینجا کس خریدارت بود

خواهی ای صرفی که آید یار در خوابت ولی
کی چنین خوابی نصیب چشم بیدارت بود

آئینه خدای نما جام می بود | جز غافل از خدای و ز انکار کی بود
همدم چه میشویم به یاران پر نفاق | آن همدمیکه خالی از انست نی بود
از آه سرد دمبدم ما چه کر و فر | فصل تموز سردتر از وقت دی بود
تاریکه خود ز زخمه دلدار خستکیم | ای کاش در تنم چو رگ و مثل پی بود

صرفی چه چاره است برین آستان مگر
مردن بر آستانه او کار وی بود

یک خرگاه جمعی از بتان لاله رخسارند | بسان برگ های گل چو در یک غنچه جادارند
چنان گر باد با هم شاخهای گل در آمیزند | ز مستی یک دگر را در کنار خود بهم آرند

همه از بادهٔ ناز و شراب حسن مدهوشند
همه بند قبا وا کرده و آشفته دستارند

اگرچه هست جام بادهٔ نازند پیوسته
ولیکن در طریق فتنه و آشوب هشیارند

بدست اصلاحی آرند دلهای محبان را
ز فن دلربائی شمه‌ای از دست بگذارند

بشرط بوسه که نرد و که شطرنج می بازند
اسیران نقد جان را از پی آن شرط بسپارند

شه این خیل میرزا شاهم است و این همه خوبان
بزلف پرخمش چون صرفی بیدل گرفتارند

سر پوشیده جان را چو عیان ساخته اند
ظاهر از صورت تو معنی جان ساخته اند

بدن صاف تو از عین لطافت آبی است
که برای چمن حسن روان ساخته اند

در تمنا است که پاشیده شود در ره تو
آب خضر بکه بظلمات نهان ساخته اند

با شهیدان تو نوحه گری ها بکنند
ترک من تیغ ترا نیز زبان ساخته اند

دردمندان تو با خون جگر خورسند اند
که ز اسباب تنعم به همان ساخته اند

اهل سودای محبت که همه جانبازاند
سود نادیده ز سودا به زیان ساخته اند

صرفیا رشته بجان تازه لقای عجبی است
که دران پرده نهان جان جهان ساخته اند

رفت یار ما و رحمی بر گرفتاری نکرد
عمر بگذشت و دریغا بخت ما کاری نکرد

دمبدم آزار ملای او بقصد جان ماست
بر لب آمد جان ولیکن ترک آزاری نکرد

نیست کار دردمندان جز وفا اما دریغ
کان جفا آیین نگاهی بر وفاداری نکرد

شد فگار از تیغ مژگانش همه دلهای ریش
وه که فکر مرهم ریش دل افگاری نکرد

حال عشاقست زار و آن مه نامهربان
هیچگه لطفی بحال عاشق زاری نکرد

قند ناب است آن لب شیرین ما بیمار او
شربتی زان قند ناب از بهر بیماری نکرد

تا نه داغی بر دل صد چاک خویش از غم نهاد
صرفی دلخسته میل لاله رخساری نکرد

وه که جورت بر من افزون گشت و بیگنه کم نشد
خواستم کمتر غم هجران ولی آن هم نشد

حسنت از بهر جنون من دلیل روشن است
تا نه تا صبح دید رخسار ترا ملزم نشد

مردم از هجر و شد آسان از غمت جان کندنم
مهربانم وقت جان کندن کسی جز غم نشد

کشتی اگردوں کہ بود از موج اشکم مضطرب
تا نہ کوہ محنتم شد لنگرش محکم نشد

عالم جاں شد ہمہ ویراں ز سلطان غمت
تا نہ ویراں گشت از و آباد ایں عالم نشد

ای خوش آں بیمار کز درد تو جاں میکند جاں
با مسیحا یک نفس بہر شفا ہمدم نشد

در نیاز ماو ناز اواست اسرار شگرف
صرفی ایں اسرار را ہرگز کسے محرم نشد

ہر کرا در دل غم آں کنج خوبی جا نہ کرد
خانہ خود کردہ ویراں خانہ در ویرانہ کرد

در دل زارم خدنگ غمزہ اش محکم نشست
تیر آہم در دل سنگینش اصلا جا نہ کرد

گرچہ مردم را پری دیوانہ مے سازد و لے
خود پری را زلف چوں زنجیر او دیوانہ کرد

نوحہ و فریاد ما از ماتم ہجراں تست
خانہ ما از غم ہجر تو ماتم خانہ کرد

طرہ اش در ہم شد ای دل چوں با و پیک صبا
عرض احوال پریشان تو گستاخانہ کرد

اول ا انگی فرزانگی در باختم
آخر آں دیوانگی دیوانہ را فرزانہ کرد

صرفی از سوز دل خویشست دایم در گداز
کسب سوز سینہ از آتش نہ چوں پروانہ کرد

نازنینان نیازمند تو اند
رستگاران اسیر بند تو اند

شہسواراں نہادہ سر بر ایہت
خاک جولانگہ سمند تو اند

ہمہ آزادگاں چو سرو سہی
بندہ قامت بلند تو اند

تلخکام من و مگس طبعاں
بہرہ ور از لب چو قند تو اند

دل و جان و خرد بہ زلفت اسیر
ہمہ وابستہ کمند تو اند

پنبہ در گوش از سر شیشہ
واعظاں میکشاں ز بند تو اند

ہمچو صرفی دوا نمے طلبند
بیدلانے کہ دردمند تو اند

مرا کشت چوں دلستانم بر آمد
نترسم ز غم تا نہ جانم بر آمد

در آمد صنوبر بیک کنج بستاں
چو از خانہ سرو روانم بر آمد

من خستہ جز نامرادی ندیدم
مرادے کہ از جہد شانم بر آمد

بقد تو بستم دل و گشت پر خون
ز شاخ امیدار غوانم بر آمد

بعهد تو ام عہدہ بائے عشقست
ازیں عہدہ کی مے توانم برآمد

مرنج از فغانے کہ کردم بکویت
کہ بے اختیار ایں فغانم برآمد

بہ سعی رقیبانم او کشت صرفی
مراد دل از دشمنانم برآمد

براہِ عشقت گہر صد بلا ایست بر ما باد
قدم زدیم دریں راہ ہر چہ باد اباد

بجاں رسیدم و اسباب قتل خود خواہم
زمانہ و غمزہ تو آں ہمہ مہیا باد

شدم ضعیف غبارے و تا بدیں صورت
بخانہ تو توانم در آمدن با ما باد

اگر نہ بر سرم امروز سایہ ہمی فگنی
دمے کہ خاک شوم حاصل ایں تمنا باد

دمے مباد ز سودائے قامتش خالی
سرم کہ خاک رہ آں بلند بالا باد

جہاں ہمہ ز غم مہوشاں خراب شدہ است
خوش آں زماں کہ کشم رخت ازیں خراب آباد

حجاب چہرۂ مقصود نام و ناموس است
چو صرفی آنکہ طلب گار اوست رسوا باد

غم دریں شہر از برائے جستجوئے من رسید
جستہ جستہ آخر از ہر سو بسوئے من رسید

ہر کجا گرد آمد از جانہا و دلہا لشکرے
با سپاہ غمزہ ترکت از مجوئی من رسید

ز آتش غم سوختم در مجمر عشقت چو عود
سوخت چوں من عالمی ہر جا کہ بوئے من رسید

شد رواں اشکم ز روی چشم ظاہر شد غمت
تا چہا خواہد ز چشم من بروئے من رسید

مردم از درد فراق و ابرو بلا گردان بلا
بر سر من از برائے کشتن شوئے من رسید

از شراب آتشیں خو کردہ بہر کشتنم
باز گر ما گرم مست گرم خوئے من رسید

گر خبر البتہ از جنوں حالت دل سودا زدہ
مژدہ اے دیوانگاں زنجیر موئے من رسید

بزم میخواراں بہ دور لعل او گرم است لیک
زاں میاں سنگ ملامت بر سبوئے من رسید

بر گلوئے خشک من بنہاد تیغ آب دار
یا ز آب رفتہ اے صرفی بجوئے من رسید

شد دلم دیوانہ چوں زنجیر موئے من رسید
در بلا افتادہ جاں تا فتنہ جوئے من رسید

آب تیغت خوشتر از آب حیاتم تا گدا است
آنکہ تیغ آبدارت بر گلوئے من رسید

غالبا از بہر قتل صرفی بے دین و دل
شوخ چشم تیز خشم و تند خوئے من رسید

## ایضاً غزل

دلم از دیار هستی سفر اختیار دارد
که ز بهر مقدم او عدم انتظار دارد

سپه اجل میا گو که بصحن سینه جانم
ز خیال او حصاری عجب استوار دارد

به دلم گرفته منزل غم او که جا شناسد
اگر این هوس ندارد به دلم چکار دارد

برو ای قرار از من مکن التماس صحبت
که به بیقراری خود دل من قرار دارد

ز فریب های زلفت خبر است مو به مویم
که بحلقه حلقه او دل من گذار دارد

چکنم هوس کنارت چکنم من این هوس را
به همین که دل خیالی ز تو در کنار دارد

اثری غریب دیدم بت من ز تیغ تیزت
که خطور آن بخاطر جگرم فگار دارد

بکشی دگر بسوزی بکس از ا دهی بیادم
سخن رقیب بشنیت اگر اعتبار دارد

من اگر بنالم ای گل تو چرا ز من برنجی
سزوار کسی بنالد که بسینه خار دارد

چو توئی طبیب دلها دل دردمند صرفی
طلب علاج کردن ز مسیح عار دارد

چسان انکار قتل بیدلان آن تند خو دارد
زبان تیز چون بهر گواهی تیغ او دارد

جفا پیشه لشکر درد و بلا بر من کشیده
وفای من سپاه صبرم او هر ده برو دارد

نگار من اگر در لب سخن از ناز بکشاید
بچشم و ابروی خود با اسیران گفتگو دارد

بلا و فتنه را سر کرده آمد نازنین شوخی
که هر مژگان بلا انگیز و چشم فتنه جو دارد

چه پرسی حالم از هجران چسان حال کسی باشد
که یاد تیغ تیزی در گلو دارد

وصالت آرزو دارم [illegible]
همین بس دولت صرفی که این آرزو دارد

ای بر لب از غم تو مرا جان رسیده شد
بر حال من اگر نه نگردی یکی بخند

خاک ره تو سرو نشد چو نهال من
چون پست گشته است چه سود از قد بلند

تو هم سمند ناز بهر سو دوانی را
صد جبرئیل دست بفتراک آن سمند

من خاک راه بر سر من پا نهی نهی
با التفات تو بدین گونه تا بچند

از رشتهٔ امید کمندم دراز تر
از کنگر وصال دلی کوته آن کمند

روشن ضمیر گشتم ازاں تیغ جانستاں
کز چاک سینه شعله درون دلم فگند

خواهند صرفیا همه کس مهربان مهی
خاطر پسند ماست نگار جفا پسند

حاجت بنده که جان بگسلد از تن پیوند
تو برآرندهٔ حاجاتی و من حاجتمند

بیکی جلوه سمند تو ستاند صد جان
تیغ تو تیز و ترا تیز تر از تیغ سمند

چه حد من که تمنای وفا از تو کنم
از کرم های تو هستم بجفای خرسند

آنکه از خنده دهد جان و ستاند نگهش
نگهی خنده کناں بر من بیدل افگند

فرقتش بر من غم دیده بسی دشوار است
چه تواں گفت باں دلبر دشوار پسند

اثر صحبت من بیں که چو من دیوانه
ناصحی گشته که می خواست مرا گوید پند

کلک صرفیست شکر بار نه هر کلک دگر
آری آری نتواں یافتن از هر نی قند

آں عهد شکن در سخن کیست که داند
بد عهد نه آموختن کیست که داند

بی شمع رخت کلبهٔ ما تیره و تار است
از نور ده انجمن کیست که داند

از فرقت او دیده خزاں باغ حیاتم
او تازه بهار سخن کیست که داند

از غمزهٔ پنهانی او فتنه بعالم
عالم همه حیراں که فن کیست که داند

پیماں شکنی گرچه مرا کشت پس از من
عاشق کش و پیماں شکن کیست که داند

جز غم کدهٔ فرقت او مسکن ما نیست
نزهتگه وصلش وطن کیست که داند

جان از تن صرفی پی آں سرو رواں رفت
بر خاک ره افتاده تن کیست که داند

ملک را چه گره گفت از بشر در اجتهاد خود
رخت را دیده و برگشته است از اعتقاد خود

عجب روز سیاهی بر من کلک قضا بنوشت
نگه کرد از سیاهی های بخت من مداد خود

مرادش قتل ما اما حیاتی می کشد ما را
که مانع آید و نگذارد او را از مراد خود

چو در دنیا دل خود را بآں بیداد گر دادم
مروت بنود ار خواهم ازو در حشر داد خود

غبار آسا تنم بادا که در کویش برد بادم
ببیں بر باد بنهادم بنای اعتماد خود

دل غمناک من در سینهٔ تنگم بجاں آمد
بچاک سینه از تیغ تو میداند گشاد خود

بیاد او چناں خود را فراموش کرده ام صرفی
که یاد خود اگر خواهم نے آید بیاد خود

کاکلت را کافت جانست بر سر جا بود
کام بخش است آں دہاں تنگ ناپیدا بود

بر سر ما گر فتد از سرو قدش سایهٔ
رحمتے بر بیدلاں از عالم بالا بود

چشم ناصح را چه حظ از پرتو رویش بلے
بے نصیب از پرتو خورشید نابینا بود

میل مهر بیدلاں هر دم فزوں گردد نگر
یار اگر بد گوی و جور آمیز و بے پروا بود

مثل او رسم وفاداری شنیده اند کسے
بے وفائیہای او نسبت بمن عمدا بود

طعن رسوائی زد است امروز بر من پند گو
دارم امید آنکه او در زمرهٔ رسوا بود

چوں کشد صد خنجر و شمشیر کیں بر من رقیب
در برابر تیر آهم بس که هیں تنها بود

خانهٔ دل را متاعی نیست جز کالای عشق
بر در دل پاسباں جاں بهر ایں کالا بود

گر ستم بر تو رقیب کینه جو امروز کرد
صبر کن صرفی ببیں کامروز را فردا بود

پیش هر مردے کجا خواهد سگش آرام کرد
شیر مردے گو که آں سگ را تواند رام کرد

من بدل گفتم که دارم قصد جاں دادن بدوست
جاں چو قصدم را شنید از دل دراں آرام کرد

کشتهٔ جانانه مے یابد حیات جاوداں
زیں حیات جاوداں نقش مرا اعلام کرد

از اجل پیغام مشتاقانه مے آید بمن
محنت هجران او تبلیغ را پیغام کرد

ای مسلماناں چه مے گوئید از اسلام و دیں
ترک من تاراج دیں و غارت اسلام کرد

ناز کردم بر فلک از وصل بر من کینه داشت
رفت وصل و کینه ام ظاهر دریں ایام کرد

مردنست و مردنست انجام کار عاشقی
عشق در آغاز کار ما بدیں انجام کرد

صوفیان میکش ز بزم وصل مست حی شدند
عاقبت آں میکشاں را هجر خوں آشام کرد

بادا اگر رقیبان پیغام ما فرستند | پیغام شان بگویند احوال ما که گوید

هر کس سلام هر کس با یار من رسانند

از بیکسی چو صرفی باو دعا که گوید

ما عاشقیم و خوبان رحمی به ما ندارند | ما را چکار با آن دارند یا ندارند

جز مهر ماه رویان ای پند گو ندانیم | ما را بدین مترسان کایشان وفا ندارند

ما را بعشق خوبان پروای جان خود نیست | خوبان اگرچه هرگز پروای ما ندارند

آیین خوب رویان جور و جفاست اما | عشاق بی وفایی هرگز روا ندارند

هر چند دلربایان دارند قصد جانم | جز درد بی دوا نم بالله که جا ندارند

بهر خدا است ما را سودای خوب رویان | این قوم اگرچه اصلا ترس از خدا ندارند

از جور نازنینان جان نشیاد منه دان | بر لب ز درد ما آف کرد روا ندارند

مردان راه عشق اند آنانکه همچو صرفی

در عاشقی مرادی غیر از بلا ندارند

ای خوش آنان که ز کونین کناری گیرند | ترک این شیوه کنند و پی کاری گیرند

نکته دانان میم دهن گویم و گر تا فهمی چند | خورده بر رقت چنین نکته گذاری گیرند

چند که دامن صحرا و گهی دامن کوه | به که جمعیت صفتان دامن یاری گیرند

بی قراران غم عشق ترا ممکن نیست | که به آرامگه دیر قراری گیرند

بسر خود نتوان ماند قدم در ره عشق | خرم آنان که پی شاهسواری گیرند

صرفیا من سگ آن طائفه گوشه نشینم

که در این دیر کهن گوشه غاری گیرند

شب عید ماه جمالش به بینند | دو ابروی همچون هلالش به بینند

چو بینید روی گل و قامت سرو | شگفته گلی بر نهالش به بینند

ازان رخنه کز تیر او سینه دارد | بدل جا گرفته خیالش به بینند

دلم را خیال وصال لنگاه نیست | خدا از خیال محالش به بینند

کمال صباحت بود روی او را | ملاحت بوجه کمالش ببینید

چو صرفی غیبت بدحال از شوق رویش
از آن مصحف حسن فالش ببینید

تا چند سر حسنش در پرده بوده باشد | ای کاش از رخ خود برقع گشوده باشد

گویند غایبانه نیکو است عشقبازی | من غیب را چه دانم شاید که بوده باشد

بر عهد بی ثباتش دل دارد اعتمادی | مسکین مگر بتان را آزموده باشد

نشنیده ام کند یار افغان و ناله ام را | صد بار اگرچه بردم آن را شنوده باشد

مهر از چه رو منور بالای آسمان است | روزی مگر براهش رخسار سوده باشد

دل در درون سینه بر جای خود ندیدم | شاید که دلربائی آنرا ربوده باشد

خورشید در خیالت در عین اضطراب است
صرفی مگر رخ خویش او را نموده باشد

بعرض خسرو خوبان زمن دعا که رساند | مقیم کوی دعا را بمدعا که رساند

عریضه که بنویسم بخون دیدهٔ مژگان | بدان جناب زمن آن عریضه را که رساند

دعای دولت او در دعا ز روی نیاز است | دعای ما که بگوید نیاز ما که رساند

شه فقیر نواز است از عنایت عامش | نوازشی بفقیران بینوا که رساند

دوای درد دل من نوید دولت وصل است | بدردهای چو منی آنچنان دوا که رساند

نیاز نامه چو قاصد زما برد سوی جانان | هزار گونه نیازش کنیم تا که رساند

اگر بدولت پابوس او رسم عجبی نیست
امیدوار بود صرفی از خدا که رساند

قتل مردم نرگس بیمار جانان میکند | طرفه بیماری که قتل تندرستان میکند

گرچه رخ بنمائیم بازآ که کار آفتاب | سایه ملو بر سیه روزان هجران میکند

خرم آن دل کز غم جانان بود خونش حلالش | غمزه اش هرگه که عزم غارت جان میکند

می برآید جان باستقبال تیر غمزه اش | خانه آباد آنکه عشقش غارت جان میکند

چون بمسجد می خرامی ترک کافر کیش من
رخنه در دیوار دین آن تیر مژگان میکند

نی زیم نی میبرم از عشقت که او جان مرا
کر مشعبد وار پیدا گاه پنهان میکند

عشق اگر خواهد بت ناموس صرفی را شکست
مرشد راهبیست دیگری را مسلمان میکند

شاه خوبان جهان آمده سلطان مقصود
بجهان اوست مرا از همه خوبان مقصود

گرچه در باغ جهانست سهی قد بسیار
ما نداریم جز آن سرو خرامان مقصود

اوست مقصود دل ما و تمنا داریم
که به بینیم بکام دل خود آن مقصود

گر تماشای گلستان گذرد در دل من
گلشن کوی تو باشد ز گلستان مقصود

نه بدنیا و نه در آخرتم بیغم او
در دو کونم ز دو کون آمده جانان مقصود

در شب تیره خود خواهم اگر مهتابی
نیست جز روی تو ام از مه تابان مقصود

تشنه بخاک کف پای تو آمده صرفی
همچو خضرش نبود چشمه حیوان مقصود

دل بکویش رفت وز شهر خودم آواره کرد
باز اگر افتد بدستم خواهمش صد پاره کرد

یارم از غیرت شکست آئینه را گر ساده کی
عکس خود را دیگری پنداشت چون نظاره کرد

اشک ریزان تا کمر غرقم در آب چشم خود
نیستم در باغ کویش دهر ناهمواره کرد

تیغ تیزش وارهاند از محنت جان کندنم
شکر لله چاره کار من بیچاره کرد

گر بگریاند غمش چشم مرا نبود عجب
می تواند چشم را بیدار سنگ خاره کرد

بر فلک چون رفت فریادم ز مهر مهوشان
صرفی اول غمزه اش این شیوه را انکار کرد

عاشق ز بخت چاره کار آرزو کند
خرمای تر ز دست چنار آرزو کند

نخل امید همچو منی بر کجا دهد
از شاخ بید کس بر و بار آرزو کند

بی یار مایل طرب و عیش بر کسی است
کاندر خزان هوای بهار آرزو کند

در آرزوی تو ز جهان دل کناره کرد
اما چسان ترا بکنار آرزو کند

قطع نظر کند ز جهان و جهانیان
چشمے که دیدن رخ یار آرزو کند

خواهم که توسنش نه رود از نظر دلے
هرگز کسے ز باد قرار آرزو کند

صرفی دل از بلای فراقست در گریز
بیمار ما ز مرگ قرار آرزو کند

از زخم ناخن پاره پر خون هر رخسار شد
آئینه را از دیدنم خون جگر افگار شد

او دمبدم بر من جفائے کرد و میگفتند خلق
جور بتے بر عاشقے بسیار شد بسیار شد

قتل جهانی ترک من آید ز تنها غمزه ات
یارب مگر در کشتنم ناز تو با او یار شد

کوشید و نتوانست زد ره مؤمناں را برهمن
از عشق ایمان سوز تو یا لله که منت دار شد

جاں مے ستاند غمزه خونخوار تو پیش از اجل
از دستبرد غمزه ات دست اجل بیکار شد

چوں چشم گریانم غنود آں ماه را دیدم بخواب
از آب چشمم دیده بخشم مگر بیدار شد

طالع نگر از کوی او افتاده ام صرفی بروں
چوں اشک شادی موج زن هر سو شدت دیدار شد

گیرم که ز یاران خود آں یار کند یاد
اما نه ز یاراں وفادار کند یاد

گر مشفقے از بنده کند یاد چه حاصل
خواهم که ز من یار ستمگار کند یاد

از دردش اگر زار بمیرم من بیدل
آیا ز من و درد من زار کند یاد

گوید سخنے را که ز من یار برنجد
گاهے ز من از پیش وی اغیار کند یاد

زینساں که دلم برده فراکرده فراموش
مشکل که ازیں دلشده دلدار کند یاد

همدم ز من از صد گل و یک خار نیامد
از خاطر او گل رود و خار کند یاد

صرفی مگر ایں قاعده در شهر بتاں نیست
کز یار جدا مانده خود یار کند یاد

تیرت درون سینه نخجیر میرود
از سینه اش بجان من آں تیر میرود

دیدم ترا بخواب بگفتم رسم بوصل
معذور دار سهو به تعبیر میرود

پیوسته مے کشم جفایت بجاں ولے
شرمنده توایم که تقصیر میرود

گر میرود دلم بخم زلف تو مرنج
دیوانه البته در پی زنجیر میرود

کاکل بدوش و طره به رخ جلوه میکنی
از دست عقل رشتهٔ تدبیر میرود

چون وصف زلف پرخمت آغاز میکنم
صد تاب در زبان دم تقریر میرود

بردی دل من و به تنم جان گذاشتی
مرگم رسید جان ز تو دلگیر میرود

از دست شکوه ای دل نالان اگر کنی
از نالهٔ تو نشاهٔ تاثیر میرود

حال مرا مبکه ملایک رقم کنند
یارب چگونه خامهٔ تحریر میرود

رزقم می و به توبه مرا حکم میکنند
این بحث در صحیفهٔ تقدیر میرود

صرفی چو تیغ هجر نوشتند بر سرت
آیا بسر نوشت تو تغییر میرود

عشاق عهد عیش محقر نبسته اند
یعنی که دل بطوبی و کوثر نبسته اند

هرگز بهیچ حال چه بیدار و چه بخواب
چشم دل از نظارهٔ دلبر نبسته اند

گر جای ما نگشته طربخانهٔ وصال
تقصیر ماست ورنه بتان در نبسته اند

جمعی که بی نصیب ز دیدار مانده اند
در جستجو کمر بمیان در نبسته اند

شاهان و تاجدار محبت به لوح دل
نقش کلاه کسری و قیصر نبسته اند

فقر است دُرّ تاج شه ملک عاشقی
دُری چنین بافسر سنجر نبسته اند

صرفی که فارغ است ز مال و منال نیز
پای دلش بسلسلهٔ زر نبسته اند

جان بر لب از رفاقت آه و فغان بماند
نقصان همت است کز همرهان بماند

خون ریز زندگیم بر امید وصل
جان در میان خوف و رجا همچنان بماند

نیمی گداخت جان ز غم اما چه لایق است
از بهر تحفهٔ تو اگر نیم جان بماند

افسانه ام ز قصهٔ مجنون زیاده است
در دهر یادگار من این داستان بماند

جان رفت و خاک راه عدم گشت تا منم
شکر خدا که بهر سگت استخوان بماند

یک حرف پندگوی چو کوهی است بر دلم
بیچاره ذره ذره ته بار گران بماند

صرفی ز عشق نام بر آورد در جنوں
او خود نماند و نام وی اندر جهاں نماند

بخواب امشب بدستم گیسوی خوشبوی دلبر بود
پس از بیدار گشتن دست من بر مشک و عنبر بود
بدستم زلفش افتاده است و در خواب و به بیداری
دماغم بلکه ایں کاشانه هم از وی معطر بود
کشیدآں زلف را دستم بخواب و بعد ازاں عمر متی
ز دست من بتاں را التماس مشک اذفر بود
بخواب آں آفتابم رخ نموده است و نه بیست ایں
که چوں بیدار گشتم خانه ام از وی منور بود
کماں بردم که گر بینم بخواب او را نه بینم غیر
ولے چوں دیدمش او بار قیباں ستمگر بود
شبے در خواب شیخا دیده بودم دلبر خود را
پسے قدر شب من از شب قدر تو برتر بود
به از صد روز عید است آں شب میموں که ای صرفی
بخوابش دیدم و کام دلم زاں لب میسر بود

طرفه اشکے که ازیں دیده جگر گوں بچکید
طرفه تر کز نفسم وقت سخن خوں بچکید
گل دمیده است ازاں شوره زمینے که دراں
قطرهٔ از عرق آں رخ گلگوں بچکید
بعد بیدار شدن خواب گهم پُر خون بود
چوں بخواب اشک ز چشم من محزوں بچکید
قصه فصاد که خوں از رگ لیلے بُرود
او بزد نشتر و خوں از رگ مجنوں بچکید
هر که غمخانهٔ من خواند دلش سنگین بود
خو نیش از دیده بدانستن مضموں بچکید
خوں چکید است ز چشم ترم افزوں از حد
فتنه از چشم تو از خون من افزوں بچکید
صرفیا بسته شد از سوز درون خون جگر
وه ندانیم که از دیده بروں خوں بچکید

سر نوشت در دمند عشقت ایں مضموں بود
کایں سر از تیغ تو افتاده بخاک و خوں بود
گه قبول و گاه ردم میکند آں بے وفا
وه نمے دانم که آخر خستهٔ کارم چوں بود
چوں کشیدی تیغ بهر قتل من تاخیر چیست
بر تو بر من هم مبارک باشد و میموں بود
شکر الطافت نیاید از رقیباں جان من
جور بر عاشق کنی وا و ازاں میموں بود
مدرک هر سر نه گردد سر عشق د عاشقی
صرفیا عالی تر از ادراک افلاطوں بود

## غزل

حال زارم شنیدنی دارد — بلکه از لطف دیدنی دارد
می کند جان مریض هجرانت — بر سر او رسیدنی دارد
چون ندانست قدر وصل دلم — درد هجران کشیدنی دارد
مست حسنت نمیکشی می عشق — لیکن اندکی چشیدنی دارد
نبود آسان بیار پیوستن — از دو عالم بریدنی دارد
لب جام است بهره ور ز لبش — لب ز غیرت گزیدنی دارد

دل صرفی که آرمید بعشق
از خلایق رمیدنی دارد

ز هر چاک دل مجروح صد تیرت برون آمد — ولی تیرت که بیرون آید آغشته بخون آمد
خدنگ تو که جان من باو چسپید و محکم بود — برون آمد ز دل اما نمیدانم که چون آمد
بفتراک تو صید تو سرنگون و من درین غیرت — که بهر پابوس تو مگر خود سرنگون آمد
غمت کز بهر قتل من بکف تیغ اجل دارد — زبون او گشتم گرچه بخت من زبون آمد
باب دیده دادم پرورش نخل محبت را — عجب نخلی که برگش حسرت و بارش جنون آمد
بافسون کی توانم کرد تسخیر پری روئی — که چشم جادوئی او آفت اهل فسون آمد

مکن نسبت بمن فرهاد را در عاشقی صرفی
که سنگ راه او در عشق کوه بیستون آمد

دلم او را طلبیده است که دلدار بود — نه که دشمن بمن و دوست باغیار بود
کی گمان داشتم از یار که آخر یکچند — قطع یاری ز من و با دگران یار بود
درره مهر و وفا ما همه ثابت قدمیم — آه اگر یار جفاجوی ستمگار بود
عمر کردم بطلب صرف و نمیدانستم — که بکام دگران دولت دیدار بود
عزت آنست که کاری بره عشق کنی — حیف از اوقات عزیز است که بیکار بود
خوی او دیده و دانسته باو دادم دل — گله اش کی کنم ار بر سر آزار بود

صرفیا گر نہ وفادار بود یار مرنج
نتوان یافت نگارے کہ وفادار بود

مہ نو آن چنان شرمندہ از ابروی جانان شد
کہ تا ماہی ز بس شرمندگی از خلق پنہان شد

بت من کفر کیش و نور بیچون از رخش پیدا
عجب گر زدی مسلمان کافر و کافر مسلمان شد

شراب شوق جانی ماست لیکے از یاد لب لیش
زمینش ہر کجا کندیم بیروں آب حیوان شد

ز تار زلف تو شیرازہ خواہد دفتر عمرم
وگرنہ در دمے از آہ من خواہد پریشان شد

مسلمانان در آمد در دلم ہر دم بتے دیگر
چہ سازم چوں کنم ملک دل من کافرستان شد

ز زنار سر زلفش بکفر عشق افتادیم
ولے از ظلمت این کفر تابان نور ایمان شد

تعالی اللہ چہ نازاست اینکہ چوں بگریستم صرفی
نظر بر گریہ ام آن شوخ را افتاد و خندان شد

# ذ حرف الذال ذ

گرفتم خامہ بنویسم اندوہ تو بر کاغذ
ز آہم سوخت خامہ ز آب چشمم گشت تر کاغذ

نویسم سوی جانان حال زار خویشتن لیکن
نگنجد قصہ درد و بلاے عشق در کاغذ

سر تنک سیمگون و روی چون زر چیست میدانی
برائے وصفت از سیم مداد ست و ز زر کاغذ

بخط صفحہ رویت نہ دیدم ہیچ زخسارے
بلے نتوان نوشتن این چنین خطے بہر کاغذ

بہ سویت نامہ رفت و دل ز نوک خامہ ام صد چاک
ز رشک آنکہ از نظارہ ات شد بہرہ ور کاغذ

اگر نبود غرض تحریر اوصاف رخ خوبت
چرا آوردہ اند از صفحہ شمس و قمر کاغذ

مصور صورت او چوں کشد صرفی کہ از حیرت
ز یک دستش قلم افتاد و از دست دگر کاغذ

مثل وفا جفای تو ای دلستان لذیذ
زہرم ز دست تو چو شکر در دہان لذیذ

مانند صاف بادۂ عیش الست مست من
دُرد شراب درد تو در کام جان لذیذ

شیرے کہ از لبت چکد ای طفل نازنین
کے نعمتے دگر بود اندر جہان لذیذ

مثلِ غمت که نعمت خوان محبت است
بالله که نیست شیرهٔ جان آنچنان لذیذ

شیرینم از حلاوت یاد لبت دہاں
ای نام تو چو شہد و شکر بر دہان لذیذ

بے تو نیافتم ز مئی ناب لذتے
خون جگر که می خورم آمد ہماں لذیذ

صرفی بطرف باغ بود موسم بہار
از دست گل رخاں می چوں ارغواں لذیذ

# حرف الرّا

در ہر چه بینم آں رخ نیکو است جلوه گر
در صد ہزار آئینه یک رو است جلوه گر

یک لحظه بے مشاہدهٔ روی او نیم
یعنی بہر چه مے نگرم اوست جلوه گر

ای باغباں نه سرو گلست ایں نه بوستاں
کاں روی خوب و قامت دلجو است جلوه گر

خلقے بہر طرف شده سرگشته بہر او
ویں طرفه تر که دوست بہر سو است جلوه گر

تا درمیان حجاب خودی ہست صرفیا
مشکل که در دل تو شود دوست جلوه گر

گویند غیر عشق کن اندیشهٔ دگر
وه چوں کنم که نیست مرا پیشهٔ دگر

ہر چند یار من ستم اندیشه بیوفا است
حاشا که جز وفا کنم اندیشهٔ دگر

در باغ دلِ چو نخل خیال قدت نشست
شد بہر آں ز ہر رگ جاں ریشهٔ دگر

گر دیده ہر یکے ز زبانہای واعظاں
بہر خراش خاطر ما نیشهٔ دگر

صرفی بعشق طرفه غزالے چو وحشیاں
سرگشته گشته است بہر بیشهٔ دگر

دہنت تنگ شکر بلکه از اں شیریں تر
لب شیریں تو جاں بلکه ز جاں شیریں تر

گرچه صورت گر چین جاں کشد اما ہرگز
صورتے از تو نیامد بجہاں شیریں تر

بشکر خنده کشا لب به سخن پردازے
که سخن گفتن او خنده کناں شیریں تر

خنده ہا و سخناں تو ہمه شیریں آمد
حرکات و سکنات تو از اں شیریں تر

عشق ظاہر نہ کنم گرچہ بسے پُر شور است
شورش عشق تو ہر چند نہاں شیریں تر

گرچہ از نام شکر کام نہ گردد شیریں
ہر دم از نام تو داریم دہاں شیریں تر

شعر صرفیست بوصف لب شکر شکنت
از کلام ہمہ شیریں سخناں شیریں تر

بخدا از تو رسیدم نہ ز جائے دیگر
بخدائے کہ جز او نیست خدائے دیگر

نبود نور رخت را چو رخت آئینہ
دارد آئینہ روئے تو ضیائے دیگر

ای کہ حُسن ہمہ عالم ز جمالت عکسیست
عالم حُسن ز تو یافت صفائے دیگر

فیض نور از مہ رخسار تو یابد خورشید
نیست مثلت بجہاں ماہ قفائے دیگر

دردمند توام و درد توام بادا فزون
بہ ازیں درد مرا نیست دوائے دیگر

بیدلاں را ز دو چشم و لب تو پیوستہ
ہر زماںنیست فنائے و بقائے دیگر

غیر ذکر خم ابروی تو ہم شام و سحر
نیست در گوشۂ محراب دُعائے دیگر

سر من بود بلای دل و جاں بالایت
کاکل تو ز سر انگیخت بلائے دیگر

بلبل نغمہ سرائے چمن کوی توام
چوں من انجا نبود نغمہ سرائے دیگر

بہ ہوائے قد تو سرو و صنوبر نگرم
شکر لِلّٰہ کہ مرا نیست ہوائے دیگر

خاک کویش شوم ای صرفی اگر خاک شوم
کہ ازاں کو نتواں رفت بجائے دیگر

مگو رقیب تو از ماست در وفا بہتر
اگر رقیب بہ از ماست سگ ز ما بہتر

چساں شوم ز تو بیگانہ و چہ کار کنم
کہ ہست پیش تو بیگانہ ز آشنا بہتر

کنند کسب جفا مہوشاں ز یکدیگر
بتانِ ماہوش از یک دگر جدا بہتر

میانِ مردمِ عالم نشستنت حیف است
ترا چو مردم چشمم بدیدہ جا بہتر

بلاست قامت سرو ے کہ جا بجانم ساخت
بلے بجان من بیدل ایں بلا بہتر

خدنگ غمزہ بزن چند بیم آں کشدم
کہ گفتہ اند ز بیم بلا بلا بہتر

چو نیست قاعدہ اہل عشق راحت خویش
ز من وفا و ازاں بے وفا جفا بہتر

چو مے کند ہمہ برعکس مدعای کسان — اگر نے کنمش عرض مدعا بہتر
جفای او بکشم و منع ادا ازاں بکنم — ز من وفا و ازاں بے وفا جفا بہتر

اگر ز عشق دلت دردناک شد صرفی
دوا مجوی کہ آں درد از دوا بہتر

ہر لحظہ بہر کشتنم آمد غمے دگر — ہر دم مرا ببردن خود ماتمے دگر
تو مست بادۂ و ز تو صد شور در جہاں — عالم ز تو خراب و تو در عالمے دگر
گاہے اگر دمے بزنم خالی از غمی — آید ہزار غم بہم پیوند تا دمے دگر
سودای زلف خم بخم لنت در سرم — افتاد از اں بہر رگ جانم غمی دگر
پنہاں ز غیر جاں بتہ خواہم سرود نیست — ایں راز را بغیر اجل محرمے دگر
ہر لحظہ پر عرق شود از تاب می رخت — ہر دم گل جمال ترا شبنمے دگر

جام جہاں نما بکف آورد از قدح
صرفی کہ در زمانِ خود آمد جمے دگر

احمد آباد و بہر گوشہ نگارے دیگر — نتواں یافت بایں حسن دیارے دیگر
سینہ چاکست بہر گوشہ بصد داغ بلا — ہر طرف جلوہ کناں لالہ عذارے دیگر
کار ایں خلق ہمہ عاشقی و معشوقی است — کس دریں شہر ندیدیم بکارے دیگر
ہیچ گہ نیست خزانے و مدام است اینجا — ہر دم از لالہ رخاں تازہ بہارے دیگر
اہل ایں شہر ہمہ مست مے لعل بتاں — جز بدیں مے بنود بادہ گسارے دیگر
زندہ لعل بتانند ہمہ احیابش — زندگاں را بجز ایں نیست قرارے دیگر
کشتہ خنجر عشق اند ہمہ امواتش — پر از انست بہر گوشہ مزارے دیگر
گرچہ ایں شہر پر از ماہ وشانست ولے — جز ابوالفتح نخواہیم نگارے دیگر
گرچہ فارغ از یاریم آں بے پروا — حاش للہ کہ شوم مایل یارے دیگر
بے رخش گر بگل و لالہ کشایم دیدہ — باد بر دیدۂ من ہر مژہ خارے دیگر

ہمہ را سینہ ز تیر غمش افگار ولے
مثلِ صرفی بنود سینہ فگارے دیگر

اے بدل جا بتو بے منزل یارے دیگر — نگزینیم بجائے تو نگارے دیگر

دل پر از داغ و جگر پاره مرا کرده غمت　　بلکنم آرزوی لاله عذاری دیگر
مست من تا لب میگون ترا از اهد دید　　نتوان یافت چو او باده گساری دیگر
تو غزالان جهان چون همه خود صید تواند　　پس چه حاجت که روی بهر شکاری دیگر
کار من عشق و مکن منعم از آن ای ناصح　　حاش لله که شوم در پی کاری دیگر

هیچ یاری به وفاداری عرفی نبود
مکش او را ز پی خاطر یاری دیگر

روان شد از دو چشم اشک در راه عشق شد ظاهر　　بلی راز یکه بگذشت از دو ظاهر شود آخر
از آن بدخو که جز قتل محبانش بخاطر نیست　　من دل خسته دارم آرزو یک گوشهٔ خاطر
چه سحر است اینکه چون چشم او سیاه او شد از وی مج　　برنگی ریخت خون من که هرگز کس نشد ظاهر
بیک غمزه رباید صد دل و کس را خبر نبود　　بفن دل ربائی نیست چون او دیگری ماهر
اگرچه صبر کردن در غم هجر تو نتوانم　　ولی کس نیست چون من در بلای عاشقی صابر
بسحر و فن دلت را جانب خود کرده مایل　　مرا اگر فن سحر آموختی آن نرگس ساحر

نمی گویم بغیر از راست در وصف سهی سروان
اگرچه راست کم گویند عرفی مردم شاعر

صبح وصل آمد بجای شام هجران غم مخور　　خواهمت روزی سپردن جان بجانان غم مخور
گرچه ای یعقوب محنت ها چو ایوبت رسید　　یوسف گم گشته باز آمد بکنعان غم مخور
جان حزین و دلم حزین در سینه لیک　　کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور
چون عزیز آخر بتخت مصر خواهی ساختن جا　　گرچه همچون یوسفی آخر بزندان غم مخور
شد پریشان حالت از سودای زلف مهوشی　　جمع خواهد گشتن این حال پریشان غم مخور
گرچه او جان از تو بستاند تو دور از وی مشو　　مشکل تو عاقبت خواهد شد آسان غم مخور

گرچه ای عرفی ز غربت مشکلی داری مشو
مشکل تو عاقبت خواهد شد آسان غم مخور

درمیان ناخنان سیم قامت جام زر　　باز باغ حسن تو نرگس بر آورد است سر
گفته ام پس از هر گشت اگر سوی آیمت　　من بایں هم راضیم اما هلاکم کرد اگر
از خیال آن لب شیرین فزود شد سوز دل　　آری آری در طبیعت گرمی باشد شکر

کی توانم جام جم از بادهٔ وصلت کشید
چون لب خشکم بیک قطره نشد زان باده تر

غیر تو خوبان همه منظور نا اہلان شدند
حسن البشان هم بود دلکش ولی فیه النظر

گر بعالم نیست مانندے ترا نبود عجب
ای بخوبی از همه خوبان عالم خوب تر

گر هنرمندی رو از کشمیر ای صرفی برون
کاندرین کشور هنر عیب است و عیب آمد هنر

کوه را یارب نشست از لالهٔ حمرا کمر
یا نشست از گریهٔ فرهاد در خون تا کمر

بار اندوهی که دارم با تن چون کاه خود
گر بود بالای کوهے بشکند آنرا کمر

از همه پنهان میانش لیکن آن نازک میان
چون کمر مے بندد آنرا میکند پیدا کمر

تا کمر در خون ز قتلش دردمندان خود را بست
یا ز گلگون فوطه بست آن دلبر رعنا کمر

ایشه خوبان بخدمت گاری تو بسته اند
در میان گلگون لباسان سهی بالا کمر

سالها در خدمت دیوانگان کوی عشق
از پی کسب جنون بستم من شیدا کمر

داد صرفی جان چو دامن در میان از ناز زد
کج کلاهِ من که بست از بهر قتلِ ما کمر

ای سنگ دل حدیث رقیبان بدگهر
جا در دل تو ساخته کالنقش فی الحجر

شرح صفات زلف و قدت چون دراز بود
کردم سخن بوصف دهان تو مختصر

مثل تو سرو نیست ولیکن ترا چه عجب
ای نا تراش اگر ز قدت کشید سر

از قید هر دو عالم از آن فراغت است
کافتاده ام ز عشق تو در عالمے دگر

هر گل نه بر جمال تو راز
نرگس گشاده چشم ز کوتاهی نظر

از کشور وجود بملک عدم رویم
فکر دهانِ تنگ است درین راه هم سفر

خلقی فتاده بر سر راه تو میکنند
دست هوس دراز به دامانت الحذر

گفتی اگر ترا کشم از غم مگر رهے
خوش مژده ایست کر نکند دفع اگر مگر

گفتی حدیث و از لب شیرین او بما
قاصد خوش آمدے و دهانِ تو پر شکر

جمعے بکار دینی و قومی بفکر دین
مست شراب عشق تو در عالمے دگر

مرغان باغ کرده الکدو سرو را
آن نا تراش چون ز قدِ تو کشید سر

ترفا اگرچه خون جگر میخوری بسار
بارے نصیب تو ز قضا آمد این قدر

### ایضاً

از دو زلف تست در هر حلقه غوغای دگر — وز دو چشم تست در هر گوشه شیدائی دگر
نیست ای راه ادب سویت بپای آمدن — از سر خود ساختم در راه تو پائی دگر
روزگارم تیره از سودای زلف تست و بس — غیر ازینم نیست در سر هیچ سودائی دگر
گرچه از غیر ما نیست مقصود ترا — لیک دارد دلبر خود رای رائی دگر
عقل از وست و عشق تو در کشور دل جا گرفت — آمد اکنون پادشاهی کشور آرائی دگر
نقد جانم رفت و غم شد حاصل از سودای عشق — اینچنین سودی ندارم هیچ سودائی دگر
سرو راه خدمت قدت بیکپا چون رود — گر نیارد از صنوبر عاریت پائی دگر
رویم از هر سو بسوی یار خود رای من است — غیر ازینم نیست روئی دیگر و رائی دگر
ای که غیر از کشتن ما نیست مقصودی ترا — نیست جز مقصود تو ما را تمنائی دگر
تا خرد رفت از من و شد دانش آموزم جنون — همچو من نبود خردمندی و دانائی دگر
اهل ننگ و نام را از صحبت تو عارهاست — نیست صرفی چون تو بدنامی و رسوائی دگر

ناصحا روز جزا رسوا تو خواهی شد زمن
گرچه اکنون همچو صرفی نیست رسوائی دگر

مکن بر من ملامت ها رخ نیکوی او بنگر — بدست ای پندگو از عاشقی منعم مگو بنگر
بمیدان غمت پیوسته چون گویم سرگردان — تغافل تا بکی ای شهسوار حسن گو بنگر
نکردی پریشان بر سنبل گل تازه — نسیم نوبهاری عطرسای و مشکبو بنگر
زبانی هر سر موی تنم در ناله شد یعنی — بفریاد و فغان این خسته دل را موبمو بنگر
مپرس ای دل که چون صرفی چه حالست از غم عشقت — بتان شوخ چشم تیز خشم و تند خو بنگر
عجب نبود اگر پر فتنه خواهد شد همه عالم — بهر سو جلوه هائی دلبران فتنه جو بنگر

بمیدانم چرا روز تو صرفی تیره و تار است
جهانی روشن از رخسار آن خورشید رو بنگر

ای غم و درد توام بیشتر از بیشتر — عیش و نشاطم بدان بیشتر از بیشتر
گرچه چو بخت بدم نیست بداندیش چرخ — کس ز رقیبان تو نیست بداندیش‌تر
صدقه شهد و شکر گر ز لب خود دهی — حق منست آن منم از همه درویش‌تر

غیر بد اندیشیت کیش دگر نیست لیک | نیست کسی نزد من از تو نکوکیش تر

ای دل عشاق تو ریش ز تیغ غمت
صرفی خونین جگر از همه دل ریش تر

عجز و نیازم بتو هر نفسی بیشتر | غمزه و نازت بمن بیشتر از بیشتر
پیش نکویان جفائیست محبان وفا | یار جفا پیشه و بنده وفا کیشتر
ترک مرا از تیغ تو کو جگری و دلی | از دلم افگارتر وز جگرم ریشتر
جز غم عاشق کشی ناوره اندیشه ام | در حق من کس ز من نیست بد اندیشتر
دل که ز غم گشت خون رفت ز چشمم برون | شد مژه ام هر دم از خون دل خویشتر

با رخ مانند زر صرفی بی خان و مان
از همه زردارتر وز همه درویش تر

هر نفس چهره تو زیبا تر | هر دم این بیدل و دین شیدا تر
دو رخ خوب تو ای رشک پری | هر یکی از دگری زیبا تر
گرچه رعناست سرو قد وی | سرو قد تو بود زیبا تر
در همه روی زمین جای نیست | که نه از اشک منست انجا تر
خوب رویان همه بی پروایند | همه از همه سی بی پروا تر

گر به کوی دل رسد از جاه رقیب
صرفی بیدل و دین رسوا تر

ای دو چشم شوخت از هر کافری بیباک تر | در ره هر دم گشتی از یک دگر چالاک تر
گر بخواهی صحبت یاران بی ادراک را | از رقیبان کس بعالم نیست بی ادراک تر
ای شفق نبود مرا من بلکه در شام فراق | شد ز موج بحر اشکم دامن افلاک تر
خرقه ات پر داغ از زرق و رشنده ام پر داغ می | خرقه ات از دامن من نیست زاهد پاک تر
دمبدم غم بر غم افزاید مرا گردون دون | گرچه از من نیست در عالم کسی غمناک تر
چیست جانم ای صرفی دارد هزاران چاک تنگ | میخواهد آن را چاک تر

تیز تر هر لحظه تیغ غمزه خونریز را
سینه صد چاک من صرفی دمادم چاک تر

ایضاً

هردم انداز د فلک از یار خویشم دورتر
هر زمان سازد من مهجور را مهجورتر

دور از و بودیم و دوران دورتر انداخته
لیک میترسم که انداز د هنوزم دورتر

گر فلک بر حال رنجوران ترحم داشتی
کس نبوده است از من محنت زده رنجورتر

یاد آن روزی که بود از پرتو رخسار او
خانهای چشم ما هر لحظه پر نورتر

صرفیا در عالم عشق و جنون خواهم شدن
آخر از فرهاد و مجنون در جهان مشهورتر

زهی فکنده بر رخسار خویش برقع نور
ظهور نور بطون موجب بطون ظهور

اگرچه از همه نزدیک تر تویی با من
بحیرتم که چرا من فتاده ام ز تو دور

نظاره ات نتوان کرد جز بدیدهٔ دل
اگرچه جز تو کسی نیست ناظر و منظور

چه عیب حسن ترا اگر ندید کور روی
اگر نه شب پره دید آفتاب را چه قصور

ز غمزه ات بود آگاه مست بادهٔ عشق
عجب که حاصلش از بی شعور نیست شعور

محرم آمده بر میکشان جام غمت
می حلال بهشتی چو بادهٔ انگور

بعمر خود همین یکدم مست صرفی شاد
که غایب است از غیر تو در مقام حضور

زهی چون مه و مهر سر تا بپا نور
ترا نام هم نور نور علی نور

بتو نسبتی نیست مشکین خطا را
ز ظلمت بود فرق بسیار تا نور

تو خود عین نوری ز خورشید و ز مه
از آن مه و فلک نام کرده ترا نور

چو تو مظهر سرّش از آن نور ذات
دگر نه در اصل است نام خدا نور

رقیب سیه رو است پیوسته او
ندانم چسان سایه یار است با نور

چو ز جبین نور است گیرد همیشه
مه از مهر و مهر از رخ یار ما نور

بود ذکر ارباب زهد الله الله
ولی ورد صرفیست یا نور یا نور

ای رشک پری و غیرت حور
وصف تو بعقل نیست مقدور

یارب ز چه قوم و قبیله
از تو چه مقام و جا است معمور

از جنس پری نه‌ای ولیکن / داری چو فرشته خلقت از نور
گویند ترا بشر ولی نیست / از آب و گل آفرینشت دور
نی مهری و نه مهی ولیکن / چون مهر و مهی بحسن مشهور
خوشتر ز غمت محبان نشاطی / غمگین نه تو در دو کون مسرور
ای مایهٔ عشرت از غم تو / اهل ملکوت و فلک مسرور
دل نیست باخت یار صرفی / در جستن دلرباست معذور

چون مثل تو نیست کس بعالم
صرفی بهوای تست معذور

ببین در صورت آن ماه پیکر / که بینی معنی خوبی مصور
چو پای از شبنم گل شیشه آن سرو / بکف آورد نرگس طشتی از زر
ز باغ کوی او آمد نسیمی / بهر برگی دمی ساخت گلشن را معطر
به از به در جهان می باشد اما / ندیده چشم عالم از تو بهتر
ترا اهل تناسخ دیده گفتند / که آمد در جهان یوسف مکرر
چو سبزه گر ز سر در زیر پایت / صنوبر بازد او را خاک بر سر
رخی دارند مهر و مه چو تو لیکن / ندارند این خط و خال معنبر
بود نام تو تکبیر شمارم / عجب نامیست این الله اکبر

چو صرفی با قد خم گشته باشم
که باشم حلقه سان پیوسته بر در

زهی بطرهٔ خم در خم تو عقل اسیر / گره فتاده ز زلفت برشتهٔ تدبیر
بگرد مصحف روی تو خط مشکین چیست / مگر بحاشیهٔ آن نوشته تفسیر
ز بهر قتلم اگر آمدی بکن تعجیل / بکار خیر نکو نیست جان من تاخیر
نشد ز روی تو روشن دل ستاره رقیب / اگرچه روشنی شب بود ز ماه منیر
بیک نگاه تو گر جان خویش نسپردیم / مقصریم چه خواهیم عذر آن تقصیر
ز تیر تو تن نخچیر را همین یک زخم / هزار پاره دل من ز غیرت نخچیر
جدا ز روی تو چون دوزخیست صرفی / اگرچه رشک بهشت است گلشن کشمیر

الف

بجانم از غم تو در حیات خود دلگیر
به زلف تو دل دیوانه است پا بسته
هزار شکر درانیز سهم تو کیش رسید
ز هر دو کون تو آن نشست نے از تو
چه چاره گر ز ازل شد بلا نصیبه من
چسان بزم وصال تو ره توانم یافت
چگونه سر کشم از تیغ بر سرم بزنی

خدای را مکن ای ترک جانستان تقصیر
ولے جنون وی افزون شده است این زنجیر
چو سوی اهل وفا ساختی دوان دو سه تیر
گریز از همه داریم و نیست از تو گریز
نصیبه از ازلی نیست قابل تغییر
تو شاه کشور حسنی و من گدای فقیر
که سرنوشت من است این زخامه تقدیر

مگر دم تو بود گرم ز آتش دل تو
که عرفیا نفست نیست خالی از تأثیر

بنای عمر اغیار از سرشکم شد خراب آخر
بود خواب اجل خاصیت افسانه عشاق
عذابی دوریم را از تو باعث بوده است اغیار
دلم بریان رقیب از آتش هجر تو گردا ما
چه بود آن خنده ات بر اضطراب گشته بجران

ولے مرگ سگ دیوانه مے باشد بآب آخر
شنید اغیار این افسانه را و شد بخواب آخر
بحمد الله ز مرگ خود بخود دید این عذاب آخر
ز آه آتشینم مرغ جانش شد کباب آخر
رقیبا وقت مرگت چیست چندین اضطراب آخر

رگ جانم ز زلف او رقیبا پرخم و پیچ است
ز ا[illegible] تنگ اجل چون رشته جانت بتاب آخر

بچشمم گرم مے آئی بے ا[illegible] یں رخسار
هوادار جمالت ذره سان خورشید عالم تاب
شب من دور از آن رخسار تار و روز من تیره
ز شوق شب همه شب ریخت خوناب جگر چشمم

به دل میگویم افتاده بودم روزی این رخسار
ز روی مهر در کوی تو مه را بر زمین رخسار
کشا زلف شب آسا و نمای مه جبین رخسار
اگر باور نمے آید ترا زنگین ببین رخسار

بود چشمت بلا رخسار تو آفت که ای عرفی
ستاند جان و دل چشم و ربوده عقل و دین رخسار

نے سرو نه شمشاد است از قد تو رعنا تر
زیبا است بران عارض خال و خط مشکینت

قد تو بر رعنائی هست از همه بالاتر
خالت ز خط و خطت از خال تو زیبا تر

دیوانگی دل بین شیدائی من بنگر
دل از من و من از دل دیوانه و شیدانه

دیر آمدی و رفتی زود از سر مشتاقان
از چشمهٔ حیوانت ناگشته لب مانده

ناصح که مرا مفتون میداشت و رسوائی
نادیده جمالت را از من شده رسوانه

مجنون پری رویان نزدیک خردمندان
هرچند که نادان تر هست از همه دانانه

از سیل سرشک تو گر خانه نمی افتد
سهل است اگر صرفی گردد همه کالانه

ای ملک از تیغ تو ترساں ز انساں بیشتر
قابض جانها بود ز انجمله ترساں بیشتر

آب شمشیرت نمنکے بے گلوی خشک ما ست
تشنهٔ آن آب روح افزا بود جاں بیشتر

جمع کردی خاطر ما را بیک پرسش ولے
موجب جمعیت آن زلف پریشاں بیشتر

بے نشانیم و بجست و جوی ما هر سو بلا
گشته سرگردان و عزرائیل جویاں بیشتر

دمبدم هرچند بے ساماں ترم در عاشقی
بنده را از اهل ساما نست ساماں بیشتر

هم مسلمانست هم کافر بجاں از جور او
لیکن او مے خواهد آزار مسلماں بیشتر

گاه اندوه و غمم از دهر است و گه عیش و طرب
دردمندان ترا این کمتر است آن بیشتر

حیرت من در غم عشقت برون از حد ولے
من بجان خویشتن هر لحظه حیراں بیشتر

ده که از عاشق کشی خوباں پشیماں نیستند
صرفیا عاشق کش من ناپشیماں بیشتر

ای صبا از یوسف من بوی پیراهن بیار
تو تیائی بے غبارے بهر چشم من بیار

ساقیا با آن مئی کمزور کیفیت نه بود
بهر ما گر مے توانی جام مرد افکن بیار

ای صبا من بودم و یک دل شنیدم کز سوخت
مشتی از هر گل برای ما ازین گلشن بیار

صرفی از گلزار و صلش داشتی گلها طمع
وقت گلچیدن مباد ابگذرد دامن بیار

# حرف الزا

نخواہم وعدہ مفردا رخ خود را نما امروز
چہ میدانیم تا فردا چہ خواہد شد بیا امروز
چگویم کز فراق یک دو روزہ حال من چونست
کہ صد روز قیامت دیدہ ام از دینہ تا امروز
جدا گشتی و کردی وعدۂ باز آمدن فردا
کجا ماہ و کجا فردا چرا باشی جدا امروز
مشو دور از من و با دوستان همدم
نخواہی یافت یاری چون من از اہل وفا امروز
چو مجنون ہر کسے دیو و پری از عشق میزد دم
بجز من کیست تا بردارد این بار بلا امروز
منی عشقت چشیدم دی و امروز آنچنان مستم
کہ از مستی نمیدانم کہ اکنون دیست یا امروز
بہ فردا وعدۂ دیدار حقم میدہد واعظ
ولے من دیدم از رخسار تو نور خدا امروز
چسان دل بر وفائی تو نہد صرفی کہ این مسکین
اگر دے یک وفا دید از تو بیند صد جفا امروز

چہ عجب حشمت اگر ہست فریبندہ ہنوز
عجب اینست کہ از چشم تو من زندہ ہنوز
سر بخاک در تو ماندم و جان بسپردم
مردم از شرم و بجا کم ز تو شرمندہ ہنوز
سرو آزاد کشیدست سرا ما نہ ز تو
ہاہش آزاد و لے قد ترا بندہ ہنوز
یک تبسم کہ تو کردی بتو دادم دل و جان
وہ کہ لب ہای شکر بار تو در خندہ ہنوز
صرفی خسام طمع را سرِ دہ بدار ببین
دل و جان در طلب وصل تو تا کندہ ہنوز

بیم غم ہجران بہ دل تنگ میناز
بر شیشۂ ما ہر خدا سنگ میناز
مانع مشنو از نالۂ جان سوز دلم را
این مرغ خوش آواز ز آہنگ میناز
ہرچند کہ ننگ آیدت از بندہ ئی من
بیرون ز حریم خودم از ننگ میناز
مائیم براہ طلب او بر دو سہ گامے
این راہ فرود آر بہ فرسنگ میناز
برخاک درت جای دلبر گردنۂ لب
در سر ہوس افسر و اورنگ میناز
با غمزہ مفرما کہ کند قتل محبان
او را بالب روح فزا جنگ میناز

در فصل گل آن لاله عذار آماده صرفی
از دست کنون ساغر گلرنگ مینداز

جان دادم و نشد غمش از جان بدر هنوز
عمرم بسر رسید و هوالبش بسر هنوز

جان من از غم بدر آمد ز انتظار
جانان من ز خانه نیامد بدر هنوز

نه گنبد فلک ز فغانم پر از صدا است
افغان که نیست ماه وشان را خبر هنوز

بگذشت عمر ما به تمنای مقدمت
خاک رهت شدیم و نه کردی گذر هنوز

هر دیده ور که سرمه ز خاک رهت نساخت
نه بود به خاک پای تو صاحب نظر هنوز

دور از تو جا به کنج عدم ساختم ولے
خواهد فراقت از تو مرا دور تر هنوز

روز حیات عمر ز دگانت بشب رسید
پیدا نه گشت شام غمت را سحر هنوز

صرفی چه از گداخته در بوته فراق
در سر خیال خامش از آن سیم بر هنوز

گلبن و سرو چه نازند به پیش تو که ناز
از قد معتدل آید نه ز کوتاه و دراز

مرو از ناز بیا بر سر من نه قدمے
ای بخاک سر کوے تو مرا روے نیاز

ای رخت قبله و ابروے تو شد محرابم
روز و شب سر به زمین مانده ام از بهر نماز

ای که شاهے چو تو در کشور محبوبی نیست
بندهٔ حسن تو محمود و غلامست ایاز

گرچه مردم ز غمت جز بغمت جان ندهم
فی المثل گر پس ازین جان دگر یابم باز

برمن از روی بتان نور خدا جلوه گر است
لله الحمد رسیدم بحقیقت ز مجاز

واعظا چون دلت از درد و غم عشق تهی است
دیدهٔ تر ز سرشک از سر تقلید مساز

روسیاه ابر که گریان نه ز دردی و غمی است
سرخ رو شمع که گرید ز سر سوز و گداز

گر شد از عشق نهانی جگرت خون صرفی
چه توان کرد که با کس نتوان گفت این راز

گزید یار چو بیگانگان جدائی باز
دگر عجب که کند میل آشنائی باز

زیاده از دو سه شب مه نهان نمی باشد
تو رخ نهان کنی اما نه مینمائی باز

چو عید آمدی امسال و باز بگذشتی | ولے عجب که چو امسال دیگر آئی باز
بیہ دم بتو جان لیک اینچہ شعبدہ ہاست | که گاه مید ہی و گاه مے ربائی باز
چو رخ نہفتنت از بخت تیره روز ماست | عجب که پرده ز رخسار خود کشائی باز
کنون که دیدهٔ من بیتوش سفید آما | که یابم از مهر روے نوروشنائی باز

امید نیست که صرفی بتان کنند وفا
وگر کنند نمایند بے وفائی باز

هوس صحبت ما یار ندارد هرگز | میل یاران وفادار ندارد هرگز
زار مے میرم ازین غصه که آن بے پروا | خبر از حال دل زار ندارد هرگز
جانم آمد بر لب از جور وی اما زحمی | بر من آن شوخ ستمگار ندارد هرگز
جز جفا بر من غمدیده نخواهد اصلا | سر آزردن اغیار ندارد هرگز
گرچه پیوسته دلش مایل آزار منست | دل زارم ز وی آزار ندارد هرگز
کاکل از آتش می تا رخ خوب تو شگفت | شمع گل گرمی بازار ندارد هرگز
گرچه از عشق تو گشتم بجهان خوار چه باک | عاشق از خواری خود عار ندارد هرگز
آن عزیزان جهان را همه در سر هوس است | یوسف امروز خریدار ندارد هرگز

زیر بار غم و اندوه تو صرفیست ولے
خاطر از عشق تو در بار ندارد هرگز

نمای روی و بچشم پر آب در تاب انداز | که گفته اند نکوئی کن و در آب انداز
همه جمال تو بینند وقت دیدن من | رقیب گر بدرت اکنون بر رخ نقاب انداز
روا مدار که بر نور ظلمت آرد زور | ز آفتاب رخ خویشتن نقاب انداز
سیاه چون شب تاریک روز من تا کے | بیا و پرده ز روے چو آفتاب انداز
همیشه چند کند جلوه بر فلک خورشید | چو ذره اش ز رخ خود در اضطراب انداز
کنون که ز آتش شوقت کباب شد جگرم | کشا لب و نمک از خنده بر کباب انداز
بزم عشرت عشاق دردنوش بیا | بساغر طرب از لعل خود شراب انداز

بقید خویش اگر صرفیا سگش خواهی
بہ گردنش زرگ جان خود طناب انداز

شکستی سر زلف و طرف کلہ نیز
ربودی دل از پادشاہ از سپہ نیز
ہوای دہان و خط و غبغب تو
زہی تنگ و تاریک در راہ چہ نیز
تو گشتی رقیب و من از رشک مردم
گنہگار را میکشی بے گنہ نیز
بغکر دہان تو مانند غنچہ
دل پارہ ام خون شدہ تہ بتہ نیز
مہ و آفتاب منی روے بنما
کہ دارم شب تیرہ روز سیہ نیز
رخت قبلۂ یوسف ثانی آمد
ترا سجدہ خورشید کردہ است و مہ نیز
اگر سوے اہل وفا مے خرامی
خدا را قدم نہ بریں خاک رہ نیز
ندیدم کسے کارزو دیت ندارد
گدا بر درت کردہ جا پادشہ نیز

ببیں حال صرفی و بنگر نگارش
کہ کارش خراب است و حالش تبہ نیز

حرفے زعشق مے گذرد بر زبان ہنوز
داریم آن معاملہ را در میان ہنوز
جنس وفا اگرچہ است
راہ نبردہ ایم بسود و زیان ہنوز
ہر طایرے کہ بود قفس بر بدن شکست
شہبا ز جان مقید ایں آستاں ہنوز
رفتیم و سوختیم زننگ وجود خود
غوغای زاغ بر سر ایں استخواں ہنوز
صد دست نرد باخت نمود ند حاضراں
شطرنج غاییانہ ما در میاں ہنوز
از رای چہ بسیار زود بود
یک گل نچیدہ ایم ازیں بوستاں ہنوز

صرفی ہزار نقد وفا بر محک زدیم
با ما زمانہ در صدد امتحاں ہنوز

مے گردم ای فرشتہ بگرد درے ہنوز
حاجت نبردہ ام دیگرے ہنوز
زخمے نخوردہ ایم ملا و اچہ مے کنم
در کار ملکہ وہ کسے خنجرے ہنوز
بزمے و صحبتے و مئے ہست در میان
اما نشد حوالۂ ما ساغرے ہنوز

تا اوج وصل رخت پروانه داده اند / مرغ هوس نه ریخته بال و پری هنوز

صد رهگذر ز عشق شرر ها ریخته اند / پای فرو نه رفته بخاکستری هنوز

خواهد گشود طالع ما فال عاشقی / نگذشته بر ستارهٔ ما اختری هنوز

صد آه سرد بر نفس گرم ما زدند / یک دود بر نخواسته از اخگری هنوز

صرفی چه چشم جایزه داری ز دوستان
ننوشته بنامه وفا دفتری هنوز

با همه وارستگی مشتاق دیدارم هنوز / من نمایم اینچنین اما گرفتارم هنوز

گرچه در دل حرف های گفتنی دارم بسی / همچنان کوته زبان از بخشش یارم هنوز

زین گل و گلشن از آن دورم که خواهی در رهت / ورنه مشتاقان گل و گلگشت گلزارم هنوز

داشتن دست از علاجم سخت در دست ای طبیب / آن توانائی که باید نیست بیمارم هنوز

همچو صرفی گرچه از رنجش نمی گویم ولی
آن کدورت کز تو در دل داشتم دارم هنوز

## حرف السین

از روی بتان دیده ام انوار مقدس / المنة لله تعالی و تقدس

ای آئینه ساخته از صورت عالم / هر لحظه ازین آئینه ظاهر توئی و بس

در جلوه جمالت به لباسی عجب آرا / یعنی ز جوانان گل اندام ملبس

بوییت به دماغم رسد از سنبل مشکین / رنگ تو در آید به نظر از گل نورس

غیر تو کسی نیست چه در راست چه در چپ / جز تو نتوان یافت چه در پیش و چه در پس

صرفی بجهان نیست عیان غیر وی اما
دیدن نتوان ز رخ او دیدهٔ هر کس

از تو بتا مپرس و از آن خاک در بپرس / خاصیتش ز مردم صاحب نظر بپرس

ای باد صبح اگر گذری جانب چمن / شمشاد و سرو را ز قد او خبر بپرس

ناصح ز من مپرس که دیوانه ات که ساخت
زان فتنه جوی غمزه زن و عشوه گر بپرس

پرسی که از چه روست رخت زرد مثل زر
من وجه آن چگویم از ان سیمبر بپرس

هرگز شب فراق نوام نیست هیچ خواب
گر باورت نیاید ازین چشم تر بپرس

یکبار اگر به پرسشم آیی ز راه لطف
گفتن چه حد بنده که بار دگر بپرس

درد و بلای عشق چه پرسی ز بیدلان
این قصه را ز صرفی خونین جگر بپرس

بنگر بقد یار و ز سرو چمن مپرس
نظاره کن بروی وی و از سمن مپرس

لعل لبش بجوی و عقیق یمن مخواه
اشک مرا ببین و در عدن مپرس

از درد هجر آن لب شیرین به کوه غم
جان کندن مرا نگر از کوهکن مپرس

چون نسترن فتاده گل از گریه بر رخش
در دیده ام ز عکس گل و نسترن مپرس

پرسی که چیست حال تو دور از حبیب خود
بد حالم و خراب ز احوال من مپرس

آن زلف را ببوی و ز مشک خطا مگوی
وان چشم را ببین ز غزال ختن مپرس

صرفی فتاده ام به دیار بتان غریب
شادم بدین غریبی خویش از وطن مپرس

گر جان بستاند غمش از ما چه کند کس
خلقی است بجان از غمت اما چه کند کس

جز جور و جفا پیشه و اندیشه نداریم
پس مهر و وفا از تو تمنا چه کند کس

از ناز و کرشمه چو پی قتل محبان
داری همه اسباب مهیا چه کند کس

گویا به تو گفتند رقیبان که به عشاق
تو بر سر کین باش و ببین تا چه کند کس

چون آرزوی دیدن رویت همه دارند
در باغ گل و لاله تماشا چه کند کس

معشوقه اگر آفت عقل است چه چاره
در عشق کند واله و شیدا چه کند کس

در آرزوی روی تو صرفی بست ولیکن
گر رو ننمائی به کس صلا چه کند کس

هجر پیش از مردن و مردن پس از هجر است و بس
قصه کوته جز بلای جان ندارم پیش و پس

کیست جز آہم که روز غم بود ہمدم مرا
لیک آں ہم کی تواند بود بیش از یک نفس

وه ندانم چون کنم یارب که سوی او نیست راه
روزم از ترس رقیبان و شب از بیم عسس

ہم نشین با ہر کس و ناکس مباش ای تازه گل
تو گلے چون تو نشاید ہمدم ہر خار و خس

مے ستانی جان و مے بخشی از آن لب بوسه
ہے دہی سود و نمے خواہی زبان ہیچ کس

فارغ از حسن بتانم جلوه حسن تو ساخت
کافرم گر بت پرستیدن کند دیگر ہوس

از حیات خود به فریاد است عرفی بے رخت
نیست آہیدم که جز مرگم بود فریاد رس

یار من مایل آزار شد افسوس افسوس
بے وفا گشت و ستمگار شد افسوس افسوس

مہربان بود به من یار و لے در رہ کین
پیر و خاطر اغیار شد افسوس افسوس

ز آشنایان دگر مہر و یم بیگانه
آشنائے دگران یار شد افسوس افسوس

دلبر من به رقیبان ستمگر ہمراه
ہر آزار من زار شد افسوس افسوس

اندک اندک غم ہجران به دلم مے آید
آمده آمده بسیار شد افسوس افسوس

بار ہجر آمد و ما را دگر از تیغ غمت
سینه مجروح و دل افگار شد افسوس افسوس

عرفی غم زده در آرزوے یک نگہش
مرد و محروم ز دیدار شد افسوس افسوس

در بزم طرب باده ز خون جگرم بس
سرمایه عشرت ز قضا اینقدرم بس

پرسی که به رویت ز سعادت چه نشانست
از خاک سر کوی تو بر رخ اثرم بس

شد ز آتش عشق تو کبابم دل بریان
از خوان وصال تو ہمین ماحضرم بس

خواہم من بیدل سفر ملک عدم کرد
اندوه غم عشق رفیق سفرم بس

گر سر و بلندی نبود بر لب جویم
نقش قد رعنای تو در چشم ترم بس

بر فرش رہت خفته ام و بالش راحت
خشتے که از آن فرش بود زیر سرم بس

خواہم که بخاطر رسدش حال تو عرفی
یک گوشه خاطر بتو از اہل کرم بس

## غزل

گرچه بنود زیستن دور از رخ یارم هوس | لیک جان دادن بزیر پای او دارم هوس
چشم من هرگز نیارد توتیا را در نظر | خاک پای دوست دارد چشم خونبارم هوس
یک دو تاری زان دو زلف مشکبارم آرزوست | نیست با رطبله های مشک تاتارم هوس
گرچه از تیر تو افگار است جان من ولی | مرهمی دارد ز تیرت جان افگارم هوس
تا هوای لاله رخساری مرا در سر فتاد | نیست سیر بوستان و گشت گلزارم هوس
محنت بیداری شبهای غم تا کی کشم | وه که خواب مرگ دارد چشم بیدارم هوس

صرفیا بر من جفاهایش سراسر لطفهاست
اندکی از لطفهای اوست بسیارم هوس

گر نیست وصال تو خیالت به نظر بس | نقش رخ نیکوی تو در دیدهٔ تر بس
گر سرمه ز خاک کف پایت نتوان ساخت | گردی ز گذرگاه توام کحل بصر بس
خاصیت اکسیر غمت سیمبران راست | از خاصیتش حاصل من روی چو زر بس
گر بر دلم آید ز کمان تو خدنگی | از سینه مرا بهر خدنگ تو سپر بس
گر حقهٔ یاقوت لبت نیست بکامم | از چشم پر اشک است مرا درج گهر بس
بر چشم اگر یا ذره لطفی نماند | در گوش من از مقدم دلدار خبر بس

صرفی چه غمم ار تلخ تر از زهر غم اوست
بر کام من از یاد لبش شهد و شکر بس

به نزد قاتل من عاشقی گناهم بس | بدین گناه سر تیغ و فغان گواهم بس
شب فراق چه حاجت مرا بشمع و چراغ | چراغ این شب تاریک شمع آهم بس
درین زمانه منم پادشاه ملک وفا | بلا و محنت و اندوه و غم سپاهم بس
اگر بپای تو جان دادنست گستاخی | کمال لطف توام در عذرخواهم بس
خوشم که خوار و ذلیلم بر آستانهٔ تو | که این مذلت و خواریست عز و جاهم بس
ازان دو زلف شبم صرفیا سیه بنگر | که یادگار دو زلفش شب سیاهم بس

## غزل

صورتے کو در جہاں مانند آں گلگوں لباس
تا چناں نقشے تو انم بست بر لوح قیاس

غالباً شد مزرع عمر مرا وقت درو
ورنہ از بہر چہ خم شد قامت من مثل داس

شد سگ کوی تو یار ما ز عین مردمے
کس ندیدم مثل او از مردم مردم شناس

محکم از سنگ جفا ہا شد اساس محنتم
تا نہ ویراں گردد از سیلاب اشکم ایں اساس

تو ہمہ شب مست خواب نازی و شب تا بروز
مردماں چشم بیدار منت دارند پاس

یوسف مصری کہ آمد سورۂ در شان او
آیتے از مصحف حسن تو کردہ است اقتباس

کرد جانم را بیک غمزہ ز قید تن خلاص
لاجرم آں غمزہ یک جان گویم سپاس

صبحدم چوں مایل شد خورشید من
ماہ نو شد دستہ طاوس فلک گرد پا طاس

چوں گرفتی جا بجان صرفی دل سوختہ
آتشے در جانش افتاد از نوای گلگوں لباس

# ش حرف الشین ش

بسکہ میسوزد رگ جانم زتن دور از لبش
گر طبیبے دست بر نبضم نہد گیرد تبش

چشم بے باکش ہمیشہ مے کشد عشاق را
فرض عین آمد مگر مردم کشی در مذہبش

گشتہ اند استاد و شاگرداں جہاں یک دگر
کاشکے ہرگز نیفتادی گذر در مکتبش

شد رواں دریای نور از چشمۂ خورشید من
بر کنار موج آں دریا از غبغبش

دل پر از خوں شد صراحی را ز غیرت غنچہ ساں
جام گلگوں تا نہا دانہ ہمدمی لب بر لبش

در لطافت قالب جاناں نیاید کم ز جاں
بلکہ جاں کسب لطافت مے کند از قالبش

وہ ندانم چوں کنم صرفی بہ شبہای فراق
کامدہ بدتر ز صد روز قیامت یک شبش

مرغ غمت کہ شد بہ دلم آشیانہ اش
از قطرہ ہائے اشک منش آب و دانہ اش

آوردہ ام بکعبہ روئے دل باد
زیرا کہ ہست کعبۂ جاں آستانہ اش

گردم غبار و ہمدم باد صبا شوم | باشد بایں بہانہ درآیم بخانہ اش
احوال ما ز مشعلہ دانی کہ شمع من | در شرح سوز ماست زبان از زبانہ اش
یک روے و یک دل اند محبان بعشق او | زیرا کہ یافتند بخوبی یگانہ اش
مطرب کہ کرد نغمہ سرائی بوصف دوست | شوقے دگر فزود مرا از ترانہ اش

مجنوں بہ دَور صرفی دیوانہ خلق را
از یاد رفت، وگشت فرامش فسانہ اش

دل من غالبؔ دیوانہ گشت از روی زیبائش | کہ بے وجہے نخواہد بود ایں دیوانگی ہائش
من دیوانہ ام پابستہ زلف چو زنجیرت | خوش آں دیوانہ کز زلف تو زنجیرست برپائش
برسوایان عشقت مے کند ناصح ملامت ہا | نماز خسار خود تا ہمچو خود بینم زرسوائش
بہ تیغ ناز قتلم وعدہ کرد آں ترک عاشق کش | مرا کشت انتظار وازادب بنود تقاضائش
بفردائے قیامت وعدۂ دیدار خویشم داد | چو امروزش ندیدم کے توانم دید فردائش
چہ مے پرسی کہ از سودای آں زلفت چہ حاصل شد | ہمیں روز سیاہت آنچہ سود آمد ز سودائش

پس از مجنوں بجائے اوست در ملک جنوں صرفی
ولے ترسم کہ خواہد ماند خالی بعد از وجائش

چوں غم نصیب ماست بہر جا ز بخت خویش | بیروں چرا کشیم از یں شہر رخت خویش
ای بر سر تو تاج تجمّل نماے روی | تا سرنگوں فتد شہ انجم ز تخت خویش
چوں برگ ہای لالہ و گل در ہوائے تو | برباد دادہ ام جگر لخت لخت خویش
از جرم آنکہ نزد زحت لاف حُسن زد | بر دار گل نشستہ ز شاخ درخت خویش

صرفی حبیب دید ولے ہمرہ رقیب
ہر نیک و بد کہ دید رسیدش ز بخت خویش

جور تو مے کشیم نہ از اں کوے رخت خویش | شکر از تو مے کنیم و شکایت ز بخت خویش
دارد ردا و خرقۂ منقّش ز داغ مے | تا شیخ سادہ برد بہ میخانہ رخت خویش
در عشق آں کہ تاج ورانند بندہ اش | بگذشتہ اند تاج نشیناں ز تخت خویش

خوبان چگونہ رسم بقر یاد ما کنند | تا شیر آن ندیده به دلهای سخت خویش

صرفی به لاله زار بیاد رخت رود
با جان چاک چاک ودل لخت لخت خویش

لطیف و صاف چو آب زلال پیرہنش | چو عکس مهر نمایاں چو آب صاف تنش
خجالت گل رنگین ز رنگ رخسارش | شکست سنبل مشکین ز زلف پر شکنش
رقیب بد گهرت گفت از جفا سخنے | چو در ناب به گوش تو کرده جا سخنش
ز روی تست خیالے ندیده ام شب هجر | خیال روے تو شمع است و دیده ام لگنش
شب وصال تو در حسن سرکشیدن شمع | کنایتی است که برگیر تیغ و سر فگنش
ربوده دل ز من آمانه کرده دلداری | بتے که بے سبب آخر گرفته دل ز منش

بحسن یوسف ثانی نه گویمش صرفی
که صد چو یوسف مصر لبست در چه ذقنش

برون ز پیرہنش کس نشے رسد به تنش | خیا لهم نه برده درون پیرہنش
بخلق تا بنمایند صورت جاں را | بداں نزاکت و لطف آفریده اند تنش
کُشد مست من از خواب نرگس مخمور | ولے عجب که نگاہے فتد به سوے منش
ز یوسف است لبے بهتر از زلیخا هم | به هیچ کس نبود نسبتے ز مرد و زنش
بلا کشے که اسیر محبت است اگر | به دوست جاں نه دهد مشکلست زیستنش
بر اوج بام فلک تا بچند جلوه ماه | کشای پرده ز رخسار و بر زمین فگنش

شهید عشق بصحراے محشر ای صرفی
چو لاله سر بکشد غرق خوں شده کفنش

بتے که آمده از جاں لطیف تر بدنش | بجاں حیات منست و حیات جاں ز تنش
نگار من که بود جان جان من چه عجب | اگر ز رشته بجانست تار پیرہنش
مشعبدے که از اں مهر نهفته چهره مهر | نهاده جوهر جانم بحقه دهنش
شدند نغمه سرا طوطیان شکر خا | به وصف طوطی خط دلب شکر شکنش

مسیح را چه مجال سخن بجان بخشی | که صد سخن لب یار مراست در سخنش

اگر به پیش قدش سرو سر کشد صرفی
زتند باد دم سرد خود ز پا فکنش

جامه گلگونی که رحمی نیست بر حال منش | گشته از نازکی مراد خون من در گردنش
یوسف ثانیست آن گل پیرهن از مصر حسن | شکر لله نیست خاک از دست کس بر دامنش
منکه هستم خاک راه او دو چشمم چار شد | هر کجا دیدم نشان نعل های توسنش
تیغ غمش کاشانهٔ دل را دو صد روزن گشاد | پرتوی خواهیم از ان خورشید در هر روزنش
آن تن نازک ز بار پیرهن آزرده است | گرچه نازکتر ز بار گل بود پیراهنش
روز من چون تیره و تار از فراق مهوشی است | کی توانم دید از خورشید تابان روشنش

کاشت صرفی در زمین دل همه تخم وفا
عشقبازانند ز انرو خوشه چین خرمنش

گرچه نتوانم که گیرم در برش | دولتم این بس که باشم بر درش
بر سر در زد کلاه کج نهاد | وه ندانم تا چه باشد در سرش
خنجری در پهلوی آن ترک شوخ | چاک دل در پهلویم از خنجرش
دم بدم وقت تکلم می چکد | آب حیوان از لب جان پرورش
چون بمیدان جلوه گر شد توسنش | رفت چشم من بمژگان نزرش
با چنین حسنی که دارد ماه من | کی بود حاجت به زیب و زیورش

می خورد صرفی دمادم خون دل
نیست جز خون دل خود در خورش

اجل چو در زده پرویز را بجان آتش | شرار تیشهٔ فرهاد بوده آن آتش
فگنده شعله بجانهای بیغمان تیغت | مرا فتاده ز غیرت بجان و مان آتش
ز بسکه آتش عشقت تصرفی کرده | چو خون شده همه جا در تنم روان آتش
ز بسکه سینه ام از سوز عشق برگشته | برون برآمده از چشم خونفشان آتش

نه گل بود که جدا از جمال دلبر خود — زدم ز شعلهٔ آهی بگلستان آتش

ز سوز من نشوی آگه چو بر تو عرض کنند — چراغ و شمع که دارند چو در زبان آتش

مسوز گو دلم از سوز غم ولی ترسم — که شعله اش بزند در همه جهان آتش

دلم پر آتش و هم چون چه اخگرم از روغن — زیاده میشود از مغز استخوان آتش

ز سوز عشق سمندر مزاجم ای صرفی
عجب مدان که مرا گشته قوت جان آتش

چو می نوشت ملک حال مبتلای غمش — چرا نه سوخته از سوز سینه این قلمش

کسی که تنگ به وجود دهان او دارد — یقین که می برد این فکر بعالم عدمش

بمن نگار کرم بیشتر کند چو ز آغاز — بود بدایت جور از نهایت کرمش

ز خوان عشق ولی نعمت خودم محفوظ — که جز بمن نرسیده است نعمت ستمش

ستاند از همه جان و ستم کند بر دم — بشکر از کرم عام و لطف دم بدمش

دوای درد خودم مرهم جراحت خویش — ولی نخست که دریافت لذت المش

همان نشان سعادت بهر دو کونم بس — که مانده چشم ترم را نشانی از قدمش

دل از عرب بعجم باز کرد عزم سفر — که یاد کعبهٔ کوی تو آمد از حرمش

مریز بر در او خون دیده ای صرفی
نخواهم آن که بخونم کنند متهمش

سخن دائم کند با غیر و می خواهیم خاموشش — بود کین شیوه را آن خاموشی سازد فراموشش

زلال خضر دارد ز آتش هجر لب جانان — بظلماتست یعنی کرده این ماتم سیه پوشش

حسد با همنشینی می باشد افزون وا مائل را — به گوشش زان بگفت احوال اشکم آن در گوشش

شب هجران هم آغوش است جانم با غم جانان — شب سوز و سرور است امشب از بار غم آغوشش

لب نوشین او را خسته نیشش غم در هجران — به کام خود نیاید تا نه گردد نیش چون نوشش

پریشان زلفش از رشک بدوش افتادن کاکل — یعنی دانم چرا کاکل پریشان است بر دوشش

دم عاشق کشی ماه وشی می بینم مستی را — که می ستنش تو اند کردنی بی هوشش و مدهوشش

دلا تا کی توان در کهنه جائی زندگانی کرد | غمم او گر خریداری کند زنهار بفروشش

شب دیدار چون مے گفت صرفی حال خود با او
که در نظاره اول نه طاقت ماند و نی هوششش

بت طرار ما گر کند میرسدش | هر چه آن سرو سرافراز کند میرسدش
چون نهادند نکویان به رهش روی نیاز | گر بخوبان جهان ناز کند میرسدش
گر به زخمیکه ز تیغ مژه اش میرسدم | در راحت به رخم باز کند میرسدش
غیر او حسن نکویان چو بانجام رسید | جلوه حسن که آغاز کند میرسدش
در مقامے که ز رخ پرده براندازد باز | گر دلم چنگ طرب ساز کند میرسدش
آنکه مردم ز دو اقش لب او جان بخش است | گر مرا زنده بلب باز کند میرسدش

بار خوبان دگر چند کشی ای صرفی
ناز اگر آن بت طناز کند میرسدش

# حرف الصّاد ص

رقیب را بکشم تا مرا کشی بقصاص | رقیب از تو شود دور من زهجر خلاص
دلم زماه وشان منزل تو آمد بس | عوام را نتوان داد ره بخلوت خاص
طپیدنم ز تو چون مرغ نیم بسمل نیست | به زخم تیغ تو هستم ز خوشدلی رقاص
نه ذره است و نه خورشید خالی از مهرت | زهی هوای رخت در سر عوام و خواص
نه چشم ماست که بحری پر از دُر ناب است | سرشک ما و دران بحر مردمک غواص
ز بسکه قصه ما و تو بر زبان دارند | ز قصه های دگر بسته اند لب قصاص

ز غیر بگسل اگر مخلصی که اے صرفی
نیامده است دوستی در طریقهٔ اخلاص

جور تو از لطف عامت با من دلخسته خاص | شکر لله پیش تو هستم ز اهل اختصاص

من به غم خوشحالم اما از دل پرخون من — غم بتنگ آمد ولی هرگز نخواهد شد خلاص

حسن را راز نیست با عشق و از آن غافل عوام — محرم آن راز پنهانی نباشد جز خواص

موجب روشنی چو ذر با ناصحان گویم ولی — لیس کصفی ادلهم فکانه فیها الرصاص

عاقبت از دولت وصل تو گشتم ناامید — انتی فسادت نفسی فی النوی اذ لامناص

نسبت رخسارت ای مه نیست با بدر منیر — حسنکم فی الازدیاد و نوره فی الانتقاص

ریخت صرفی خون ز چشم خود ولی نبود عجب
گر بریزد خون او چشم تو از بهر قصاص

ای اسیر غم عشقت چه عوام و چه خواص — غم تو عام ولی دولت خوبی بتو خاص

بهر مرغ غمت از رشته جانم دامی است — که ازین دام نخواهد شدن آن مرغ خلاص

خونم ای شاه بتان ریز و میندیش ز کس — نه گرفته است کسے پادشهان را بقصاص

در دعائے تو من مخلصم اما کس نیست — که دعاهای منت عرض کند با اخلاص

تا بوصف رخ تو نغمه سرا شد صرفی
بسماع نغماتش شب و روزم رقاص

## ض حرف الضاد ض

آمد از حلقهٔ زلف تو نمایان عارض — حلقه چون هاله و مثل مه تابان عارض

رنگ طاوس بهشتی است سر زلف ترا — تا به زلفت سیهت شعله فکند آن عارض

گل گل از نشاهی عارض خوبی تو شده — حسن تو تازه بهار است و گلستان عارض

دیده گریان ز تو چون ابر بهار است مرا — ای بگلزار جمالت گل خندان عارض

شب بزم تو چه حاجت به چراغست ای ماه — که ترا هست به از شمع شبستان عارض

همچو مهتاب پریشان شده در سایهٔ سرو — جابجا ظاهر از آن زلف پریشان عارض

صرفیا عارض او مهر جهان افروز است
روز من تیره و او ساخته پنهان عارض

## غزل

گر رود جاں از تنم جانان بود جانرا عوض
ور رود جاناں چہ خواہد جاناں را عوض

در شب وصل تو گر مہتاب بنود گو مباش
پرتو رخسار تو آمد ماہتاباں را عوض

باغباناں غم مخور از قحط باراں در چمن
آب چشم اشکبار اہلست باراں را عوض

سرو بستاں سرخوش است اما اگر گوئیم راست
کی بود آں سرو خراماں را عوض

چوں ببخشد بوسۂ آں لعل شیریں رائگاں
گر قبولش نقد جاں افتد دہم آنرا عوض

آتشیں گلہا بود در سینۂ من داغہا
در بہارستان عشق آمد گلستانرا عوض

بعد خسرو و جامی بلبل باغ سخن
کیست جز صرفی کنوں آں مرغ خوش خوانرا عوض

تیر مژگاں کہ دہی آب ترا چیست غرض
جز ہدف ساختن سینۂ ما چیست غرض

امتحان کردن عشاق مگر مے خواہی
ورنہ خود گو کہ ازیں جور و جفا چیست غرض

از وجود من مسکین بلاکش یارب
غیر برداشتن بار بلا چیست غرض

خنجر غمزۂ تو تیز بہ خوں ریزی ماست
یارب از کشتن ارباب وفا چیست غرض

عاشق خویشتنی ورنہ در آئینہ ترا
از تماشای خود ای ماہ لقا چیست غرض

از رخ خوب تو صاحب نظراں را از من
غیر نظارۂ انوار خدا چیست غرض

حلقہ ساں باش براں در چو دو تا گشت قدت
ورنہ اے صرفی ازیں قد دو تا چیست غرض

اے کہ مے گوئی کہ حال خویش کن با یار عرض
سینۂ پر خوں کنم یا دیدۂ خونبار عرض

نے چناں یارے کہ فکر حال زار من کند
نے مرا یارا کہ حال خود کنم با یار عرض

بر دل از کوہ غمش صد بار دارم بلکہ بیش
نیست یارم تا باو ایں غم کنم یکبار عرض

وہ نمیدانم کہ گر سویش نویسم نامۂ
محنت ہجراں کنم یا طعنۂ اغیار عرض

ترسم از نازک دلی ہا بیش کہ خواہد شد ملول
گر کنیمش اندکے از محنت بسیار عرض

مہربانے را نمے بینم کہ با آں دلربا
مے تواند کرد حال بیدلان زار عرض

قصد آں دارم کہ نقد جاں نثار او کنم
قاصد المقصود صرفی کن باو زنہار عرض

## ایضاً غزل

رنجوری این خستہ بجاناں کہ کند عرض
در ماندگی بندہ بہ سلطاں کہ کند عرض

گر جاں نفرستم بہ وی این تحفۂ احقر
از مور ضعیفی بہ سلیماں کہ کند عرض

یا رب بہ نگاری کہ فتادم بہ غمش خون
خونباری این دیدۂ گریاں کہ کند عرض

حالم شدہ زاں طرۂ آشفتہ پریشاں
با یار من این حال پریشاں کہ کند عرض

من نالم و از درد من او را خبری نیست
با گل الم بلبل نالاں کہ کند عرض

صد قصۂ پر غصہ مرا از غم ہجر است
القصہ با و غصۂ ہجراں کہ کند عرض

خواہم کہ بہ عرضش برسانند غم من
اما نبود در ہمہ شہر آں کہ کند عرض

صرفی کہ ہمیں بندۂ داعی است دعایش
در حضرت آں خسرو خوباں کہ کند عرض

نیاز بندہ باآں شاہ خوباں ای صبا کن عرض
دعاگوئی است آئین من واز من دعا کن عرض

ببوس اول بہ لب ہای ادب خاک در او را
پس از بوسیدن خاک درش احوال ما کن عرض

جدا از خاک پایش دیدۂ غم دیدہ خوں بار است
نیاز دیدہ خوں بار باآں خاک پا کن عرض

بلای ہجر جانکاہ است و درد شوق نیز اما
چہ حد من کہ گویم با وی این درد و بلا کن عرض

زبس غمناکی من روز ہجراں حاسدم شاد است
غم ہم جلاؤ شادی حاسد جدا کن عرض

مگو قاصد بلا و محنت من با سگ کویش
منو بیگانہ حال آشنا با آشنا کن عرض

ہمہ روئی کہ ہست آئینۂ نور خدایش رو
نسیما اشتیاق صرفی از بہر خدا کن عرض

با یار چساں حال دل زار کنم عرض
نشنیدہ کند گر ہمہ صد بار کنم عرض

فریاد کہ تاثیر کند در دلش اندک
ہر چند کہ درد و غم بسیار کنم عرض

یارب الم این دل خوں بستہ دہم شرح
با محنت این دیدۂ خونبار کنم عرض

بی مہری آں ماہ بہ عرضش برسانم
با جور رقیباں دل آزار کنم عرض

از سینۂ ریش و جگر چاک نہ گویم
با جاں حزین و دل افگار کنم عرض

قاصد چہ بری نامہ کہ خواہم من بیدل
خود بیدلی خویش بہ دلدار کنم عرض

آیا بود آں روز کہ باد یدۂ گریاں
غمہای دل غمزدہ با یار کنم عرض

یارب بود آں شب کہ باآں نرگسِ پُر خواب
خواہم کہ گریباں بزنم چاک بہ پیشش
سودی نکند گرچہ وفاداری خود را
در رہ نتواں یافت دراں خانہ کہ مارا ست
شوخیکہ بسے نازک و شُن آمدہ خویش

بے خوابی ایں دیدہ بیدار کنم عرض
یعنی کہ باو سینہ افگار کنم عرض
باآں مہ بے مہر ستمگار کنم عرض
بار غم خود بادر و دیوار کنم عرض
خوش غیبت کہ باو غم و تکرار کنم عرض

دشوار نہ بے رحمی جاناں شدہ حالم
صرفی بکہ ایں قصہ دشوار کنم عرض

# حرف الطّاء

در راہت ار بسر نروم شوخ سبز خط
چوں جانب رقیب میروی کاش میخوری
دل زندۂ ابد شدہ زاں لعل جانفزا
در لجہ کہ گشتہ رواں از سرشک من
دریای رحمت است سراسر حبیب من
تفریط در ترحم و افراط در ستم

تیغم بسر بزن کہ قلم میرود ز قط
سویم بود کہ براہ زمستی اکنی غلط
رہبر باب زندگیش گشتہ خضر خط
پرہا کشادہ از مژہ ہا چشم ن چو بط
اما النصیب است از و آتش سقط
چشم تراست نے چو میانت حد وسط

گفتی دہم مراد تو اما تنے دہی
صرفیست شادمان ہمیں وعدہ فقط

در عاشقی خط تو مارا نشد غلط
جز قصد جان من زار آں غمزہ کی کند
دل در میان چین سر زلف پر خمش
طفل سرشک را کہ رواں مے کنم ز چشم
مجنون نہ بود ہیچو من از خیل عاشقانہ
گر آب و آتش است گہی شیر و شکر است

قد حدث التفات علیکم بحسن خط
آرے محل خویش اجل کے کند غلط
منزل گرفتہ است کہ الخیر فی الوسط
باشد کہ آں بروز جزا ایم بود فرط
از جنس طیر نیست مساوی ہمای و بط
ہرگز ندیدہ ایم نگارے بدیں نمط

دور است صرفیا زرہ عشق و عاشقی
گر لطف یار خویش کند فرق تا سخط

## ایضاً غزل

همه گشتند خاک راه تو خوبان مشکین خط — غبار آن بود بر صفحهٔ رخسار تو این خط
دمید از عارضش خط تا کشید آن ترک عاشق کش — ز دیوان ازل در کشتن عشاق مسکین خط
ندیده ام تازه باغی در بهار حسن چون رویش — گل آن عارض است و سنبلش زلف و ریاحین خط
مه من پادشاه نوخطان در کشور حسن است — بخدمت چون غلامان داده اند او را سلاطین خط
به دین زاهدان گر ترک عشق آوردی بود غم نیست — که دارد مصحف روی تو بهر نسخ آن دین خط
بخط سبز شد آراسته رخسار گلگونت — به رنگ دیگران رخسار را داده است تزئین خط

جوانان سرش را غالباً صرفی نمیدادند
که زیب و زینت خوبان بیفزاید ز مشکین خط

گر لبت را باده گفتم گفتم ای دلبر غلط — چون کنم کز مستی عشقش فتادم در غلط
من بر آن بودم که مانند جان بتن چون بینمت — چون ترا دیدم یقینم شد که بودم در غلط
مصحف روی ترا آیات صحت ظاهر است — نسخهٔ حسن بتان دیگر است اکثر غلط
گو منجم کان مه خورشید روی مهر شد — گر سخن افتد ترا در سیر ماه و خور غلط
ره غلط کردی و افتادی بچاه غبغبش — از غلط تا کردنت آمد دلا خوشتر غلط
چون رقیبان بد آموزند دایم همرهش — می کنند ره سوی ما آن سرو سیمین بر غلط

رفتی از میخانه جستی سر عشق از خانقاه
آن یکی صرفی خطا کردی و آن دیگر غلط

سیمینبر

## ظ حرف الظاء ظ

چو گیرد جا به منبر از برای طعن ما واعظ — نما محراب ابرویت که خواهد شد ز جا واعظ
ملامت کرد با دیوانگان عشق را لیکن — اگر بیند رخت دیوانه تر گردد ز ما واعظ
به منع عاشقی تا چند درد سر دهد ما را — چون نتواند برون کرد از سر ما این هوا واعظ
سبوی باده گه بر دوش و گه بر سر از آن بهتر — که دوش و سر بیاراید به دستار و ردا واعظ
بلای مشتقم آمد از قضایش طعنه ام تا کی — مگر قادر نتواند شد به تغییر قضا واعظ
سرشک دیده بر رو ریخت چون ما را نصیحت کرد — ولی دارد بروی اشک از روی ریا واعظ

اگر به گه شود از راحتی کز محنت عشقت — کند بهر مزید محنت عشقم دعا واعظ
فضیلت های عشقم ار بدانستی یکی از صد — بر وعظ خود نه کردی غیر فضل عشق ادا واعظ

چو می بیند خدا را صرفی از خوبان چگوئی پند
اگر بهر خدا گوئی مگو بهر خدا واعظ

خوش است فصل گل اما جدا از یار چه حظ — جدا ز یار خود از موسم بهار چه حظ
مرا که سینه پر از داغ لاله رخسار نیست — ز نو بهار چه حاصل ز لاله زار چه حظ
بکام دل چو لبش نیست جام را چه کنم — جدا ز لعل وی از جام خوش گوار چه حظ
به ریش خویش نخواهیم مرهمی که ز عشق — بغیر سینه ریش و دل فگار چه حظ
خوش است باده بکف بر کنار باغ ولی — چو نیست شاهد مقصود در کنار چه حظ
مگو که صورت زیباش خالی از معنی است — ز صورتی که نه دارد بجز نگار چه حظ

بخانه نیست حبیب و رقیب من انجا است
چو نیست گل به چمن صرفیا ز خار چه حظ

# حرف العین

مگو بی حجتی زان غمزه زن قتلم شود واقع — که تیغ غمزه خونریز شش آمد به حجت قاطع
اگر خون من بیدل بریزد کار خیر است این — ولی ترسم رقیبش آید از چیزی چنین مانع
چو ترک چشمش از من برده عقل و هوش و دین و دل — چه خواهم داد دیگر گر نخواهد شد بدین قانع
مه من با رقیبان دانه های خال را مفشان — به سنگ بدگهر تخم نکوئی را مکن ضایع
چه حد من که تعریفت کنم ای آنکه خوئی تست — رسوم لطف را مانع فنون جور را جامع
به شهر عشق رسم بی وفائی مانده مشهور — نگشته غیر ازین آئین به ملک دلبری شایع

اگر واقع شد از دلدار صرفی بی وفائی ها
چو این ها لازم حسنست عیبی نیست در واقع

از خوی بدان سیرت نیکان چه توقع — یعنی ز رقیبان تو احسان چه توقع
سامان شد و سر رفت به سودای تو آری — از اهل محبت سر و سامان چه توقع
زان طره که جمعیت ز دل ها به کمند ش — جمعیت دلهای پریشان چه توقع

میل رخ وخط تو نه دارد دل زاهد
در شوره زمینے گل وریحان چه توقع

تسکین دل من که دهد غیر وے اما
این شیوه ازان فتنهٔ دوران چه توقع

صرفی که زخود کامی او جان بلب آمد
پس کام خود ازلب جانان چه توقع

ای ز روی آتشینت سوخته جانم چو شمع
آرزو دارم که پیشت جان برافشانم چو شمع

اینچنین کز شوق تو مے سوزم از شب تا بروز
نیست امیدم که آخر زنده مے مانم چو شمع

تو خوش و خندانی امشب مجلس افروز رقیب
من به کنج تیره و تاریک گریانم چو شمع

چون نسے سوز دولت بر گریهٔ شبهای من
هر شبے بر گریه هائے خویش خندانم چو شمع

اے که مے پرسی ازان نسبت که من دارم باو
هست چون پروانه جانم روی جانانم چو شمع

من به سوز عاشقی سرگرم اما ناصحا
از دم سرد تو بسے ترسان و لرزانم چو شمع

آتشے در جانم افتاد از غمت وه چون کنم
چارهٔ جز سوختن صرفی نمیدانم چو شمع

سوز و گداز عاشقی پیوسته مے باید چو شمع
تا زنده ام جز سوختن از من نمے آید چو شمع

گر من بسوزم مو بمو روشن شود حالم براو
در هر سر مو آتشے عشق و بیم باید چو شمع

شکر خدا گز وصل او روشن شبی دارم ولے
نور وصالش تا بروز اصلا نمے باید چو شمع

گه در رخ او عالمے پروانه سان خواهید سوخت
رخسار آتشناک خود هر گه که بنماید چو شمع

جمعند امشب مهوشان لیکن همه خواهان آن
کان مه بروی آتشین مجلس بیاراید چو شمع

از حال خود گر دم زنم مایل شوی سوی رقیب
رفتن بیک دم جانب دیگر نمے شاید چو شمع

گر سر به تیغ غمزه ام خواهد بریدن شام وصل
نور حیاتم صرفیا بالله که افزاید چو شمع

چون بمن وقت جدائی گفت جانان الوداع
جانم آمد بر لب و گفتم که اے جان الوداع

مردم از غیرت که گفتی الوداعے با رقیب
از ادا معلوم شد کز دل نه بود آن الوداع

وقت رفتن او سخن با من نکرد از ناز لیک
گفت چشمش با اشارتهای پنهان الوداع

در حریم سینهٔ من چون غمش منزل گرفت
ای دل و دین الفراق ای صبر و سامان الوداع

بے رخ او سیر باغ و گشت بستان چون کنم
نو بهار من چو رفت ای باغ و بستان الوداع

این زمان ما را قرارے نیست در ملک وجود
عزم اقلیم عدم داریم یاران الوداع

تا بہ کے صرفی بلا و محنت ہجران کشد
خرم آن روزے کہ او گوید بہ ہجران الوداع

## ع حرف الغین ٦

اے کہ دارم الف از دست تو بر سینہ چو داغ
شب ہجر است الف و داغ توام شمع و چراغ

نتوانم کہ زمانے ز تو باشم فارغ
اے کہ از ہر دو جہانم بہ غمت نیست فراغ

جانب باغ اگر بگذری اے تازہ بہار
بہ تماشاے جمالت شگفد گل گل باغ

بوی زلفت اگر از مشک و عبیرم برسد
کی ز بوئیدن اینہا شودم تازہ دماغ

من جدا و بسر کوی تو جا کردہ رقیب
دہ کہ بلبل ز چمن دور و دران منزل زاغ

نقد جان گم شد و گفتند کہ چشم تو ربود
رفت در گوشۂ چشم تو دلم بہر سراغ

آن سمنبر چو کشد بادۂ گلگون صرفی
چمن از غنچہ صراحی کشد از لالہ ایاغ

نو بہارا چہ روم لالہ رخا جانب باغ
کہ بہ داغ توام از باغ و بہارست فراغ

غیر یک داغ بہر برگ نہ دارد لالہ
دل بصد پارہ و ہر پارۂ آن با صد داغ

چون شب بزم برافروخت رخت ز آتش می
ز آتش غیرت تو شب ہمہ شب سوخت چراغ

نیست محظوظ ز بوی خوشت اے گل زاہد
مگر از خشکی زہدش خللے یافت دماغ

عندلیبان ہمہ خواہند رقیب تو شدن
صرفیا گر گذرد گلرخ تو جانب باغ

صد بار اگرچہ واعظ بر من زد از زبان تیغ
چون نام تو گرفتم کارے نہ کرد آن تیغ

خطی است راست تیرت بر دفتر حیاتم
گر سر کشم از آن خط گو بر سرم بران تیغ

شمشیر کین بقتلم یا رب چرا کشیدی
چون داشتے ز مژگان ای ترک جانستان تیغ

دل کر از بہر کشتن من
در پہلویم نشستہ سازد ز استخوان تیغ

اکنون کہ من بجانم از محنت فراقت
گر مے کشی بہ تیغم منت نہد بجان تیغ

آن ساعد است یارب یا ترک پرفن من
دارد ز بہر قتلم در آستین جان تیغ

خنجر که در کمر زد آن کج کله سبب چیست
چون بهر قتل عرفی بس بود در میان تیغ

دل ز من بر دو جدا شد بی وفائی من دریغ
نی دل اکنون در برم نی دلربائی من دریغ

این گرفتار است پابند کمند زلف او
وان ستمگار است در بند جفای من دریغ

راحت و خوشحالی آمد قسمت اغیار حیف
درد و محنت آفریدند از برای من دریغ

او خرامان رفت و نتوانستم از پی رفتنش
ز آب چشم خویش در گل ماند پای من دریغ

درد او دارم درون جان و زین دردم بجان
نیست آن بیدرد را فکر دوای من دریغ

روز و شب جا بر در او چون سگان دارم ولی
او همی خواهد رقیبان را بجای من دریغ

در بلا افتاده ام عرفی ز درد هجر او
نیست او آگاه از درد و بلای من دریغ

## ف حرف الفاء ف

ای که گوئی سینه ات نیست جائی بی الف
چاک هائی جامه جان من است آن بی الف

از برم آن سرو رفت اما بحمد الله بماند
در میان جان نشانی از قدش یعنی الف

همدم من آه شد تا زد به لوح دل رقم
زخم تیرش هی و زخم تیغ او هی هی الف

آرزوی آن قد هم چون الف در سینه ام
پس بجای لعل داغ این سینه را او بی الف

معتدل قدت نه چون سرو و الف لیکن بلند
کی زند لاف از قدت سرو و کند دعوی الف

جای تو بر آستان شاه و زیر پاست اوست
شد وطن زان رو بر اوج آسمانت ای الف

افسر اقبال اسکندر ببین آن خاک پا
ور نه عرفی بر سر او نیست بی معنی الف

مرا میراند آن سگ هر شبی از کوی جانان حیف
عجب جائی که بر یاران روا دارند یاران حیف

بجز دیدار تو نیست دیده من بنود اما
بیک موجی که زد دریای اشکم گشت ویران حیف

کف پایت که نازک تر ز گلبرگ است سرو من
بچشمم ماندی و آزرده شد از خار مژگان حیف

رقیب ظالمت محرم شده این بنو المحروم
زند سلطان من بر هیچ مظلومی بدینسان حیف

من لب تشنه دیدم آب تیغت در گلو اما
نگشتم سیر و افتادم جدا زان آب حیوان حیف

نیاید جز بکام دیگران صاف نشاط وصل
نصیب عشقبازان نیست دُرد در هجران حیف

بجانان جان سپردن بود مقصود دلم صرفی
بمقصود دل خود نارسیده داده ام جان حیف

ساقیا چون به شریفی همه شب یار و حریف
چه شود گر کنیم یاد در اوقات شریف

او بنام است شریف و شرف دهر باوست
صورت و سیرت او هر دو لطیف و لطیف

شرفم بسکه غبارم ببرد سوی بیشش باد
خاک راه طلبش گر شود این جسم ضعیف

آنکه رسم کرم عام بود خاصهٔ او
چه حد ما که کنیمش بتحقیقت تعریف

اوست مجموعهٔ خوبی و بیان نتوان کرد
همه اصناف کمالش بهزاران تصنیف

اصلش از عالم پاکست و درین عالم پاک
مثل روحی است لطیف آمده در جسم کثیف

چه کنی صرفی اگر قافیه یابد تکرار
که نیاید به زبان تو جز آن نام شریف

از الف نی ساختم در بزم عشق از داغ دف
بادف و نی جام شوق ایدل بنوش والتحف

می کشم خوبان عالم را تماشا ها ولی
در میان جان توئی خوبان دیگر بر طرف

شهسوار من بمیدان غمت در راه عشق
باد پائی شوق میرانم عنان داده ز کف

وصف دندان تو گر گوش صدف خواهد شنید
از خجالت باز خواهد آب شد دُر در صدف

پادشاهان را ز خشت فرش کویت تخت و جاه
خسروان را بر سر از خاک درش تاج شرف

در پس و پیشت سهی قدان و بارخ کوه انو
چون خیابانی که هست از سرو و شمشادش دو صف

ترک من جان و دل صرفی بهم دارند جنگ
کز پی تیر تو خواهد هر یکی خود را هدف

تیرهای ناصحان را تا بکی باشم هدف
قل للمصران ان ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف

ناوک او را که افتد در میان جان ولی
این کشد از یک طرف سوی خود و آن یکطرف

صد بلای جان براه عشق در هر منزل است
تو درین ره نه قدم مردانه ای دل لا تخف

روز عقل و دانش آوردم سوی عشق و جنون
حیف زاد و راحتی که شد در جهل و نادان تلف

زاهد از انسانی ولب خشکی از افسردگی ... از بهایم استتر واز مستیش لب پر زکف
رتبهٔ حسنت بسے عالی تر از خورشید وماه ... ای پسر آبای علوی را تو فرزند خلف
لشکر نازت که بر خیل محبان تاختند
کشته افتاده است صرفی درمیان آن دو صف

پیش قد تو گر نه صنوبر زده است لاف ... بیداز چه رو کشید بر و خنجر خلاف
گر تیغ تو سرم بشگافد چه غم شلے ... ترسم هوای تو بدر آید از آن شگاف
چون جان کنم نثار تو نه بود عجب اگر ... گستاخیی چنین ز کرم داریم معاف
هرگه که تیغ غمزه کشد ترک چشم تو ... بنود سپاه هوش وخرد در راه مصاف
آب حیات از دو لب جانفزای تو ... مانند درد باده بود از شراب صاف
احرام بسته از فلک آید ملک اگر ... خواهد که کعبه در اورا کند طواف
خونست دل ز شوق دو چشمش بغزاله را ... صرفی گمان مبر که بود ناقه اش بناف

ایضاً

بتقوای شد ای شیخ عمرت تلف ... بکش می عفا الله عما سلف
اگر محتسب بیند آن مغبچه ... بگوید مرا مے بخور لا تخف
بخاک درت سوده خورشید رو ... از آن روا است خالش براوج شرف
بتان جلوه گر هر طرف صد هزار ... مرادم توئی دیگران برطرف
گریبان جانم از آن پاره است ... که داماں وصلت ندارم بکف
زجان من خسته دل بگذرد ... خدنگے که جاناں زند بر هدف

# حرف القاف ق

چو یعقوب بے یوسف خویشتن
به بیت الحزن صرفی و و اسف

منکه هستم واله و شیدائے عشق ... در سر من نیست جز سودای عشق
عاشقم بالله نخواهم ننگ و نام ... بعد ازیں خواهم شدن رسوای عشق
پادشاه عشق ملک دل گرفت ... کشور جان شد پر از غوغای عشق

هر که نتواند چشیدن زهر غم ۔ کی بیابد لذت حلوای عشق
گوهر مقصود ناید در کفت ۔ تا نه گردی غرقهٔ دریای عشق
کی بود محنت کشان عشق را ۔ راحت خوشتر ز محنتهای عشق

صرفیا از هر دو عالم فارغم
تا شدم دیوانه و شیدای عشق

هر دم کشم آه و فغاں از دست که از دست عشق ۔ دارم دو چشم خونفشاں از دست که از دست عشق
از خانماں ماندم جدا گشتم به غربت مبتلا ۔ افتاد دم آخر اندر بلا از دست که از دست عشق
کوی جنوں شد منزلم دیوانگی شد حاصلم ۔ برباد شد دین و دلم از دست که از دست عشق
دارم دل این ناتواں اندوه و درد بیکراں ۔ دارم دل زارم بجاں از دست که از دست عشق

دیوانه و شیدا شدم درمانده و حیراں شدم
صرفی صفت رسوا شدم از دست که از دست عشق

در آئینه رخ خود دیدی و گشتی بخود عاشق ۔ بلے جز چو تو ئی همچوں تو ئی را که شود عاشق
رقیب عشق بازاں چوں تو خود گشتی چه حد آں ۔ که اکنوں از غم عشقت تواند لاف زد عاشق
چه حاجت آں که خود باشی اسیر خود که جان من ۔ بهر تاری ز زلف تو گرفتار است صد عاشق
به پیش چشم آئی روی خود را بین بچشم من ۔ اگر مشتاق دیدار خودی ای خود بخود عاشق
تماشا کن بآب دیدهٔ من عکس بالایت ۔ اگر بر قامت خود گشته ای سرو قد عاشق
بدلهائی خلائق عشق دارد طرفه تاثیرے ۔ چه تاثیرے که او معشوق را هم میکند عاشق
بخود گر عاشقی

بخود گر عاشقی بد بار رقیب اکنوں چو باشی
چه مے زیبد که باشد یار رقیب خویش با عاشق

ندانم عرض حال خود چساں بر تو کند عاشق ۔ که خواهد شد بیک نظارهٔ رویت ز خود عاشق
مه من عاشق لیلی نبوده غیر یک مجنوں ۔ ترا مانند مجنوں آواره بسیر دل زحد عاشق
بعشق صاد چشم و دال زلفت مبتلا خلقی است ۔ ولے هرگز نیابی یکے چوں من زحد عاشق
چو قد دلربایت شد خراماں جانب بستاں ۔ صنوبر گشت با صد دل ترا ای سرو قد عاشق

نمی خواهم که غیر دیدهٔ عاشق رخت بیند
ولی بر دیده‌های خویش هم دارد حسد عاشق

چگونه اینهمه بار بلای عشق بردارد
که از معشوق خود هرگز نمی یابد مدد عاشق

رقیبش گر نه با من نیک خواهد بود بدگو باش

براهِ عشق تو توفیق یافتیم رفیق
اگر دهیم درین راه جان زهی توفیق

رهِ دراز فراقت ز شوق شد کوتاه
درین رهست مرا شوق تو رفیق و شفیق

منه براه طلب پای بی غم جانان
که گفته اند دلا الرفیق ثم الطریق

مگو که عقل کند مشکلات عشق آسان
که جاهلی چه کند فهم نکته‌های دقیق

مجو ز شیوهٔ زاهد طریقهٔ عاشق
که نیست هیچ مقلد چو صاحب تحقیق

بفرقه فرقه رسیدم و جمع اهل صلاح
بغیر تفرقه حاصل نشد ز هیچ فریق

بیاد لعل تو ریزد ز دیده دُر صرفی
ولی ز خون دل آن دُر شده برنگ عقیق

اتاب می ترا برخِ آتشین عرق
جانم در آب و آتش از افروی این عرق

یارب بروی چشمهٔ مهر این حبابهاست
یا قطره قطره بر رخ آن مه جبین عرق

بالای عارض تو عرق تا نشسته است
بر صفحهٔ صفا شده بالا نشین عرق

سر برکشیده لالهٔ تر در دم از زمین
چون ریخت قطرهٔ ز رخت بر زمین عرق

ای پر عرق ز بادهٔ شب بزم عارضت
شمعیست اشکبار از آن آتشین عرق

بر برگ لاله قطرهٔ شبنم نظاره کن
یعنی بروی لاله عذاران ببین عرق

از دیده کاسه کاسه چو صرفی خوریم خون
اما قدح کشیده آن نازنین عرق

تا نشسته بر مه رخسارهٔ جانان عرق
آبروی چشمهٔ خورشید دیدم آن عرق

حیرتی دارم که چون پروین بروی مه نشست
چیست پروین بر رخ تو ای مه تابان عرق

گر عرق شد زیور حسنت عجب نبود که هست
در بنا گوش جمالت چون در غلطان عرق

عطر گل رویان گلاب آمد ولی در بوی خوش
از گلابت کم نیامد ای گل خندان عرق

قطره های آب دیده نیست بر رخساره ام … بلکه این بیمار کرد الست از تب هجران عرق

آتشی از غیرت افتاده است در جام شراب … چون کشیدی مست من در بزم میخواران عرق

نیست شبنم بلکه پیش عارض او صرفیا
بر رخ از شرمندگی دارد گل بستان عرق

شب هجران چنانم آب تیغش را بجان مشتاق … که نبود تشنهٔ حشر آب کوثر را بجان مشتاق

چه می پرسی که چونست اشتیاق من بدیدارت … تو خود فرما که چون باشد تن بیجان بجان مشتاق

چه حد دیده ماهی که مشتاق رخت باشد … بخاک پای تست این دیده های خون فشان مشتاق

بهار است ای سهی قد جانب گلشن گذاری کن … به تشریف قدومت هم زمین و هم زمان مشتاق

چنانم آرزومند گل اندامان شب هجران … که گلهای بهاری است بلبل در خزان مشتاق

جهانی تیره و تار است بی خورشید رخسارت … نما رخ ای بدیدارت همه خلق جهان مشتاق

بود مشتاق آب آن ماهی که افتد ز دریا دور
ولی صرفی زلال وصل او را بیش از آن مشتاق

مساز جز بدل خویش منزل غم عشق … بعشق کوش که خوش عالمیست عالم عشق

همیشه با غم عشق است شادمان اما … خوش آن دلی که دمی نیست خالی از غم عشق

رسید عشق و قدم ماند در حریم دلم … گشاد صد در دولت ز یمن مقدم عشق

همیشه باد دلم در گداز آتش شوق … مدام باد دو چشمم پر آب از نم عشق

چنان تو همدمی عشق خو کن ای صرفی
که عشق همدم تو باشد و تو همدم عشق

چنان امروز دارد آرزوی کویت این مشتاق … که فردا دوزخی باشد به فردوس برین مشتاق

محمد نامی و یوسف لقا عیسی دمی ای جان … عجب نبود اگر باشد بتو روح الامین مشتاق

بصد خورشید روز تیره ها تا کی شود روشن … بیک پرتو ز رخسار تو ایم ای مه جبین مشتاق

نشین با مردمان دیده ام در پردهٔ چشمم … چو اهل انجمن بین مردم خلوت نشین مشتاق

مثال بیدلان خوبان دلبر آرزومندش … چو ارباب نیاز ادرنجان نازنین مشتاق

ملایک منزل او بر فلک خواهند چون خورشید ‏ ‏ که اهل آسمان او را است چون اهل زمین مشتاق

مراد جان و مقصود دلی یعنی به وصل تو
دل هم دیده صرفیست چون جان حزین مشتاق

بر فلک آهم رود هر لحظه ای ماه از فراق ‏ ‏ نه ندانم چون کنم آه از فراق آه از فراق

چون فراق تو برون از ملک هستی وادی است ‏ ‏ لاجرم بردم به ملک نیستی راه از فراق

همنشین شد رقیب و من به هجران مبتلا ‏ ‏ گاه در بزم بادم از رشک وی و گاه از فراق

آرزو دارم که پیش جان دهم روز وصال ‏ ‏ مهلتی در گشتنم یک چند در خواه از فراق

سینه مجروح و دل افگار و جگر پر خون مرا ‏ ‏ بالله ای جان از فراق تست والله از فراق

گرچه کاهی را نباشد طاقت کوه ولی ‏ ‏ کوه غم دارد بدیم با این جسم چون کاه از فراق

بسکه صرفی در نظر نقش تو دارد روز و شب
گرچه دور است از تو انانی است آگاه از فراق

هرگز نمی نهم ز سر خویش بار عشق ‏ ‏ کار منست عشق و دهم سر بکار عشق

گلهای آتشین بود این داغهای دل ‏ ‏ گلگل شگفته باغ دل از بهار عشق

دلهاست چاک چاک پر از خون دلم الم ‏ ‏ تو نوبهار حسنی و آن لاله زار عشق

گر ناله ها چو بلبل از آن گل کنم چه عیب ‏ ‏ چون خار خار است دردم از خار خار عشق

بی اختیار شد دلم ای شهسوار حسن ‏ ‏ دادم عنان دل بکف اختیار عشق

بگداختم ببوته هجران چو زر ولی ‏ ‏ شکر خدا که کم نه برآید عیار عشق

ای قصه خوان حکایت اصحاب کهف چند ‏ ‏ ای من سگی که کند جان نثار عشق

پیغامی از اجل بمن ناتوان رساند ‏ ‏ پیک غمی که آمده است از دیار عشق

صرفی بهر دو کون بس است آبروی من
گردی که بر رخم بود از رهگذار عشق

هر کاروان غم که رسد از دیار عشق ‏ ‏ جز در حریم دل نه گشاد است بار عشق

خواهی بجرم عاشقیم کشت ترک من ‏ ‏ کار تو قصد جان من و من بکار عشق

شادم که کس مگوی که نشناخته مرا — تا بر رخم نشسته ز راهت غبار عشق
در باغ عشق اگرچه خلد خار در جگر — آخر گل مراد برآید ز خار عشق
گر صادقی مدار بدل زنگ رنگ غیر — جز بر وفا و صدق نباشد مدار عشق
گر ترک آشنائی یاران مرا چه غم
عشق است یار عرفی و عرفیست یار عشق

# حرف الکاف

گر جانان من زد از سر مستی گریبان چاک — که شد مستان جام عشق را پیراهن جان چاک
عزیزان او است اکنون یوسف گل پیرهن لیکن — بحمد الله بدست کس نیفتاد است بدامان چاک
نسیم صبح چون بوئی از آن گل پیرهن آورد — زد از شوق جمالش جامه را گل در گلستان چاک
دل ریش مرا از تیغ عشق و خنجر شوق است — هزاران پاره و هر پاره اش را هم هزاران چاک
خوش است از چاک سینه دل که هر دیدنت او را — چو من روزن کاشانه سینه شده است آن چاک
جگر پرخون و دل مجروح و جان افگار چون نبود — که دارد ترک من تیغ مژگان چاک
نهان میداشت داغ سینه را در پیرهن عرفی
دریغا گشت تا چو لاله زد گریبان چاک

گر داغ عشق گل رخ خوبشم کند هلاک — چون لاله باز سر بهوایش کشم ز خاک
چون بر زمین و زیر فلک نیست منزلم — زیر و زبر زمین و فلک گر شود چه باک
تیغی که ترک چشم تو از غمزه برکشید — دل پاره پاره دارم از آن سینه چاک چاک
دردا که از فراق لب جان فزای تو — عشاق را سپهر بلب جان دردناک
صورت نبست حرف محبت به لوح دل — این لوح تا ز نقش دو عالم نگشت پاک
کشتم ننگ شراب ز لعلت چنانکه مست — خواهم شد ار فتد بسرم سایه ز تاک
عرفی جواب گو که که عشق است دین من
در خاک چون سوال کنندت پس از هلاک

الیضاً دیگر

چو گفتم خواهم از دست بتی قتل خود ای بی باک
بتیغ غمزه خونم ریختی در دم زهی ادراک

خرامان آمده بردی دل از خلقی و بگذشتی
ندیدم مثل تو سروی براه دلبری چالاک

محبانی که دارند آرزوی قد و رخسارت
پس از مردن نخواهند جز شاخ گلی بر خاک

نمی خواهم انیسی جز خیال تو شب هجران
بجان درد مند و سینه ریش و دل غمناک

سمندت گر نه آزاری کشد ای شهسوار من
سرم روز شکارت باد آویزان از آن فتراک

بحمد الله که نقش صورت خوبان دیگر را
ز دیده شست و شوی آب دیده برد پاکا پاک

از آن لب های شیرین تا جدا افتاده ام صرفی
بکام من ز زهر قاتل آمد تلخ تر تریاک

چون زد از خنده بریش کوهکن شیرین نمک
کوه از آن در شور آمد هست در کان این نمک

خواستم نوش از لبش لیکن بجان شوری فکند
تعبیه کرده است گویا در لبت شیرین نمک

کم نخواهد درد ریش دل از خنده اش
کی تواند داد در درد ریش دل تسکین نمک

ای که خوان نعمت روحانی آمد حسن تو
زان ملاحتها که حسنت راست برخوان این نمک

تا نمک نبود چگونه دل برد حسن بتان
حسن را آمد بمن موجب تر از این نمک

گرچه بسیار از ماه من بتان در جهان ولی
نیست مانند تو در حسن بتان چندین نمک

تو پر نمک لیک از شکر شیرین تر است
[illegible] صرفی که یا رب چون شده شیرین نمک

حکیم عقل اگرچه در دهان تنگت آرد شک
چو سوفسطائیان اما درین تنگ نیز دارد شک

کسی گر شک بدیدار خدا دارد درین عالم
نمای مظهر نور خدا رخ تا نگذارد شک

بحالت های اهل عشق دارد شیخ رسوائی
چنان شک ها که سر تا پا از آن بیدار باد شک

چه زاهد شک بر دینِ عاشقی دارد نه با دین
که او با هم نشینِ خویش آخر می سپارد شک

کسی کاندر وجود جوهر فردش یقینی نیست
اگر بیند دهان تنت را در آن هرگز نیارد شک

بجز ناصح یقینی نیست در حقیقت عشاقی
عجب نبود که شیطان بر زبان او بیگارد شک

یقین دارم که خواهد مرد صرفی بے رخت لیکن
رقیب بدگمانت این یقین را میشمارد شک

به مطلوب ار نه ره واصل گشته سالک — لعل الله یحدث بعد ذالک
چه خوش حجی است طوف کعبه وصل — نه احرامی درین حج نه مناسک
مهالک در مهالک در ره عشق — اجل مسکین هلاک این مهالک
گرفتی ملک دل را ملک جان هم — به غم هاے تو معمور این ممالک
بلا و درد محنت در ره عشق — بسے مشکل سلوک این مسالک
کسے را خواجه احرار گویند — که مملوکست او را عشق مالک
کشد بار محبت پاک طینت — نباشد کار هر حجام و حائک
نه در کشاف کشف آیت عشق — نه درک آن توان کردن مدارک

به تحریر بلاے صرفی افتد
ز حیرت خامه از دست ملایک

از خیال دانه خال و سر زلفت ملک — ساختن تسبیح دعاگویان تو یعنی ملک
من یقین دارم که نبود جز گمان آن میان — در گمان من همه اهل یقین را نیست شک
تو نهان در خانه مانند نمک در کان ولے — در همه بازار شوری از تو ای کان نمک
گرچه صد جورم کنی هرگز نگیرم ترک تو — اے دل سخت تو نقد عشق را سنگ محک
غنچه پر خون گل گریبان پاره لاله داغدار — در گلستان بے غم عشقت نیابد هیچ یک
چون اسیر عشق آن یوسف زخمم یعقوب وار — از زلیخا صورتان کی گوش دارم هیچ لاک

گر رود فریاد یارب های من صرفی بچرخ
جز همان نتوان شنید از گنبد سبز فلک

به هر غم دید لطف یار اندک — ولے نسبت بمن بسیار اندک
جفایت گرچه بسیار است شادم — مکن این لطف را از بهر اندک
غم و درد من دلخسته بسیار — قرار و صبر و این بسیار اندک
به تیغ کینه ار صد پاره سازی — رقیبت داند این آزار اندک

چه سود از گریه بسیار صرفی
که کرده در دل تو کار اندک

## ایضاً غزل

غم بدل دادی وگفتی الاحد ایا مشترک
دل زجان بشنید وگفت اما نه تنها خوشترک

نغمهٔ مرغان قدسی وصف دام زلف تست
ای به ذکر دانهٔ خال تو تسبیح ملک

زان نمک هاے که درخنده لب لعل تو ریخت
جان من افتاده شوری در دل کان نمک

گوش از در بناگوش اینچنین آزرده گشت
یا به درد آمد چرا این غمهاش گفتم یک بیک

در فلاح عاشقان گر ناصح اندازد شکے
غم نه دارم چون یقین زایل نمیگردد ز شک

کاسهٔ سر گر تهی دارد ز سودا نیست چرا
همچو نے در نالهٔ فریاد مے باشد عجک

صرفی مبیدل که دارد کلبهٔ در کوی دوست
سایهٔ دیوارش افتاده است بر بام فلک

# ل حرف اللام ل

عالمے را بقدر تست گرفتاری دل
چون صنوبر شده قد تو زبیاری دل

زار مے نالم ازین غم که دل من زار است
رحم بر نالهٔ زارم کن و بر زاری دل

چو دلم در دو جهان جز تو ندارم یاری
گر تو جانانه کنی پس که کند یاری دل

ترک آئین ستم کن چو ستمگاری تو
نتوانست پس آمد به وفاداری دل

طالب تست دلم لیکن اگر خاطر تو
نه کند میل چه حاصل ز طلبکاری دل

غیر بار غم تو بر سر دل نیست ولے
غم گسارے که نه دارد سر غمخواری دل

کوه غم بر دل تو نیست گران اے صرفی
قطع صحرای طلب کن به سبکباری دل

اے طبیب دل عشاق شنو زاری دل
که تو ئی آنکه کند چارهٔ بیماری دل

در غمت کار دلم غیر جگر خواری نیست
ده که خون شد جگر من ز جگرخواری دل

چون گرفتار غمت شد دلم آسان نه بود
لیک درمانده ام آخر به گرفتاری دل

دل به کوی تو هم دور ولیکن چه عجب
که تنم هم رسد آنجا به مددگاری دل

دل به بازار غم تست متاعے ارزان
چه عجب گر بکنی میل خریداری دل

بسکه دلها ز لبش چون مگسان بر شکر اند
دهن یار نه تنگ است ز بسیاری دل

صرفیا چون بشب هجر بلا زور آورد
در چنین واقعه گردد غمش یاری دل

عاشقی را که زدی تیغ توان گفت بخیل
جان که بی تیغ نه داد است بخلست دلیل

کوبت از فیض و فتوح است همه مالامال
چند حاجی بره کعبه رود میل بمیل

روی زردم که کبود است ز سنگ ستمت
جامه جان زدم از ماتم غم در خم نیل

خنده کم نگه و گریه بسیار ببین
همه از لطف تو دارم چه کثیر و چه قلیل

تاج عزت بسرم خاک مذلت زدرت
ای عزیزان جهان بر در تو خوار و ذلیل

جان به اندوه غمت بود کفیل دل من
دل چو بگریخت دران زلف گرفتند کفیل

چند تاخیر بمردن ز غم عشق کنی
کار خیر است و بخیر آمده صرفی تعجیل

رویت گل است و زلف تو سنبل بباغ دل
از سنبل و گل تو معطر دماغ دل

جا کرده در حریم دل من تو بی و بس
وز هر چه هست غیر تو دارم فراغ دل

هر کس بوصل لاله رخان شادمان و ما
زیرا که توام نیست حاصل من غیر داغ دل

فارغ ز چشم نرگسم و از چراغ گل
ای آنکه نیست غیر تو چشم و چراغ دل

صرفی که از صنوبر و شمشاد فارغ است
آمد خیال قد تو اش سرو باغ دل

آن گل که بی رخش نکند سوی باغ دل
داغش بدل نهاده نهادم بداغ دل

در راه شوق از شب تاریک غم چه باک
چون دارد از خیال رخ او چراغ دل

زلفش که رام داد دارد و مشک بوی خوش
دارد هوای بوی از و در دماغ دل

از جلوهای شاهد گل در حریم باغ
دارد بیاد لاله عذاران فراغ دل

از کوی گلرخان چو نسیمی وزیده است
صرفی شگفته است از آن باغ باغ دل

خوشم که گشته ام از ضعف تن خیال مثال
که تا بخاطر تو بگذرم مثال خیال

شب فراق تو روز وصال را دیدی
شب فراق ترا روز مرگ در دنبال

ترا نصیب کمال دولت خوبی — خدا همیشه نگهدارد ز عین کمال
وصال تست محال و پی تسلی دل — کنیم فرض که فرض محال نیست محال
چه حاجتم بپر و بال دهی ای در عشق — که هست دامنم از سیم اشک مالامال
بناز با قد خود با صنوبر و شمشاد — که نیست تازه نهالی چو تو بباغ جمال
همیشه ز آتش هجر تو غیرت می سوزم — بزن بر آتش من آبی از زلال وصال
اگر بقول رقیب ستمگرم بکشی — ثواب آن بنود بر رقیب تست وبال
اگر دلی بجهان گم شود ترا گیرند — چرا که زلف تو بر بردن دل آمد عال

جفا کشی بره عشق باید ای صرفی
اگر تو عاشقی از جور یار خویش منال

از ره دیده خیال تو گذر کرد بدل — پس ازین رهگذرم عشق تو اثر کرد بدل
تیر مژگان تو رفت از دل و جا کرد بجان — ناوک غمزه ات از سینه گذر کرد بدل
از ره لطف چو بر دیده من ماند قدم — دیده از مقدم دلدار خبر کرد بدل
وه که تا دوخته یک چاک تیر مژه ات — خنجر عشق تو صد چاک دگر کرد بدل
دل کنم خون غمت ار ساخت بجانم مسکن — جان دهم درد توام منزل اگر کرد بدل
نیست جز سوخ بدن از سفر تن حاصل — در ره عشق تو خواهم سفر کرد بدل

صرفی از عشق رخت دیده دل روشن ساخت
پس در آئینه روی تو نظر کرد بدل

تعالی الله که رخسارت شگفت از تاب مل گل گل — ترا از طایران قدس چون جبرئیل صد بلبل
به گشت گل چو سوی باغ رفتی سرو ناز من — شگفت از خنده می گل باغ باغ و باغ هم گل گل
بزم اهل قیل و قال ای مطرب بوصف می — کن آهنگ سرودی چون صراحی گوید قل قل
بهی جامم که جان برلب آمد این تامل چیست — چه تاخیر است ای ساقی کرم کن بی تامل مل
روان عشرت د بزم لطیف و ساقی گل رخ — بگو مطرب که میگو صراحی دمبدم قل قل

براه عشق آن چابک سوار تند رو صرفی
رفیق خاکساران است لطف صاحب دل

شفای ماست به دیدار جان فزای خلیل — بمی شفای علیل است بی لقای خلیل

دل پر آتش من گلشن از خیال ویست / که گلستان شده است آتش از برای خلیل
رسیده اند بمطلوب خویش از دل و جان / که هست کعبهٔ مقصود در انتهای خلیل
اگر به تیغ جفا جان ستاندش هوس است / منم کسیکه بجان می کشد جفای خلیل
چه حد بند که همز انویش تو اندشد / مرا چو دست دهد سر نهم بپای خلیل
خلیل جا به دلم ساخت بلکه در جان هم / دگر چگونه گزینم کسی بجای خلیل

*چو نیست غیر وی از کعبه جلوه گر صرفی*
*به گرد کعبه توان گشت در هوای خلیل*

از نقاب غنچه ظاهر شد رخ زیبای گل / لیک در روی جمال تو کرا پروای گل
چون بقای موسم گل چند روزی بیش نیست / چند روزی میتوان بردن بسر در پای گل
لاله چتر لعل زد در صحن بستان چون برون / آمد از خرگاه غنچه شاهد رعنای گل
گل بخندد از صبا کرده است اشارتها بناز / غیر بلبل کس نفهمیده است اشارتهای گل
در بهار حسن چون روی تو نشگفته گلی / ای عرق بر روی تو چون شبنمی بالای گل
چون نقاب تو بتوئی غنچه بر رخ پرده چند / ای ترا پیراهنی چون جامهٔ یکتای گل

*غیر سودای تو در سر نیست صرفی را بلی*
*بلبل شوریده را در سر بود سودای گل*

مرا نه هم فراقست و نه امید وصال / که کار عشق چنین است چون رسد بکمال
زبسکه فارغم از هجر و وصل ساخته عشق / مرا ز فرقت تو نیست هیچ رنج و ملال
دمی که یاد تو گردم برستم از دو جهان / خوش آنکه یاد تو گردد انیس او مه و سال
زغنچهٔ دل من این چنین پر از خون است / که از شراب غمت شیشه است مالامال
چگونه شرح دهم حال تو که من دانم / که در بیان چنین حالتی است ناطق لال
اگر بشور و سرورم و گر به محنت و غم / بیاد دلبر خویشتم همیشه در هر حال

*بعالمی است ز عشق تو منزل صرفی*
*که نزد آن دو جهانست مثل خواب و خیال*

علیم ای ناصح مکن گر داده ام با یار دل / گر تو هم می بینی اورا میدهی ناچار دل
زال هی ترسم کرخواهدش دل آزار لقب / ورنه سهلست گرنه جور او کشد آزار دل

بر من آسان است جان کندن ز عشق او ولی
مشکل است ای دوستان برکندن از خط او دل

زاهدان را تن به کار و عشق بازان را دل است
کار تن سودی نه دارد گر بود بی کار دل

چون دل من رفت در زلفش دگر پیدا نشد
ای که گم در هر خم زلفت شده بسیار دل

چون دل ما را ربودی سرو خوش رفتار من
نیست عیبی گر نگهداری صنوبروار دل

عاقبت بی‌اختیارت چون ز تو خواهد ربود
خود تو ای حرفی بیار خویشتن بسپار دل

ای که تا گوشش تو افتاد پریشان کاکل
گوشش کن حال پریشان مرا زان کاکل

در گلستان جمالت بود ای تازه بهار
لاله رخساره و سنبل خط و ریحان کاکل

غالبا بر سرت ای آفت جان طومار است
بهر تعویذ ز چشم بد دوران کاکل

کاکل خود بنمودی و دگر پیدا کرد
فتنه‌ها را ز سر از بهر دل و جان کاکل

همچو حرفی شود احوال جهان دیگر گون
گر چه آشفته کنی زلف و پریشان کاکل

رقیبان را ز کوی یار دور انداختن مشکل
اسیران را بپای قوم جفا جو ساختن مشکل

گرفتاران عشق و دردمندان محبت را
ز خود بگذاشتن آسان بخود پرداختن مشکل

چو عشقت جان ستان است از فسون آن همی‌بینند
که باشد بر چنین تن پروران جان باختن مشکل

در ایام سپاه غمزه و ناز تو خوبان را
لوای نیکویی در ملک حسن افراختن مشکل

جهان بی‌پرتو رخسار او تاریک ای حرفی
نقاب از آفتاب روی او انداختن مشکل

تن اسیر محنت هجران و ما مشتاق وصل
فارغ از ما و تن ما جان با استغراق وصل

طالبان وصل را باید گذشت از پرده کون
غیر ازین کلک ازل ننوشت در اوراق وصل

گه به وصلم نیستی به هجر انست خوش‌ستم
همچو هجران هستم ز عشاقت نه از عشاق وصل

ز هر هجران را به کام خویش در آرم آرزو
تا نگیرد پایم به تقریبی چنین تریاق وصل

با فراقش صرفی ما چاره باید ساختن
چون کند طاقت که او را نیست از طاق وصل

چون مرا از روز قسمت نیست استحقاق وصل
تن بهجران در دهیم باشیم بجان مشتاق وصل

بعد عمری دیدمت اما رقیبم با تو بود
بر چنین وصلی ز غیرت چون کنم اخلاق وصل

گر نخواهد خاطرت جز محنت مهجوریم
زهر هجرانم بود شیرین تر از تریاق وصل

رشتهٔ جانم الهی بگسلد دست اجل
گر بکار آید پی شیرازهٔ اوراق وصل

کی تواند داد صرفی دولت وصلم فلک
چون ز بام قصر گردون زیر آمد طاق وصل

# حرف المیم

اجل را در بلای هجر با خود مهربان کردم
پس از دیدار یارش وعدهٔ تسلیم جان کردم

امان از دخل شادی یافت ملک دل بحمدالله
بسلطان غمت این ملک را دار الامان کردم

فلک یاور نمی گردد این بلاها نیکه من دارم
به ناوکهای آهش یک بیک خاطر نشان کردم

دل خود را بخوبان ستمگار جفا آیین
ندادم تا نه با صد جورشان اول امتحان کردم

جگر را پاره و دل را فگار و سینه را پر خون
بهر نوعی که مطلوب غمت بود آنچنان کردم

خضر شد طالب آب حیات از چشمهٔ حیوان
من از تیغت تمنای حیات جاودان کردم

مرا ماند و روان شد سرو من چون نخل پا در دم
دل و جان را هم ای صرفی به دنبالش روان کردم

در راه عشق نام سلامت نمی برم
بد نامی چنین بقیامت نمی برم

ما را از اهل صدق ندانند روز حشر
تا داغ او بسینه علامت نمی برم

گو عقل کن ملامت ما کز جنون عشق
حظ تمام جز بملامت نمی برم

رخت وجود را چو بملک عدم کشم
از کوی دوست بار اقامت نمی برم

قد قامت از موذن اگر می رسد بگوش
تا سجده جز بآن قد و قامت نمی برم

اسرار باطن خم می کشف می کنیم
اما چو شیخ نام کرامت نمی برم

صد بار توبه صرفی اگر می کند ز می
هرگز باو گمان ندامت نمی برم

دلم صد رخنه کردی تا مگر بیرون شود مهرم
ندانستی که از هر رخنه افزون شود مهرم

فتد در خرمن خورشید و انجم آتش عشقت / اگر پرتو فکن در طارم گردوں شود مهرم
پر از فرهاد گردد کوه بر مجنوں شود هاموں / چو پیدا ذره در کوه و در هاموں شود مهرم
چنانم پر ز مهر او که گر تیغی زند مهرم / رواں از زخم تیغ او بجای خوں شود مهرم
چو تیغ جور و پیکان جفا بت جانفزا آمد / نه خود فرما که از بیداد کم چوں شود مهرم
در ایام حیاتم آه که از مهرم نشد آگه / ز غم مردم مگر معلوم او اکنوں شود مهرم

چه غم گر اول از مهرش دلم محزوں شد اے عرفی
که آخر مایهٔ عیش دل محزوں شود مهرم

جلالتی دیگر از گردش دارند چشمانم / رهش دارد صفائی دیگر از جاروب مژگانم
دگر گردوں نخواهد گشت گرد کعبه کو بت / بر آه خویش از سیر یکه دارد باز گردانم
چنین شد آفت دینم که ایمان پیش او کفر است / بحمد الله که باز آورد آخر نخل ایمانم
نخواهی در جهاں اسباب جمعیت ز جمعیت / اگر ناصح بدانی لذت حال پریشانم
گریبان خاک از آں صبح است کز دست فلک کوته / شب وصل آمد و من با فلک دست و گریبانم
دمادم حیرتم بر حیرتم افزوں شود در عشق / چو حیرانی است کارم من بکار خویش حیرانم
فلک را رشته تسبیح از زنار زلف او است / بایں زنار اگر ایمان ندارم نامسلمانم
مگو واعظ که روزی خواهی از رندی پشیماں شد / نخواهی دید در روز قیامت هم پشیمانم
دمی حالم چه می پرسید کاندر لجه حیرت / چناں غرقم که حال خویش را خود هم نمیدانم

ز یاران صحبت گشت خاک کوی محنت گل
وزاں گل دست حسرت ساخت عرفی جوهر جانم

وصف حسنت بصد کتاب کنم / غمزه و ناز باب باب کنم
آه آتش فشاں ز دل بکشم / چشمه مهر را سراب کنم
گر بیاید رقیب بر خاکم / مرده در خاک اضطراب کنم
بر درت جا اگر توانم ساخت / تکیه بر فرق آفتاب کنم
کف دریای من بود مه و مهر / عالم از گریه چوں پر آب کنم
چه عجب کز کمال ضعف بدن / جای در گنبد حباب کنم
رخت هستی بدست پیر مغان / رهن یک جرعه شراب کنم

غرض من بخواب دیدن او است
صرفی آں دم که میل خواب کنم

ساقی برو که از دل دیوانه سوختیم
آتش زدیم در می و پیمانه سوختیم

پروانه وقت سوختن آید باضطراب
ما مضطرب نیامده مردانه سوختیم

ویران ز آب دیدهٔ خود خانه ساختیم
وز سوز سینه خانهٔ ویرانه سوختیم

جبرئیل آمد از پئی تسکین سوز ما
او را بیک زبانه چو پروانه سوختیم

دریا چرا بجوش نیامد که از دمے
در سینهٔ صدف دُر یک دانه سوختیم

از تند باد مرگ نمے مرد آں چراغ
کز آتش محبت جانانه سوختیم

با آتشیم هر که بما گشت همنشیں
صرفی چه آشنا و چه بیگانه سوختیم

چو خونم بے گنه ریزد شهید او نگوئیدم
بخون ناحقش شهرت نمے خواهم بشوئیدم

بصحرائے غمم جوینده ام آواره خواهد شد
چو من گم گشتهٔ عشقم بجوئیدم بجوئیدم

ببزم عشق عهد نجمر شوق جهاں سوزم
ز بوئے من بسوزند ای حریفاں گر ببوئیدم

اگر از وعدهٔ دیدار حرفے او نگفت اما
شما هر تسلی از زبان او بگوئیدم

بود کاں سنگدل آهی کشد از مردن صرفی
چو میرم از غم او بر سر کویش بموئیدم

باده بدست شبے نشسته بودم
وز زحمت غیر رسته بودم

جام خودی و شراب هستی
ایں پخته و آں شکسته بودم

آثار رقوم خامهٔ صنع
از لوح وجود شسته بودم

پیوند دلے که بسته او است
از هر دو جهاں گسسته بودم

پرواز کناں ببال همت
زیں دام فریب جسته بودم

جاں را که سپرده ام همیں است
عهدے که بعشق بسته بودم

فارغ ز دو کون همچو صرفی
در کنج عدم نشسته بودم

جا بر درت رقیب را پیش تو اعتبار هم
دور فلک بکام او گردش روزگار هم

روز من از غمت سیه گشته ولی سپید از آن
موی سیاه من شده دیده اشک بار هم

وعدهٔ وصل میدهی لیک وفا نمیکنی
درد فراق تا بکی محنت انتظار هم

محنت و غم نصیب من، عیش و طرب رقیب را
حیف که بر مراد او دولت وصل یار هم

گریهٔ من به کوی تو ریخته آبروی من
زار و نزارم از غمت در نظر تو خوار هم

در دل سخت تو اثر سنگدلا نمیکند
نالهٔ های های من گریهٔ زار زار هم

هر که اسیر عشق شد جان به غمش سپرد و رفت
داده قرار بر همین صرفی بی قرار هم

برخیز تا ز دنیا و عقبیٰ برون رویم
یعنی ز تنگنای من و ما برون رویم

زین خاکدان که نیست مقام مجردان
از کسوت دو کون مبرا برون رویم

جا در فضای وحدت ذاتی کنیم و بس
از سنگلاخ کثرت اسما برون رویم

هر جا که گردش فلک دون اثر کند
پا بر فلک نهاده از آنجا برون رویم

پای طلب به وادی دیوانگی نهیم
از پای عقل و فهم و دانا برون رویم

در عرصهٔ حقیقت هستی قدم زنیم
از وادی حقایق اشیا برون رویم

ما را ز ما برون نه برد ناقهٔ سلوک
صرفی براق جذبه کجا تا برون رویم

عاشقان فارغ از خرد دایم
لایخافون لومة اللائم

نزد عاشق نه دارد اصلا فرق
عالم از امی امی از عالم

عشق هم جانستان و هم جان بخش
این دو وصفش بیکدگر لازم

شهر دل را خراب کرده غمت
حاکم شهر هست بس ظالم

ای ستمهٔ حسن در زمانه گشت
عقل محکوم عشق و او حاکم

کشتهٔ دلنشت زندهٔ جاوید
عقل را شک در آن و دل جازم

نظم صرفی به وصف دلبر ماست
آفرین صد هزار بر ناظم

تا ترا عهد شکن دانستم
جامه بر خود چو کفن دانستم

کاشکی ناصح من دانستی
آنچه از طرز تو من دانستم

گوهر اشک من و خاک درت
قیمت در عدن دانستم

بخیال قد و روی چمن است
حکمت سرو و سمن دانستم

نغمه را که بیاد تو نبود
نکته از صوت زغن دانستم

نتوان کام گرفت از دهنت
سر تنگی دهن دانستم

دل ربود و نشدم آگه از آن
کار آن نادره فن دانستم

سخنش بهر بلا کی به رقیب
غرض او ز سخن دانستم

توبه تو میرسد ای صرفی غم
حاصل دیر کهن دانستم

چاره ساز آمد که دوزد جامه صدپاره ام
جامه خود پاره کرد و در گذشت از چاره ام

خانه چشمم پر است از شعله های سوز دل
گر نه پوشد دیده سوزد عالم از نظاره ام

همچو موم از آتش شوخی جمالت شمع من
آب گردد گر دلی باشد چو سنگ خاره ام

در ره شوخی خیال آفتاب عارضت
شب ز مهر رهنمونی بس بود سیاره ام

غم به دنبال من است افتاده در بهر وجود
می کند آخر به صحرای عدم آواره ام

بینوایی های خویشت عرض کردم بارها
وه نمیدانم چرا بنواختی یکباره ام

گر دولت خواهد شراب ای شیخ شهر از من بنوش
همچو خود شیخم مدان من صرفی میخواره ام

دردمی کاین نامه میکردم رقم
کان یجری الدمع خمر و جا بدم

هر رقم کز خامه ام ظاهر شدی
کان یمحوا و محی ذاک الرقم

محو حرف اشتیاق از لوح دل
لیس لی وسعی وقد جف القلم

در بلای هجر حکمت ها بود
لیتنی لو تنقت عن تلک الحکم

صرفی از دریای اشکم نه محیط
لیس الا قطرتین ضعف من دیم

جان پرسوزم فروزان شمع و فانوسش تنم
پیرهن فانوس را بین بر تنم پیراهنم

بود مجنون مبتلای صورت لیلی درخت
در جهان مجنون لیلی صورتان اکنون منم

رهبر مردان دین بودم چو تو شیخ ولی
چشم کافر کیش او شد در ره دین رهزنم

تا بکی باشد من دیوانه را زنجیر عقل
وقت آن آمد که این زنجیر را من بشکنم

خانه و ایوان چکار آید من دیوانه را
گر ضرورت افتدم ویرانهٔ بس مسکنم

از غم چشمت چو مجنون گر بصحرا سر نهم
حلقه کرده آهوان باشند در پیراهنم

کعبهٔ کوی تو آمد قبلهٔ صرفی و بس
کافرست او در دیگر داند ز قبله ای صنم

معاذ الله که بهر نان بدونان هم نفس باشم
چه غم دارم چه کم دارم چرا محتاج کس باشم

نمی خواهم که با زاغ و زغن هم آشیان گردم
چو نتوانم که با مرغان قدس هم نفس باشم

کنم پرواز چون عنقا بر قاف قدس سازم جا
چرا چون بلبل و طوطی گرفتار قفس باشم

چو وارستم ز هر قیدی و بگسستم ز هر بندی
نه در قید هوا آیم نه در بند هوس باشم

برانم ناقهٔ همت رسم در محفل جانان
به دنبالش چرا قانع به آواز جرس باشم

چو زان گلشن توانم چید در هر دم گلی دیگر
نمی دانم ضرورت چیست تا با خار و خس باشم

امید آن چنان از همت خود دارم ای صرفی
که هر در ماندهٔ بیچاره را فریاد رس باشم

در سینه چون آمد غمش اکنون جدا از من مشو
خوش نیست در وقت چنین ای دل جدا گشتن ز هم

داغ الف پهلوی هم بر سینه است از نه رقم
یعنی مرا در سینه ده چندانکه مجنون است غم

بادی پس از مرگم وزید از کوی او بر خاک من
چون گرد باد م از خوشی رقصان بصحرای عدم

خواهم که سر بر پای آن سرو روان مالم دمی
چون آب از آن بی اختیار آیم ز سر کرده قدم

درد و بلای عشق را از جان نمی خواهم جدا
بالله که آید صحبت یاران جانی مغتنم

جورت که آمد خوشتر از لطف نکویان دگر
گر آمد کی افزایی از لطفت چه خواهد گشت کم

ترکی ز تیغ او قلم کرد استخوانم وا و بس
صرفی به لوحم نام او زان استخوان کرده قلم

ز درد چشم خود زان رو من غم دیده گریانم
که ظاهر شد ز چشم درد ناکم درد پنهانم

بدر از حسرت پابوسش آمد چشم گریانم
چو بنهاده است پا بر دیده آن سرو خرامانم

ز درد چشم من زان رو به درد آمد دل زارم
که آمد مانع از نظارهٔ رخسار جانانم

دوا های طبیبان نیست نافع درد چشم را
که باید سرمه از خاک پایت بهر چشمانم

خیال لعل میگون توام پیوسته در چشم است
ازان سرخ است همچون لعل چشم گوهرافشانم

ازان رو بستم این چشمے که از هجرت به درد آمد
که بے رویت نیفتد دیده بر خون دو رانم

زچشم مبرود اشک ندامت صرفیا یعنی
ز هر نظاره کافکندم بغیر او پشیمانم

جدا ز یار چرا در دیار خود باشم
سفر گزینم و جویای یار خود باشم

کنم عزیمت شهرے که یار من آنجاست
نهاده سر بدر شهر یار خود باشم

قرار داده به مردن نهم براهش سر
اگرچه سر برود برقرار خود باشم

باختیار خود آن خواستم که برداد
برون برآمده از اختیار خود باشم

ز یار خود چو مرا روزگار ساخت جدا
چرا نه در گله از روزگار خود باشم

مرا ز باغ چه حاصل ز نو بهار چه حظ
اگر جدا ز رخ گلعذار خود باشم

زبان خلق بکار است در ملامت من
مرا چکار بآن من بکار خود باشم

چو غمگسار نشد کس ز همنشینانم
بخود نشینم و خود غمگسار خود باشم

خوش آن زمان که من غمگسار ای صرفی
نهاده سر به ره شهسوار خود باشم

هر دمت یاد کنم گر نه کنم پس چه کنم
آه و فریاد کنم گر نه کنم پس چه کنم

گر دمے بس کنم از نالهٔ شبهای فراق
باز بنیاد کنم گر نه کنم پس چه کنم

چون نه امید وصال است مرا با غم هجر
دل خود شاد کنم گر نه کنم پس چه کنم

در چمنها به هوائے قد آن سرو روان
میل شمشاد کنم گر نه کنم پس چه کنم

چون غباری شوم از ضعف به کویت گذرم
همدم باد کنم گر نه کنم پس چه کنم

گه چو مجنون سوی هامون گذرم گاه بکوه
رو چو فرهاد کنم گر نه کنم پس چه کنم

به که کاشانهٔ ویرانهٔ دل را صرفی
از غم آباد کنم گر نه کنم پس چه کنم

گریه بے یار کنم ور نه کنم پس چه کنم
ناله زار کنم ور نه کنم پس چه کنم

من که دارم سرو کارے عجبے با غم او
سر درین کار کنم ور نه کنم پس چه کنم

هیچ کس مردن خود گرچه تمنا نه کند
بے تو ناچار کنم ور نه کنم پس چه کنم

بر هوای رخ تو ناله کنیان چون بلبل / گشت گلزار کنم ورنه کنم پس چه کنم
چون که در روز ازل قسمت من خار است / خو به این خار کنم ورنه کنم پس چه کنم
آه من بی مه رویت به فلک گر نرسد / ناله اش یاد کنم ورنه کنم پس چه کنم
صرفی از ناخن حسرت به شب ماتم هجر / سینه افگار کنم ورنه کنم پس چه کنم

ما نامهٔ پیچیدهٔ دل را بتو دادیم / جان نذر تو کردیم و بحل را بتو دادیم
از کشتن ما روز جزا باک چه داری / چون روز ازل خط بحل را بتو دادیم
ای دل غم خورشید رخی با تو سپردیم / نوری که بر و ظلمت گل را بتو دادیم
چون گفتمش از غیر تو پیوند گسستیم / گفتا غم پیوند گسل را بتو دادیم
صرفی به دل خویش بکش صورت خوبان / صورتگری چین و چگل را بتو دادیم

ساغر می را درین ایام همدم یافتیم / چون صراحی در جهان هم مشربی کم یافتیم
هر چه خضر از بهر آن شد طالب آب حیات / از لب جان بخش جانان ما بیک دم یافتیم
دردمندان را نبود امید خوشحالی ولی / چون غم دلدار آمد از پی هم یافتیم
چون سگت با ما است در فریاد و افغان همزبان / دردمندان را بسر عشق محرم یافتیم
گرچه ویران شد بنای عمر ما از سیل اشک / همچنان در دل اساس عشق محکم یافتیم
چون کنیم از جنت کویش اگر بیرون کنند / چون همین میراث از جد خود آدم یافتیم
نیست غیر چهرهٔ زرد و سرشک سیمگون / هر زر و سیمی که ای صرفی بعالم یافتیم

چند هر دم ناله از درد دل پر خون کنم / با که گویم درد خود یارب ندانم چون کنم
لیلی من حالتی دارم که افلاطون اگر / همنشین من شود همچون خودش مجنون کنم
رفت جان و آرزوی او نه رفت از سینه ام / از درون سینه اش یارب چسان بیرون کنم
دوستان نبود ز آب چشمه چشمم عجب / گر تماشای فرات و دجله و جیحون کنم
کی توان کردن شکایت زان مه نامهربان / گر کنم از بخت خود وز گردش گردون کنم
ساغر می چون نهد لب بر لب او ساقیا / دیده را پر خون چو جام بادهٔ گلگون کنم

رفته رفته شعر من صرفی شود موزون اگر
وصف آن رفتار خوب و قامت موزون کنم

نیافتم من مسکین مراد در عالم
بنامرادی من کس مباد در عالم

نبوده ایم دمے خالی از غمے بجهان
نه دیده ایم دل خویش شاد در عالم

چنین که آه منست آتشین عجب نبود
اگر ز آه من آتش فتد در عالم

نه دوستی به وفا نه ز دشمنی بجفا
کسے نمے کند از بنده یاد در عالم

برادرے که طریق برادری ورزد
مگر ز مادر دوران نزاد در عالم

فلک بکام همه اہل عالم است ولے
همیں مراد دل من نه داد در عالم

دعا ز عالمیان صرفیا مدار طمع
مکن به هیچ کسے اعتماد در عالم

شب بغم مے گذرد روز به محنت چه کنم
روز و شب مے گذرانم به مشقت چه کنم

دارم از حسرت دیدار تو صد محنت پیش
شد نصیب من محنت زده حسرت چه کنم

متحیر شده در کار خودم از غم تو
ماندم از عشق تو در وادی حیرت چه کنم

دل ربودند و نه کردند مرا دلداری
دلبران را نه بود هیچ مروت چه کنم

دل که کارش نه پذیرد به نصیحت اصلاح
پس چه دانش دهم اصلاح نصیحت چه کنم

از تکلم بمن آن شوخ دهن مے بندد
گر به رویم نه کشاید در دولت چه کنم

نقد جان گر کنم ایثار تو آن چیزی نیست
یعنی ای دوست کیم من بتو خدمت چه کنم

دلبر من که وطن ساخته در گجرات است
جانب کشور کشمیر عزیمت چه کنم

روز عیشم ز غریبی بشب آمد صرفی
آه و فریاد چه سازم شب غربت چه کنم

یاد باد آن که چو بر ره گذرت بود سرم
سر عزت به فلک بود از آن ره گذرم

یاد باد آنکه جملے که بود بے کم و کیف
بود ز آئینه رخساره تو اندر نظرم

یاد باد آنکه چو بر راه تو مے ماندم سر
مے نهادے قدمے بر سرم از راه کرم

یاد باد آن که چو دیدم بدن سیمینت
اشک چون سیم روان گشت بر روی چو زرم

یاد باد آن که هر وقت چو کشایم دیده
سرمه چشم نبوده است جز آن خاک درم

یاد باد آن که سمندت چو ره جلوه گرفت
ساخت جاروب رهت دیده مژگان ترم

یاد باد آن که چو انداخته ناوک ناز
هدف ناوک خود ساخته از جگرم

عهد کردم که اگر همت مردان خدا
برساند بسر کوی تو بار دگرم

تا بود جان بتن از کوی تو بیرون نه شوم
نه روم از در تو ار جان ز تن آید بدرم

شب همه شب چو سگ کوی تو باشم بدرت
اگر شبی غایب از آن در شوم از سگ بترم

گر هوای سفر افتد بسرم چون عرفی
یارب از کوی تو ام سر بسلامت نبرم

نه گردم سیر اگر صد بار رویش در نظر بینم
که هر باری ز باری دیگر او را خوب تر بینم

گذر هرگز نخواهد کرد آن سرو روان سویم
مگر مانند عمر خویش او را در گذر بینم

مه من زیر کاخ آسمان و برز بر خورشید
چه نیکو ساعتی کین کاخ را زیر و زبر بینم

امید دیدن او نیست لیکن بر درش هر روز
روم بهر تسلی و به دل گویم مگر بینم

ز عکس لعل میگون تو خواهم چشم خود گلگون
بصد خون جگر بلبم بدین رنگش اگر بینم

ز سر پا کرده ایم گیسوی خو مرا خواهی
عجب باشد اگر فرقی میان پا و سر بینم

لبت چون گل بود رنگین و مانند شکر شیرین
شوم بیمار تا بر کام خویش آن گل شکر بینم

طریق عاشقی راه خطرناک است ای عرفی
ولی من بر نخواهم گشت اگر چه صد خطر بینم

هزار دل ز صنوبر سرزد که رام کنم
بهر دلی غم آن سرو را مقام کنم

نه حوری و نه پری نه فرشته نه بشر
بحیرتم که ندانم ترا چه نام کنم

روم بباغ و به شمشاد و سرو گریه کنان
شکایت غم آن سرو خوش خرام کنم

کنون که آن بت هندو است رام من چه عجب
که ورد خویش شب و روز رام رام کنم

سهی قدان همه در جلوه اند و من حیران
که مایل که شوم رو بسوی کدام کنم

اگر به عشق بتان عرفیا شوی رسوا
طمع مدار که پروای ننگ و نام کنم

می شادی به کام خویشتن یک دم نمی بینم
به درد و غم قناعت کردم و آن هم نمی بینم

نه معشوقی است مانند تو و نه عاشقی چون من
ترا از لیلی و خود را ز مجنون کم نمی بینم

جگر خون شد مرا از همدمی های غم هجران
چه حال است اینکه یکدم خویش را همدم نمی بینم
مرا صد درد جان کاه است پنهان در دل پرخون
چه سازم چون کنم ظاهر که یک محرم نمی بینم
نمی خواهم که بی راهم نشینم خویش در عالم
که آئین وفا در مردم عالم نمی بینم
نه تنها من درین عالم چنین غمگین و ناشادم
که هرگز هیچ کس را خوشدل و خرم نمی بینم
شوم در کوه و صحرا همنشین وحشیان صرفی
که آئین مروت در بنی آدم نمی بینم

ای بنده جمال تو مه و آفتاب هم
بیرون بر آ ز خانه برافکن نقاب هم
زلف ترا بهر سر موی گره گره
عشاق را به رشته جان تاب تاب هم
دارند آرزوی جمال تو مومنان
خوانند مصحف رخت اهل کتاب هم
پابوس آن سواره چسان دست میدهد
دستم نمی رسد که ببوسم رکاب هم
شبهای یار بار رقیب می ناب می کشید
می سوخت دل ز آتش غیرت کباب هم
زان روی آتشین عرقناک صرفیا
دارم دلی پر آتش و چشمی پر آب هم

ز من تا جان نه برد آن مه نه مردم
بحمد الله بجانان جان سپردم
جفا جوی که دارد قصد خونم
بجز خون دل که بهر او نه خوردم
بیا ساقی اگرچه صاف می نیست
که من زین میکده قانع به دردم
ز مهر دوست در چشمی بزرگم
بصورت گرچه همچون ذره خردم
چو دل جا را بجانان دادم غمت را
ز دست این غمم آخر جان نه بردم
خیالش کز وی نقش اغیار را
ز لوح دل بدین کلک ستردم
بعشقم زنده جسا و بیدا اما
نگفتم زنده تا صرفی نه مردم

خسرو کشود چون [illegible] آسیم
خاک در تو بر سرم افسر بادشاهم
ریختیم از دو دیده خون زبس که نه بخت تو گشت
اشک عقیق فام من ز داغ بجز تو هیچم
گر نه همیشه پرسیم من [illegible] و [illegible] سوخت
ز آتش غم چو شود پرسشش گاه گاهیم
بی رخ او اگر دمی زیسته ام مقصرم
جان به درستش کنون روان دهی عذر خواهیم

گرد رهت بروی من مانده و رازدارم اوست / ورنه شدی غم نهان فاش ز روی کاهیم
نامه سیاهم و عجب نیست ز آب دیده ام / گر ز صحیفهٔ عمل می برد آن سیاهیم
جز من بیگنه همه کشتهٔ دوست صرفیا
هیچ گنه مگر بجز نیست ز بی گناهیم

ز من رنجیده یار دلنوازم / ندانم چون کنم یارب چه سازم
نمیدانم چرا آن شمع هرگز / نگشت آگاه از سوز و گدازم
شب محنت دراز و تو ز من دور / چه دانی قصهٔ دور و درازم
متاب از ناز روی از من خدارا / ببین بر پای خود روی نیازم
سرم را پایمال خویش کردی / بحمدالله که کردی سرافرازم
چه داری با من ای واعظ چه داری / که من رند و لوند و عشقبازم
بحمدالله که صرفی آخر کار
حقیقت او نمود است از مجازم

نامرادی که وفا از تو ندیده است منم / دردمندی که جفا از تو کشیده است منم
همه بی رنج رسیدند به گنج وصلت / و آنکه صد رنج کشید و نرسیده است منم
جام جام از می لعل تو کشیدند همه / و آنکه یک قطره از آن می نچشیده است منم
آنکه خون شد ز فراقت دل او جز من کیست / و آنکه خون دلش از دیده چکیده است منم
نالهٔ زار همه خسته دلان یار شنید / دردمندی که فغانش نشنیده است منم
عندلیبی که به بستان جهان چو ز صرفی
گلی از گلبن وصل تو نچیده است منم

شب هجران ز ناله بس چه کنم / گر ننالم ز هجر پس چه کنم
در سر من هوای قامت او / سرو شمشاد را هوس چه کنم
دامن وصل او بدست رقیب / گر مرا نیست دسترس چه کنم
بیکس افتاده ام به وادی غم / کس من نیست هیچ کس چه کنم
چند منع از فغان من کردن / جز فغان نیست همنفس چه کنم
بلبل باغ قدسم ای صرفی / وه چه سازم درین قفس چه کنم

به که در راه طلب دل ز جهان برگیرم
توشهٔ راه خود از عالم جان برگیرم

چند کلفت کشم از هستی خود در ره عشق
وقت آن شد که تکلف ز میان برگیرم

کار من عاشقی و دل بهمین کار بهم
خاطر از هرچه بود مانع آن برگیرم

یار من می گذرد به که من بیحاصل
حاصل خویش ز عمر گذران برگیرم

اگر اسباب نشاط و طربم نیست چه غم
مایهٔ عیش ز غمهای بتان برگیرم

همه گویند که برگیر دل از سیمبران
وه ندانم چه کنم آه چسان برگیرم

گرچه وصلش نتوان یافت ولی راه طلب
حرفیا ناله کنان اشک فشان برگیرم

گر لبعد جور و جفا از کوی خود میرانیم
من همان یار وفادارم که خود میدانیم

حیرت من در غم عشق تو آمد از ازل
تا ابد خواهد کشید این مدت حیرانیم

ای بر اوج حسن چون خورشید گشته جلوه گر
در هوای نسبت همچون ذره سرگردانیم

ای که می خوانی بسوی خود سگ آن کوی را
از سگی کم نیستم گر سوی خود میخوانیم

وه نمیدانم کجا باشم که دور از کوی تست
خانه چون زندان و من در خانه چون زندانیم

سالها شد کز تو حیرانم بحال خویشتن
تا بکی در وادی حیرت فرو می مانیم

عالم از جان کندن ای حرفی بسی دشوار شد
غمزهٔ خونریز او شد موجب آسانیم

جانب کعبهٔ رویت به نیاز آمده ام
بسته احرام حرمیت ز حجاز آمده ام

سویت ای قبلهٔ دل آمدم از کعبهٔ گل
شکر لله بحقیقت ز مجاز آمده ام

از درت بخت بد آواره مرا ساخته بود
لابه ها کرده بزاری و باز آمده ام

بنده را گر بنوازی به نگاهی چه شود
که به امید نوازش به نیاز آمده ام

یاد ابروی تو محراب مسجد دیدم
ورنه اینجا نه من از بهر نماز آمده ام

کز سر زلف بدستم بنوازی چه شود
کز ره دور بامید دراز آمده ام

ناله کز شوق جانان میکشیدم می کشم
محنتی کز درد هجران میکشیدم میکشم

از فغانهای دمادم جان بلب آمد مرا
لیکن افغانی که از جان میکشیدم میکشم

می کشیدیم با دل از زلفش پریشانی بسی
هر چه زان زلف پریشان می کشیدیم میکشیم

دل ز خوبانم نشد شاد و نخواهد سیر شد
درد و اندوهی کز ایشان پیشتر ها کشیدیم میکشیم

گرچه میدانم که گنج وصل نتوان یافتن
لیک رنجی کز پی آن سینه کشیدیم میکشیم

بر مرادم نیست هرگز گردش چرخ فلک
محنتی کز چرخ گردان می کشیدیم میکشیم

چون شدیم مانند صرفی پیر در راه وفا
هر جفایی کز جوانان می کشیدیم میکشیم

جانب کعبه بیاد سر کویت گذرم
بجمالش بهوای رخ خوبت نگرم

دارم امید که غیر تو کسی در مکه
ننهد جا مرا کعبه نشود جلوه گرم

بر لب شوق چو بوسم حجر الاسود را
غیر خال سیه تو نبود در نظرم

گه به دناله کنم در حرم کعبه بسی
که حریم تو بیاد آیدم انجا ز حرم

دست در حلقه کعبه زده خواهم که رسید
دست در حلقه زلفین تو بار دگرم

مردم از زمزمه شوق تو ام در گریه
چشمه زمزم از این زمزمه شد چشم ترم

از در تو بدر کعبه سفری رفتم لیک
چه کنم چرخ فلک ساخت چنین دربدرم

فلک از کوی توام گرچه سوی کعبه برد
نتوان برد هوای سر کویت ز سرم

زندگانی به غم هجر تو مشکل بودی
گر خیال تو نه بودی به سفر همسفرم

من کیم در چه شمارم که گهی از ره لطف
خبر خویش فرستی و بپرسی خبرم

نذر آن کعبه جان سیم و زری ای صرفی
نیست چون اشک چو سیم و رخ مانند زرم

این دم که بر سرم قدمی ماندی از کرم
مطلوب خویش یافته ام زین دم و قدم

بهر نثار مقدم تو نیست غیر جان
این تحفه را اگر بپذیری زهی کرم

یارب ترا چگونه بسویم گذر فتاد
من بنده کمینه تو سلطان محتشم

گر پرتوی بخاک فگنده است آفتاب
از نور آفتاب نگشته است هیچ کم

از محنت فراق الم داشتم بسی
وصل تو ساخت فارغم از محنت و الم

لایق نبوده ام بچنین دولتی عظیم
لطفت نواخته است مرا ورنه من کیم

صرفی که از فراق به وصل تو شد خلاص
گویا همین زمان به وجود آمد از عدم

## غزل

تویی خسرو خوب رویان عالم
شه عالم جانی ای جان عالم

ندیدیم مانند تو نوبهاری
ز تو سبز و خرم گلستان عالم

جهان بی رخت تیره و تار تا کی
گشا پرده ای ماه تابان عالم

سلاطین و شاهان همه بندهٔ تست
تو شاه جهانی و سلطان عالم

زهی لعل تو خوشتر از جوهر جان
نیامد چنین لعل از کان عالم

ز زلف تو احوال عالم پریشان
تو غافل ز حال پریشان عالم

چه صرفی کمین بندهٔ تست بنگر
بسوی بنده ای شاه خوبان عالم

وصف رخت شنیده بسوی تو آمدیم
بهر نظارهٔ مه روی تو آمدیم

ای آنکه هست قبلهٔ اهل صفا رخت
بهر طواف کعبهٔ کوی تو آمدیم

از بسکه وصف روی تو کردند نیکوان
در آرزوی روی نکوی تو آمدیم

ای گل معطر است ز تو بوستان هند
آنجا که آمدیم بسوی تو آمدیم

ای موی حلقه حلقهٔ تو دام مرغ جان
از جان اسیر حلقهٔ موی تو آمدیم

چشم نظاره البست ز علین عنایت است
چون باز دیده کرده بسوی تو آمدیم

صرفی صفت اسیر کمند محبت است
از حسن روی و خوبی خوی تو آمدیم

گر نیستم کافر عشقت مسلمان نیستم
کافرم گر زین مسلمانی پشیمان نیستم

میکش و بی باک گویندم همه شیخان دهر
هر چه گویندم قبول اما از ایشان نیستم

گرچه از زلفت ظلمت کفر من است
از رخ چون مصحفت بی نور ایمان نیستم

چند تکفیرم کنید ای زاهدان خود پرست
کافر عشقم و لیکن نامسلمان نیستم

ما به فیض مطلق از نقشبند برون آمدیم
هر چه گویندم همانم گرچه خود آن نیستم

پر ز گوهرهای اسرار است دریای دلم
بهر گوهر مایل دریای عمان نیستم

نیست دزدی بدتر از نادرمندی صرفیا
منت ایزد را که از نادرمندان نیستم

## غزل

گر بنالد دمبدم هر نی که روید از گلم | کی تواند شد دمی خالی ز غم هایت دلم
مشکل است احوال من تا جان زارم در تن است | جز به تیغ جانستانت حل نگردد مشکلم
کوه محنت وادی و اندوه و صحرای بلا | تا به اقلیم عدم اینست منزل منزلم
رشته های جان زارم گرچه از هم بگسلد | رشته مهر از سر زلف تو هرگز نگسلم
تا مگر بر خاکم افتد سایه سرو قدت | از حیات خویش دلگیر و به مردن مایلم
جا ز عین مردمی کردی بچشم من ولی | پرده های چشم از نظاره ات شد حایلم

گر نه مقبول سگان آستان او شوم
کی برنجم صرفی از یاران چو خود ناقابلم

حیف است که نادیده رخ یار بمیرم | خواهم که رخش بنگرم و زار بمیرم
تا زنده ام از کار خود اصلا نکشم دست | عشق است مرا کار درین کار بمیرم
بنمای رخ خویش چو بمیرم من بیدل | مپسند که با حسرت دیدار بمیرم
دیرست که بود آرزویم پیش تو مردن | زود آی که پیشت من بیمار بمیرم
گل پیرهنان ناله کنان رفته چو بلبل | بر یاد تو در گوشه گلزار بمیرم
هردم خبر وصل فریبی و نیابی | صد بار شوم زنده و صد بار بمیرم

عار است مرا زیستنم بی رخ جانان
ای صرفی اگر زیستم از عار بمیرم

دوش گفت آن مه بروی کس نظر گفتم بچشم | گفت از آن نور الهی در نگر گفتم بچشم
گفت اگر خواهی نگاهی زان دو چشم جانستان | کن ز جان خویشتن قطع نظر گفتم بچشم
گفت وقت جلوه های ما بچشم خود بگوی | تا نسازد جلوه گاه از گریه تر گفتم بچشم
گفت برره چیست این گفتم که مژگان من است | گفت این خاشاک را از ره ببر گفتم بچشم
گفت اگر خواهی فروغی راز صبح وصل ما | گوشه چشمت تا نگرید تا سحر گفتم بچشم
گفت این کاشانه دل تیره هست و تنگ هم | منزل ما ساز در جای دگر گفتم بچشم
گفت اگر خواهی ز لعل در فشانم گوهری | از سرشک خود فشان در و گهر گفتم بچشم
گفتمش گشتند خاک رهگذارت بیهوشان | گفت ای صرفی بروب این رهگذر گفتم بچشم

سرم بر گردنم بار گرانست آرزو دارم
که بردارمی به تیغ جانستان از گردنم بارم

پس از بیدارئی شبها شبی یارب بخواب آید
بود واجب ادای شکر این هر روز را دارم

بلا و دردم از تو نو بنو هر روز می آید
بود واجب ادای شکر این هر روز را دارم

امانت چو هر جانم ز لعل لُنت آن غمزه
بزور از من ستاند گر نه با لعل تو بسپارم

سر سودائیم آخر بکار عشق خواهد رفت
ولیکن همچنان باشد بسودا بیت سر و کارم

بروید نخل اندوه و دهد بر میوهٔ حسرت
چو تخم آرزوئی در زمین مهر می کارم

ببدخوئی دل خود داده ام نه خود ستم کردم
عجب نبود ملامت گر اگر گوید ستمگارم

اگر عرفی بمیرم از غم بی مهرئی آن مه
ازین ماتم سیه پوشی نباشد جز شب تارم

هرگز به شب عیش که شب غم نه فروشم
جور تو به لطف همه عالم نه فروشم

یک دم چو نهی خنجر خون ریز به حلقم
آن دم به دم عیسی مریم نه فروشم

این یک دل غمگین که پر از درد تو دارم
بالله که بصد خاطر خرم نه فروشم

از مدت ایام محبت من بیدل
ای خضر بصد عمر تو یک دم نه فروشم

صد ملک نیاز من و یک ناز تو گفتم
گفتا چو نفیس است متاعم نه فروشم

زان گوهر برانندم اگر اشک بریزم
فردوس بیک دانه چو آدم نه فروشم

جامی که به دریوزه دهد پیر مغانم
عرفی به همه سلطنت جم نه فروشم

من به این رخسار چون مه عاشقم
عاشقم بالله بالله عاشقم

عشق بازی را سزد عمر ابد
وه که با این عمر کوته عاشقم

شاه حسن است آن که معشوق من است
من شه عشقم که بر شه عاشقم

یار من هر جا که از راهی رود
هم بدان جا هم بدان ره عاشقم

من بیاد روی عالمتاب او
گه به مهر و گاه با مه عاشقم

من همیشه عاشقم ای مدعی
نی چو تو گه زاهد و گه عاشقم

ته به ته عرفی دلم خون بسته است
با دل خون بسته ته به ته عاشقم

### غزل دیگر

شکر خدا که من بتو نا آشنا شدم | بیگانه از خود و به خرد آشنا شدم
گردے ز جلوه گاه تو خواهم به چشم خود | از بهر این عرض به صبا آشنا شدم
بیگانه گشت هر که بمن بود آشنا | خوبان شهر تا به شما آشنا شدم
یاران بهم چو روز ازل آشنا شدند | من با غم فراق چرا آشنا شدم
معمور ملک عشق به درد و غم و بلاست | شکر خدا که این همه را آشنا شدم

درمانده ام به آنکه ندانم که عرفیا
با او کدام وقت کجا آشنا شدم

نسیما چون غباری گشتم و بردی دران کویم | مرا برداشتی از خاک شکر تو چسان گویم
جفا جوئے که قتل دوستداران است آئینش | اگر از دوستی خونم بریزد دشمن اویم
گرفتم با بلا خوئی و بدم با عافیت خوبان | عجب نبود اگر خوئے بد او گرد بد خویم
شب هجران به تیغ فرقت او چون ندادم سر | ز بهر کشتنم تیغ است بر سر هر سر مویم
فراقش سرنوشت و گریه ام گوبا پی شستن | که خط سرنوشت خود بآب دیده می شویم
ز خورشید جمالش پرتوے افتد بچشم تر | بحمد الله که آب رفته آمد باز در جویم

به کاخ آسمان گر اتفاق المثل عرفی بود جایم
بهالا آید از زیر زمین سیلاب غم سویم

## ن حرف النون ن

من نمی خواهم وفای وعده زان پیمان شکن | تا به تقریبی تقاضا باشدم راه سخن
تا بچاه افتند نادانسته جانها حفظ تو | گسترانیده بساط سبزه بر چاه ذقن
چون غم عشق ترا دل داده ام بر رغم جهان | جان به دل گفت آخر از وی نے تو مهمانی نه من
یاد زلف تو کمندم گشته سویت می کشید | بی تو لاغر همثال تار موئے در بدن
گه خدنگ جانستان گه تیغ خون ریز است مژه | هم خدنگ انداز ناوک چشم تو هم تیغ زن
دردم از اندوه یعقوب و زلیخا برتر است | جا بسے آن دارد اگر گویند بر من مرد و زن

طرفه فتانی است ای صرفی نگار من که هست
فتنه را از دست او انگشت حیرت در دهن

چون صبا وصف قدرت با سرو گفت ای نازنین
سرو جنبانید سر یعنی که آری اینچنین

چون رقیب او طبیبم شد شب بیماریم
نبض من بگرفت و مرگم داشت اندر آستین

ختم کارم بر جنون خواهد شد آخر زان سبب
روز اول شد ز من بیگانه عقل دوربین

صحبت عقل فراغت دوست چون جانکاه بود
جان من در گوشهٔ چشم تو شد عزلت گزین

بی تو بسپردم به غم جان تا شب وصلم دهد
هیچ کس جز وی ندیدم این امانت را امین

طالب دنیا یکی و مایل دین دیگری
دردمند تو نه دنیا آرزو دارد نه دین

تحفهٔ جان از من بیدل اگر دارد قبول
سازدم ممنون چه جای آنکه گوید آفرین

هم به دنیا هم به دین باشد زیان از صحبتم
صحبت من اینچنین است الحذر ای همنشین

از خجالت در زمان حسن آن رشک پری
دائما در پردهٔ غیب است پنهان حور عین

نی دلم زی عقل من واقف شده است از بردنش
چه هر جانم چو برد آن غمزهٔ سحر آفرین

از عذاب گور کمتر نیست بی او محنتم
صرفیا روی زمینم گشته چون زیر زمین

پیش از این روزی که قتلم کرده کافرکیش من
در هوای من نشسته عقل دور اندیش من

رو چو سوی قبله هر سجدهٔ طاعت نهم
کافرم گر نبود از یاد کیش بت در پیش من

چون به زخم تیغ هجرش لذتی دارم چه زخم
گر ز وصلش مرهمی هرگز نهد بر ریش من

بسکه از دیوانگی رسوای عالم گشته ام
قطع پیوند از من دیوانه خواهد خویش من

ای بقلب تو ز حد بیش و وفایم بیش از آن
می نماید کم ز کم نزد تو بیش از بیش من

گر نه از عشقش رسد یک نوش و صد نیشم رسد
کی بود آن شوخ را پروای نوش و نیش من

چون شنیده سیم افشانی من آن شاه حسن
گفت سیم اندوز نبود صرفی درویش من

میان آن قبا و تن چو حائل گشت پیراهن
به تنگ آمد قبا و زد گریبان چاک تا دامن

نه تنها شد چراغ کلبهٔ تاریک من آهم
که گشت از شعلهٔ آن خانهٔ همسایه هم روشن

زدی بر گردنم تیغ و خلاص از منتم کردی
مرا مانده است بار منت تیغ تو بر گردن

مہر من آفتاب از روزن مشرق برارد سر
تو بنما از دریچہ رو کہ گردون بند دان روزن

ز روی آتشینت گل رخا نور خدا تابان
نہال قامت تو چون درخت وادی ایمن

اگر خواہی کہ باشد گوہر راز غمت پنہان
دل من حقۂ این گوہر است آن حقہ را بشکن

نہ ہر دل مے زباید بل دلے کز جان بود خوشتر
صنوبر عرض دلہا کردہ و نہ گرفتہ سرو من

چہ سود از حیلہ و تدبیر عقل عاقبت اندیش
کہ نتوان شد خلاص از فتنۂ آن غمزۂ ہر فن

بہ قتل تو نشاید یار اگر جان کندنت بیند
چو عرفی چارۂ جان کندن آمد دل ز جان برکن

آمد غم عشق و گفت با من
جان تو درون سینہ یا من

مطلوب رقیب لطفہا ایست
ممنون تو ہستم از جفا من

گر دامن خود کشی ز دستم
دستم بقفیا منت بدامن

جا در دل و جان و سینہ کردم
غم ہائے ترا جدا جدا من

بے جور بتان چہ لذت از عشق
دانم ستمت بہ از وفا من

خواہم شب وصل ما شب مرگ
شبہا نہ کنم جز این دعا من

عرفی ز دیم امید وصل است
نومید نہ کردم از خدا من

بہ کوی یار نتوان دم زدن رو سوی صحرا کن
ولا ہر چند خواہی نالہ و فریاد آنجا کن

ز بدخوئی اگر خونم بریزی را صنم باللہ
نمے گویم کہ بہر من تو خوئی نیک پیدا کن

ز خوی نازکش ما را بہ او راہ تمنا نیست
بیندیش اے دل از خوی وی و ترک تمنا کن

ز لطف خاک راہ او ہوا را با دمے گوید
بخاک راہ جانان نشست و شوی روی دریا کن

نہ از تیغت چو مرغ نیم بسمل مے طپم ایجان
بر قصیم و بسیار قصیدن مارا تماشا کن

چہ حاجت آنکہ خود کار مسیحا در عمل داری
بیک دم از لب جان بخش پیدا صد مسیحا کن

مکن تاخیر در جان دادن از اندوہ ای عرفی
چہ گویم کانچہ باید کردنت امروز فردا کن

ز اشک خود ہمہ روی زمین ای دیدہ دریا کن
بسان مردم آبی بہ دریا خلق را جا کن

من از روی بتان نور خدا امروز مے بینم
تو اے زاہد تمنائے لقایش گو بہ فردا کن

به تیغ غمزه قبض جان زارم وعدهٔ چشمش کرد | بگو ور گوشهٔ چشمش دلا او را تقاضا کن
چو خوانی قصهٔ مجنون چه دانی صدق و کذبش را | بغفلت چون جنون ما است شرح قصه‌ها کن
تمنای محال است آرزوی وصل او ای دل | ولیکن من نمی‌گویم که ترک این تمنا کن
دهان یار من هم هست، هم نیست ای خرد بیشک | ترا مشکلکش گویند حل این معما کن

در اشک تو همچون نقطهٔ رمل است ای عرفی
اگر رمالی آن دزدی که دل برد است پیدا کن

بر بیدلی گذر ز پی بسملش مکن | در می کنی حذر ز فغان دلش مکن
خواهد دلم که جا بخم زلف تو کند | جالیش بده وگرنه بخود مایلش مکن
جان دادمت که بوسه دهی و نه دادیم | حقی که بر تو هست مرا باطلش مکن
تاراج عقل و دین عمل ترک چشم تست | جز درد یار اهل وفا عاملش مکن
ای عشق هر بلا که ز بالای او رسد | جز در حریم جان و دلم منزلش مکن
صد بحر معنی از دل عاشق روان بس | واعظ ز ذا لعبه رنت آب و گلش مکن

عرفی چه نالی از غم جانان که این بلا
آسان شود به دادن جان مشکلش مکن

روی نیازم بر درت ای کعبهٔ مقصود من | اما غباری بر درت از روی گرد آلود من
آئینهٔ مقصود را زنگ از غبار هستیم | نابودن من در جهان بهتر از این بود من
از سینهٔ پر آتشم دودی بر آمد تا فلک | از بهر باران بلا ابر سیه شد دود من
روی عبادت دارم از بهر خدا سوی بتی | باشد ز حسن این عمل راضی شود معبود من
سودای خوبان در سرم سودم جنون عاشقی | سودم زیانت ای خرد یعنی زیانت سود من
مقبول واعظ زاهدان مردود او دردی کشان | مردود او مقبول من مقبول او مردود من
از مطلع امید من شد ماه روی جلوه گر | نور سعادت ظاهر است از طالع مسعود من
گر سر بپای او نهم در جان براه او دهم | خشنودگی گردد ز من دلدار ناخشنود من

مقصود من دیدار او مقصد در دیدار او
عرفی تغافل کار او از مقصد و مقصود من

چشمت زده راه حق پرستان | زلف تو سواد کافرستان

نازی بکن و ببر دل و دین — یعنی که یکی بده دو بستان
در خنده که غنچهٔ گل رود باز — گر غنچه زنی بطرف بستان
ای تازه بهار روضهٔ قدس — خرم بهوای تو گلستان
دادم بدو چشم مست تو دل — ترسم شکنند شیشهٔ مستان
پیر خردم بمکتب عشق — افتاده چو طفلک دبستان

عرفی روشت به می پرستی
خوشتر ز طریق خودپرستان

درد است بر دل ماست نهان از تو چه پنهان — از درد نهانیم بجان از تو چه پنهان
آری و بلی گفت زبان پند کسان را — اما نه ز دل گفت زبان از تو چه پنهان
دزدی که درآمد بدل و جوهر جان برد — داریم بچشم تو گمان از تو چه پنهان
چاک جگرم خلق بدانند که از کیست — از تیغ تو ام هست نشان از تو چه پنهان
محرم بجهان نیست رفیقی و غمت را — پنهان کنم از اهل جهان از تو چه پنهان
کس نیست که داند سبب گریهٔ ما را — از شوق تو ایم اشک فشان از تو چه پنهان
هر کس بجهان قبلهٔ خود کرده بتی را — من جز تو نخواهم ز بتان از تو چه پنهان
بگداخت ز نوشیدن عشقت جگر ما — سری است که گفتن نتوان از تو چه پنهان
خون کرده دلم را غم پنهان و جز این نیست — خونی که شد از دیده روان از تو چه پنهان
یک بوسه مرادم ز لب تست که خواهم — از مرگ بدین حیله امان از تو چه پنهان

گفتی ز سر ناز که از کیست فغانت
عرفی ز تو آمد بفغان از تو چه پنهان

طریق بیدلان پیوسته یاد دلربا کردن — ولی آئین او از دردمندان یاد نا کردن
فراق دوست بر جان آتشش جفائی کرد — که نتواند کسی بر دشمنان هم این جفا کردن
امید وصل یار خویش نتوان داشت از گردون — چو کار اوست یاران را ز یکدیگر جدا کردن
وفاداران خود را تا بکی خواهی فرامش کرد — مه من نیست عیبی یاد ارباب وفا کردن
بعرفی آنکه بیرحمی است در دین بتان واجب — نتوان یک واجبی را بلکه فرضی را قضا کردن
حیاتی تازه‌ام بخشید آب تیغ خونریزت — عجب حقی از او دارم که نتوانم ادا کردن

بسا آن مظهر نور خدا کی روی بنماید
که کارش نیست صرفی کاری از بهر خدا کردن

کشا چشم ترحم بر من بیدل نگاهی کن
اگر پیوسته نتوان کرد باری گاه گاهی کن

ره بیرون شدن از سینهٔ من نیست غمها را
تیغ غمزهٔ خود سینه ام بشگاف و راهی کن

بود دستور شاهان جهان قتل گنهگاران
تو برکش تیغ ناز و قتل چون من بیگناهی کن

توئی سلطان عالم بندهٔ تو پادشاهانند
بیا و ناز بر هر بنده و با پادشاهی کن

بخاک راه خود روی نیاز نازنینان بین
کلاه ناز کج نه ناز بر هر کج کلاهی کن

شدی مست می عشق و فتادی در زنخدانش
که گفت ای دل که در مستی گذر بر طرف چاهی کن

اگر صرفی رقیبان منکر سوز دلت باشند
بیک دم روسیاه ایشان را از دود آهی کن

در مجلسی کاغذ سخن از نازکیهای بتان
جز وصف آن نازک میان نبود حدیثی در میان

این طرفه کان کان نمک از خنده شکر ریخته
وین طرفه تر کز شکرش شوری فتاده در جهان

گر در هوای قامتت جنبد نسیمی در چمن
سرو بیک جا مانده اش از جای خود گردد روان

گر نام آتش بر زبان گیری نخواهی سوختن
زینسان که در تحریر آن کلکم شود آتش فشان

ناخورده شکر کی شود شیرین ز یادش کام جان
اما ز یاد لعل او شیرین مرا گردد دهان

کاغذ چسان تاب آورد تحریر شور شوق را
تاثیر عشق او ببین کز نام او سوزد زبان

بگذر ز پیران صرفیا بگزین جوانان را که نیست
از عقل پیرت حاصلی گر نبودت بخت جوان

چاره جز مردن ندارم گر رود جانان من
چون نتواند زنده ماندن گر نماند جان من

هر زمان آیم به تقریبی گدائی بر درش
تا مگر گیرد بکوی او کسش دامان من

از غم عشقت بحال من همه در حیرت اند
وه که من حیران عشق و دیگران حیران من

خون دل ناچار باید ریختن از دیده ام
ورنه گردد نشتری بر دیده هر مژگان من

آه آتش بار اگر اینست سوز دعا لی
بی وفائی من حذر کن ز آتش سوزان من

گرچه پنهان کرده ام در دل غم عشق ترا
وه که دل هم نیست آگه از غم پنهان من

ناصحم گوید که بیرون کن هوایش را ز دل
چون کنم صرفی که بیرون شد دل از فرمان من

## غزل دیگر

زکوی سرو نازِ خود گذر کردن تواں نتواں
ہوائے قامتش بیروں ز سر کردن تواں نتواں

چناں کاں مست جام حسن دارد خوب استغنا
ز احوال خودش گاہے خبر کردن تواں نتواں

چو آں خورشید عالم تاب از رخ پردہ اندازد
بر رخسارِ وی از حیرت نظر کردن تواں نتواں

من بے صبر و ساماں یک دلم با او نہ او با من
ولے با او دل خود را دگر کردن تواں نتواں

چو بگشاید خدنگ غمزہ آں ترک کماں ابرو
بغیر از سینۂ خویشش سپر کردن تواں نتواں

رقیباں گرچہ ما را از سر کویش جدا کردند
ولے ز انجا دل ما را بدر کردن تواں نتواں

نہ دانم چوں گریزم از خدنگ غمزہ اش صرفی
کہ از تیر اجل ہرگز حذر کردن تواں نتواں

اگر سازم ترا از مردماں در چشم تر پنہاں
دو چشم نیز خواہند از رشک یکدگر پنہاں

نمیدانم چہ سحر است اینکہ ہمچوں مردم چشمم
بچشم من گرفتی جا و گشتی از نظر پنہاں

دلا چوں غنچہ خوں بستہ ام در سینہ پنہاں سینے
کہ پیکان خدنگ تست در خون جگر پنہاں

خدا را تلخ کامی ہای من مپسند جانِ من
چو داری در دہان تنگ صد تنگ شکر پنہاں

زر رخسار و سیم اشک ظاہر ما گدایاں را
طریق مالداراں اینکہ باشد سیم و زر پنہاں

بدل عشقت نہاں لیکن ز چشم خوں فشاں ظاہر
نہ دارم غیر ازیں کارے اگر پیدا دگر پنہاں

مکن ظاہر غم عشق بتاں را بلکہ ای صرفی
بسے خوشتر بود ہر چیز را باشد بیشتر پنہاں

با ہر کہ غیر ماست وفا میکنی مکن
با ما ہمیشہ جور و جفا میکنی مکن

ای ترک شوخ جور و جفا میکشی مکش
آہنگ قتل اہل وفا میکنی مکن

ہر دم بجانب دگراں میروی مرو
ہر لحظہ قطع یاری ما میکنی مکن

رہ سوے خود رقیب مرا میدہی مدہ
بیروں ز کوی خویش مرا میکنی مکن

داغ فراق بر دل ما مے نہی منہ
عشاق را ز خویش جدا میکنی مکن

ہر دم گرہ بہ زلف دوتا میزنی مزن
ما را اسیر دام بلا میکنی مکن

از صرفی شکستہ جدا مے شوی مشو
سلطان من جفا بہ گدا مے کنی مکن

## غزلِ دیگر

مردم ز غمِ ہجر و ترا نیست غمِ من
پیشِ تو مساویست وجود و عدمِ من

ہر کس دو سہ روزے قدمے چند زد اما
در راہِ غمت نیست کسے بر قدمِ من

تا ہمدمِ من یادِ لبت آمدہ پیداست
خاصیتِ انفاسِ مسیحا ز دمِ من

عشاقِ جہاں جملہ چہ فرہاد و چہ مجنوں
در ملکِ جنوں شد بزیرِ علمِ من

مجنوں لقبِ قیس ز لیلے بجہانست
یعقوب ازاں یوسفِ ثانی علمِ من

صرفی قلمم زد رقم اوصافِ جمالش
شد ملکِ محبت ہمہ زیرِ قلمِ من

گر نہ در ملکِ وفا آمد جنونم رہنموں
چوں طلب کردم ز زلفِ یار زنجیرِ جنوں

گر شوم پیر از دلم میلِ جواناں چوں رود
بلکہ میگویند گردد حرص در پیری فزوں

ساغرِ عیشش ولیکن ساغرِ جورش بلے
وہ چہ سازم چوں کنم کافتادہ ایں ساغر نگوں

چند میگوئید یاراں چونی و حالِ تو چیست
حالتے دارم کہ نتواں گفتن آں را چند و چوں

آں جفا جو بر من آخر مہرباں ناچار شد
چوں سپاہِ جورِ او کرد صبرِ ما زبوں

ہر یکے از غمزہ و ناز و عتابت جانستاں
اے بقتلِ دردمنداں محبت ذو فنوں

در گمان آں کہ کشتی غیر را از رشکِ من
چوں نشانے دید بر شمشیرِ تو صرفی ز خوں

امشب اگر با یک دگر بنشینم ای سیمتن
تو لب بدہ من جاں دہم چیزے ز تو چیزے ز من

شیریں کلامے چوں لبش گو تا سخن گوید باو
غیرِ لبِ او با لبش گو آنکہ زیبد ہم سخن

تن زندہ از جانست و جاں دارد ز عشقت زندگی
معنی بود در جانِ من عشقِ تو چوں جاں در بدن

از غمزہ او ریزہ چوں الماس در جانم فتد
ہر سو نگہ در جلوہ گر آں شوخ چشمِ غمزہ زن

در جلوہ گاہش ہر طرف دلہا و جانہا بستہ صف
چشمش فتادہ درمیاں مانندِ ترکِ صف شکن

چوں در خمِ زلفت دلم رفت از حریمِ سینہ ام
مشکل کہ دیگر جانِ من یاد آیدِ او را از وطن

پیراہنت گر پارہ شد صرفی مکن تدبیرِ آں
چوں تیغِ نازِ ترکِ من دیدی مہیا کن کفن

پیش از آں دم کہ پدید آمدہ از بادہ نشاں
خاطرِ بادہ کشاں بود سوی بادہ کشاں

جام می گشت مرا آئینه برخسارے — کلکتا آئینه را و عارض خورشید دشان
باده کز دو جهانم برهاند ساقی — که چشیدی تو مرا نیز خدا را بچشان
مردم و خاک شدم در هوس آن باده — جرعه زان مئی جان بخش بر این خاک فشان
تشنه را تشنگی افزاید ازین باده ناب — لیس یروی ابداً شاربها یا عطشان
ای دل از درد کشان باش و مده خواهی بزن — دست در دامن این طائفهٔ عالی شان
خرم آن باده کشانے که دمے ایساقی — ساغر لعل لب است بکام دل شان
بے مئی لعل لبت آتش دل ننشیند — اے تو در مجلس رندان بنشین و بنشان

صرفیا تا شده معتکف میخانه
غیر ازین نیست بشارت که ترا نیست نشان

بتے بعشوه در آمد چه طرفه عشوه گراست این — بحیرتم که پری یا فرشته یا بشر است این
رسید آن پسر نازنین و مادر ایام — بحیرت است که یارب چه نازنین پسر است این
اگر در آئینه دل به بینمت عجبی نیست — که از صفای دل و روشنایی نظر است این
مرا زهر دو جهان ساخت درد عشق تو فارغ — خوشم بعالم عشقت که عالم دگر است این
به پند تو چو هوائیش سرخے رود ز سر من — برو برای خدا پند گو چه درد سر است این
چو شمع سرمکش و الحذر ز شعلهٔ آهم — بگوی دود دلم را که خالی از اثر است این

ستم شکن لبش ای صرفی از سخن بترقیب است
چه شکرے که بکامم ز زهر تلخ تر است این

اگر دل ریشے از پیش کسان از صبر مرهم کن — مرنج از دوستان و دوستی با دشمنانم کن
ز دست دوستی گر بر تو آید سنگ بیدادی — اساس دوستداری را تو با آن سنگ محکم کن
اگر جز جور و بیدادت نخواهد کس درین عالم — طریق شکر پیش آر و شکایت از کسے کم کن
اگر چون خاک پامالت کند یاری مرنج از وے — ز خاک پایے او را تو بینائے چشم پُرنم کن
اگر خواهی که باشد صورت تو دال بر معنے — قدت همچون الف را بهر تعظیم کسان خم کن
اگر اجزای معجون محبت آرزو داری — وفا و صدق و اخلاص و محبت را بهم ضم کن

بزاری رام باید کرد صرفی اهل عالم را
ورنه زوری است بیرون اهل عالم را ز عالم کن

## غزل دیگر

سرمۂ چشم خود مکش گوشۂ زلف پر شکن
آہوی چین خجل بکن قیمت مشک تر شکن

مست برآ و در شکن بزم نشاط بے غمان
بر سر شیشۂ فلک ساغر ماہ و خور شکن

عہد وفا بسے بمن کردۂ و شکستۂ
باز کن ار شود ترا میل جفا دگر شکن

دلبر نوش خند من مے شکند لبت شکر
طرفہ بر جراحتم زن نمک آن شکر شکن

کار مرا عجب مدان گر گرہ است در گرہ
طرۂ پر ز خم ترا چون شکن است در شکن

طرفہ کہ دیدۂ مرا طاقت بر است
کامدہ کوہ طور را شعشعۂ آتش کمر شکن

صرفی اگر گل وفا نیست بگلشن رخش
خار جفاش را بہ دل جا کن و در کمر شکن

گرچہ دانم کہ بوصل تو رسیدن نتوان
لیکن از راہ طلب پای کشیدن نتوان

گوئیا شعشعۂ حسن نقاب رخ تست
کہ شود دیدہ ازان خیرہ و دیدن نتوان

رشتہ بجان مرا قطع توان کرد ز جا
از سر زلف تو پیوند بریدن نتوان

کی توان وصف تو از غیر شنود از غیرت
بلکہ نام تو ز لب خویش شنیدن نتوان

آن چنان زار و ضعیفم کہ دم قتلم اگر
نیم بسمل کنی از ضعف طپیدن نتوان

جام جام از می وصل تو چسان دید
جرعۂ را کہ ازین بادہ چشیدن نتوان

آہ ازین غصہ کہ چون غنچہ ازان گل صرفی
سینہ صد چاک شد و جامہ دریدن نتوان

گر نمے سازم ز آب چشم خود تر پیرہن
سوزد از سوز درون من سراسر پیرہن

بہر گشت گل ترا امیدی بہ بستان سرو من
گل نمے گنجد ز خوشحالی ازان در پیرہن

مے نماید مست من چون برگہای گل بر آب
قطرہ ہای بادۂ گلگون ترا در پیرہن

جامۂ جانم ز غیرت شد سراسر چاک چاک
چون تن پاک ترا بگرفت در بر پیرہن

گر بدوزی ہمچنین چاک گریبانم چہ سود
دارد از ہر جانبے صد چاک دیگر پیرہن

تا نسیم آورد ازان گل پیرہن بوئے ز باغ
شاہد گلہا دارد از بویش معطر پیرہن

بر تنش پیراہنے از رشتۂ جانہا خوش است
ورنہ است صرفی اسخے زیبد بہ او ہر پیرہن

## غزل دیگر

دلبران غمخوار عشاق‌اند اما یار من
اندکی هم نیست آگه از غم بسیار من

دل به او دادم به امیدی که دلداری کند
وه ندانستم که گردد جانستان دلدار من

چشم خواب آلود مردم را ز دیدارش چه حظ
لایق دیدارش آمد دیدهٔ بیدار من

غیر می‌خواهد وفا و من جفایت می‌کشم
یعنی آمد با تو کار غیر غیر کار من

هم چنین گر گفتهٔ اغیار گوش تو پر است
کی تواند جای کردن ناله‌های زار من

این چنین کافتاده‌ام صرفی به کنج بیکسی
گر ز غم میرم نخواهد شد کسی غمخوار من

کی توانم من جدا از روی جانان زیستن
ور زیم بی او ز مردن بدتر است آن زیستن

عشق می‌گوید که جان با دوست دادن زندگیست
عقل می‌داند که ممکن نیست بیجان زیستن

گر ترا گویند بی او زنده‌ام باور مکن
بر اسیر محنت هجر است بهتان زیستن

تن بجان دارد حیات اما حیات جان تن است
پس تو خود فرما که دارد بی تو امکان زیستن

کشتگان تو حیات جاودانی یافتند
آب تیغت بر شهیدان کرد آسان زیستن

گرچه وصلش مشکل است اما نیم نومید از آن
جز به این امید نتوانم به هجران زیستن

تو گمان زیستن داری شب هجران ولی
من مجرب دارم ای صرفی که نتوان زیستن

در غمش جان دادم و در جانم آن غم هم چنان
دل ز دردش خون شد و آن درد همدم همچنان

جان فراقش برد و تن شد خاک و سر بر باد رفت
دل پر از غم سینه پر خون دیده پرنم همچنان

فی المثل گر راست خواهد گشت چرخ کوژپشت
پشت من باشد ز بار فرقتش خم همچنان

در ازل منزل بجان من غم عشقت گرفت
تا ابد جان من و عشق تو باشم همچنان

در گمانم گر رقیب آخر دلت خواهد گرفت
وه که من محرومم آن بیدرد محرم همچنان

موجب الزام افلاطون جنون عشق بود
رفت از دنیا و در گور است ملزم همچنان

رتبهٔ عشق است ای صرفی که قیس عامری
مرده است و زنده نام او بعالم همچنان

یار بی‌رحم است و کار عشق دشوار اینچنین
چون کنم بار آن چنان افتاده و کار اینچنین

من سمندر طبع و گردد کابه ام آتشکده — گر بود آه من بیدل شکربار انگبین

آرزو دارم که قتل من بدست خود کنی — چون ز پا افگندیم از دست مگذار انگبین

صد خدنگ کین نهان در بزمگاه لطف تست — جان ز زهر من از آن تیر است افگار انگبین

شب چو همدم با سگ کویت شدم فریاد کرد — من نه دانستم که آید از منش عار انگبین

بر سر ما از ره کین گر رقیب آمد چه غم — بر سر اهل وفا بگذشت بسیار انگبین

بار هستی صرفی از سر نه که در راه طلب
می توان زهرش اگر باشی شکربار انگبین

چو دیدم باده گفتم آن لب چون لعل نابست این — سرابی را که بینی تشنه پندارد که آبست این

به گرد کوی تو سرگشته دیدم بی سر و پایی — ز غیرت سوختم دانستم آخر کافتابست این

بت میخواره من قتل تو اهل محبت را — غرور حسن می خواهد نه تاثیر شرابست این

من بیدل که مژگانهای خود را می نهم بر هم — ز غیر دوست چشم خویش می پوشم نه خوابست این

دی مهری به قتلم آمدی و مضطرب گشتی — مبادا مهربان گردی از آنم اضطرابست این

ز دردم گفت دل حرفی و خلقی را جگر خون شد — به صورت گر چه یک حرف است معنی صد کتابست این

سوال یک نگاهست کرد صرفی و زدی تیغش
سوال این چنین گستاخ را آری جوابست این

با من نفسی باش خدا را که بس است این — عمر ابدست ار چه ترا یک نفس است این

عاشق که بجز بوسه ز لبت کام دل خود — عاشق نتوان گفت که صاحب هوس است این

شیرین شده زهر اجل از یاد تو ما را — از نخل خیالت رطب تازه رس است این

مخصوص من آمد جور کن از لطف تو عام است — از لطف عجبم تو مرا ملتمس است این

از نوع بشر کس بکمالش نتوان یافت — حور است و فرشته است ندانم چه کس است این

خورشید جهانگیر کند پیروی ما — در راه طلب ناقهٔ ما را جرس است این

ما را جوانان داد دمی صرفی از آن تیغ
هر دم که برآریم دمی باز بس است این

ای دل از قدش چگویم فتنهٔ برپاست این — سرکشی زان فتنه چون از عالم بالاست این

از غبار خط جانان در هوا گرد بلاست — چون به گرد عارضش بنشست آن برخاست این

فرقت و زور دل محنت کشم را بنگرید
صد سپاه محنت از هر جانب و تنها ست این

پست همت نیستم تا سر ز راه او کشم
گر براهش سر کشم از همت والا ست این

دیده سودای جنونم دیده بهر خوردنم
خون دل داده است و گفتا شربت سودا ست این

نیم حرفی گفتمش آهسته از اندوه خود
از غضب فرمود خامش شو چه غوغا ست این

اوست مستغنی و من محتاج او اما بناز
از تمسخر گو بدیم صرفی چه استغنا ست این

جفا آئین بتی یعنی نگاری بی وفائی من
وفادار دیگران جور از برای من

نهان دردی درون سینه من داشت دلدارم
نمی داند کسی درد مرا غیر از خدای من

اگر داری سر قتلم ز تیغت بر ندارم سر
دلی دیگر نمی یابی وفاداری بجای من

ز چشم اشکبار خویش مجنونم که در کویت
ز آب دیده ام در گل فرو ماندست پای من

برای دیگران رحمتی از غمها بالا
دلی گر دیده بالای بلند تو بلای من

طبیب من مزاج تو اگر محتاج درمان نیست
چرا هیچ پی درمان درد بی دوای من

بحلق خویش خواهم آب تیغت در دعا صرفی
دعا گویم که یارب مستجاب افتد دعای من

چون کسی را من ناشاد ببینم غمگین
میرم از غم که مباد از غم تست چنین

هر که آهی کشد افتد بدلم آتش از آن
که مگر آه وی است از غم و او از تو غمین

جای در دیده من سازی و گریم ز حسد
که چرا مردمک دیده بود با تو قرین

یار غیری مشو اما نتوانم گفتن
که بهم خانگی خود چو منی را بگزین

من کیم در چه شمارم طمع آن چکنم
که فتد سایه سرو تو بر این خاک نشین

محو گشتم من و یکسان بودم لطف و ستم
نه دلم شاد از آنست و نه غمناک ازین

من چگویم که ببین جانب صرفی یکره
اوست خاک ره تو خواه ببین خواه مبین

خط تو سنبل و ریحان رخ تو گل خندان
رخ تو گل خندان خط تو سنبل و ریحان

لب تو چشمه حیوان دم تو معجزه عیسی
دم تو معجزه عیسی لب تو چشمه حیوان

دل تو خرم و شادان غم تو مونس دلها
غم تو مونس دلها دل تو خرم و شادان

رخ تو قبلۂ رنداں در تو کعبۂ حاجت
در تو کعبۂ حاجت رخ تو قبلۂ رنداں

قد تو طوبی رضوان در تو روضۂ اعلیٰ
در تو روضۂ اعلیٰ قد تو طوبی رضواں

رخِ تو چوں مہِ تاباں خط تو چوں شب یلدا
خط تو چوں شب یلدا رخ تو چوں مہ تاباں

سگِ تو صرفی نالاں غم تو باعث نالہ
غم تو باعث نالہ سگ تو صرفی نالاں

بصورت تو مصور نمود معنی حسن
تو ہی کہ نیست شریکے ترا بدعوی حسن

ہنوز طفل نو آموز یوسف مصری است
بمکتب سبقش نیست جز الف بے حسن

ہمیشہ حسن طلب گار عشق در دو جہاں
مدام عشق بکو نیں در تمنی حسن

بروں ز پردہ کنم عدم بملک وجود
بہم برادہ مجنوں عشق و لیلے حسن

ہزار وامق و مجنون و کوہ کن باید
کنوں کہ ہست فراواں میعاد و سلمی حسن

اگر مشاہدہ حسن آرزو داری
دلا ز آئینہ رویاں ببیں تجلی حسن

بحسن معنی ازاں صورت نکو برسد
چو صرفی آنکہ برد پی بہ کنہ معنی حسن

اے لب تو آب حیوانِ جہاں
ہم جہانِ جاں تو ہم جانِ جہاں

باغبانِ دہر را نبود گلے
چوں رخ تو در گلستانِ جہاں

تو بہارِ حسنی و از روی تست
سبز و خورم باغ و بستانِ جہاں

ہیچگہ پیدا نشد ای کان حسن
چوں لب تو لعلے از کانِ جہاں

در جہاں ہر سو زِ خوباں خیل خیل
دلبر من شاہ خوبانِ جہاں

تا کہ گشتم بندۂ معشوق و عشق
کرد آزادم ز زندانِ جہاں

قطع پیوند از جہاں کن صرفیا
تا بدانی سرِ پنہانِ جہاں

اگر می کشد شیخ خلوت گزیں
عسی آن یکون من الصالحین

غم او چنانست امانت بہ دل
نہد دست بر سینہ ام ہمنشیں

بسوزد ز سوز دل من سے اگر
کہ آگہ از آں نیست روح الامین

بجاں میکشم جور و جساں مبدہم
نہ گوید آں سنگدل آفریں

مرا از غم هجر محنت فزا　　چو زیر زمین است روی زمین
دلم پاره پاره ز تیغت به تن　　ببین باطنم را و ظاهر مبین
چسان عرفی احوال خود گوید
چو دم میزند میکشی تیغ کین

ز دل چو برکشد آن شوخ دلستان پیکان　　کنیم ناله چو نی از فراق آن پیکان
چو تیر غمزه زد آن نازنین بسینهٔ من　　به دل ز سینه گذشت و ز دل بجان پیکان
چو دل نشان خدنگت شد و شکست خدنگ　　هزار شکر که ماند است در نشان پیکان
به دل چو تیر تو آمد نشستم تو از آن شد　　که داد قوت این جسم ناتوان پیکان
به استخوان چو رسیده خدنگ دلدوزت　　درون در آمده چون مغز استخوان پیکان
دل مرا ز تو سوراخ و میکنی باور　　بشرح حالم همه شود زبان پیکان
مگر نه آب حیات است آب پیکانش
که داده از اجلم عرفیا امان پیکان

گر هوای حال داری ترک قیل و قال کن　　همتی در یوزه از رندان صاحب حال کن
هر چه آید بر تو از دوران بدان خورسند باش　　گر اجل آید بسر وقت تو استقبال کن
گیرم از عمر تو هر ماهی شود سالی چه سود　　رو بسوی عالم بیرون ز ماه و سال کن
طی نگردد راه هجر از گام ابلا ابل تو　　قطع این وادی به زور جام مالامال کن
گر توانی بهره گیر از دل سخت بتان　　باز همت را از آن دل آهنین چنگال کن
در ره فقر از سر همت قدم مردانه نه　　تاج و تخت پادشاهان را همه پامال کن
چون غرض درد آمد است از غصهٔ هجران چه غم　　ای غم اهل عشق را از غصه فارغ بال کن
دولت دنیا و اقبالش چو سویت رو کند　　پشت همت جانب آن دولت و اقبال کن
سوز و درد خسرو از شعر تو خواهم عرفیا
من نمی گویم چو جامی وصف خط و خال کن

بسکه هستم در خیالت هر که بیند سوی من　　پرتو رخسار تو افتد بر او از روی من
بسکه پیوسته به زلفت رشتهٔ جان مو بمو　　بوی زلف عنبرینت ظاهر است از بوی من
بس که میجویم ترا و بس که خوبت نازک است　　ترسم افتد خوی تو بر عکس جست و جوی من

بس که پیوستم بتو ترسم که تأثیرت کند
ناوکی کانداختی بر من کمان ابروی من

بس که چشمم بر خیال تست راه اشک بست
میرود خون جگر راه مشام بوی من

بس که بر زانو نهادم رو به فکر حال خود
صرفی از نوک مژه سوراخ شد زانوی من

مانده در فکر طرب بر روی زانو روی من
صورت غم ظاهر از آیینهٔ زانوی من

سوختم در مجمر عشق تو چون عود و بسوخت
هر که باد آورد سویش شمهٔ از بوی من

چون مرا دیده است در نظارهٔ نرگس بباغ
گفت با یاری شرم دار از نرگس جادوی من

گرد راهت را ز رویم شست آب دیده ام
اشک غماز من آخر ریخت آب روی من

حرف میزد یار با اغیار و پنهان سوی از او
بود از یک گوشهٔ چشمش نظرها سوی من

تا نیابم جذبهٔ از جانب دلدار خود
صرفیا بی حاصل افتادست جست و جوی من

گر نه بهر کشتن عشاق یار آمد برون
بر کشیده تیغ از بهر چکار آمد برون

شب همه شب باده خورد و صبحدم مخمور بود
باز چندان زد صبوحی کز خمار آمد برون

سرو نتوانست استقبال عذرش ظاهر است
چون بعزم بوستان آن گلعذار آمد برون

شیر جان در ملک تن از ضعف بس دشوار بود
با چنین ضعفی چسان این جان زار آمد برون

آفتاب از اضطراب افتاد از چنگ فلک
جانب میدان چو آن چابک سوار آمد برون

بر دل من آمد آن تیری که بر نخچیر زد
شهسوار من چو از بهر شکار آمد برون

گلبن امید پروردم بآب چشم خود
گل نه داد آن گلبن صرفی و خار آمد برون

## حرف الواو

گفته ام با چشم چو گوی سر گشته در چوگان او
شهسوار من شنید و گفت خندان باش گو

دل بزلفش رشته جان بست و انجا یافت راه
واقف طرارش زین ره گذر شد مو بمو

عشقبازی را که زلفت جانب خود میکشد
هر رگی جانست او را ریسمانی در گلو

حال خود خواہم بآن آئینہ رو گفتن ولے
کی توانم زد نفس آن دم کہ گردم رو برو

حاجت عشاق ازان نبود شہید عشق را
کاب بر تیغ قاتل او کرده او را شستشو

چون توانم لذت جور و جفایش ہم گرفت
گر بود بدخو چرا خواہم ز خوے نکو

جست و جویش مے کنی عرفی مگر نشنیده
کاندرین ره گفته اند اوّل بیاب آنگہ بجو

شب است زلف سیاہے کہ ہست بر رخ او
ولے شبی است کہ با روز مے زند پہلو

ز بسکہ پر ز خیال لب تو ام ہمہ تن
ہزار چشمۂ خضرم بود بہر بن مو

چو دل بسجده تو خو کرده لطف کم بینیم
ہزار پاره شود یارب این دل بدخو

اگر بپرسدم آن غمزه زن ز درد درون
اشارتے کندم غمزه اش کہ ہیچ مگو

بناز ابروی خود ترک من شکستن یکے
شکست صد دل ازان یک شکستن ابرو

شب وصال خوش است لعل خوش گویش
عجب کہ تشنہ دل افتاده ام بر لب جو

بعینے کہ برده ام عرفیا ز خوے بدش
چہ گویم تو کہ من مے شناسمش نیکو

چون کند خنده شیرین لب شکرشکن تو
زان شکر خنده شود بستہ قند دہن تو

مست جام لب لعل تو چنان گشتہ دل من
کہ ز خود رفتہ و افتاده بچاه ذقن تو

در چنان تنگی و تاریکیست احوال چنانست
تا شده در گره طره اش اے دل وطن تو

از تو دل ریشم و این طرفہ کہ ریش دل من
نمک از خنده فشاند لب شیرین سخن تو

تنت از بسکہ لطیف است مرا ہیچ عجبی نیست
کہ کند جوہر جان کسب لطافت ز تن تو

باغ خوبی ہمہ آراستہ شد ای گل نورس
سنبل تو چو دمید است ز برگ سمن تو

عرفیا گر کند آن کافر بیباک شہیدت
بس بود پیرہن خرقہ بخونت کفن تو

خواہد کہ برد جان من تکلم دہن تو
دانستہ ام آن را ز ادائے سخن تو

چون شربت مرگ آب حیاتم بدہان است
دور از لبت اے چشمہ حیوان دہن تو

در طره تو صد شکن و خستہ دلان را
در ہر رگ جان صد شکن از ہر شکن تو

اے یار دبر نخل قدت نہ فتنہ و آفت
امید بہی نیست ز سیب ذقن تو

ای گل چه کنی پاره دلم گر جز او نیست
مرغی که بود نغمه سرای چمن تو

ای دم ز تنجر زده هر گه که بمیری
در راه عدم یار تو باشد کفن تو

باید که غمم یار خود از جان تو صرفی
هرگز نرود گرچه رود جان ز تن تو

تا بمسجد آمدی ای قبلهٔ من روی تو
پشت محراب است سوی قبله و رو سوی تو

دل که از درد و غم جا نگاه من بگریخته
غالباً پنهان شده در گوشهٔ ابروی تو

ماه من از فخر پهلو میزنم با آفتاب
گر ز ما بینی جا توانم یافت در پهلوی تو

فتنه شد قایم و خلق جهان در حیرت اند
راست میگوییم که هست آن قامت دلجوی تو

می بری هر لحظه جان بیدلی گویا ترا
خو بجان بردن شد ای جانم فدای خوی تو

دولت وصلت نمی یابم ولی میجویمت
دولتم این بس که می باشم بجستجوی تو

کرد صرفی نسبت روی تو با خورشید و ماه
وه ندانم چون کنم شرمنده ام در روی تو

ماه من خوی تو هم نیکوست همچون روی تو
بندهٔ روی تو گردم یا غلام خوی تو

روز و شب در گوشهٔ محراب زاری و دعا
می کنم در آرزوی گوشهٔ ابروی تو

از چه رو کردی سیه مانند شب روز مرا
عالمی چون روشن است از آفتاب روی تو

ای که همچون مه قراری نیست در یک منزلت
گشته ام سرگشته در عالم بجست و جوی تو

مهر تو در گردنم طوق وفا انداخته
تا باین تقریب باشم با سگان کوی تو

هندوی خالت دلم را غارت ترکانه کرد
ای کشیده خیل ترکان غارت هندوی تو

روی قومی نیست سوی قبله از کفر و دین
روی دل از قبله بر تاب آور د صرفی سوی تو

نخل بلا سرو خرما مائلی تو
میوهٔ جان سیب زنخدان تو

خود تو بفرما که چه فرمائیم
چون دل من هست بفرمان تو

خسته دلان را گل باغ طرب
رو زند از غنچهٔ پیکان تو

ای که بود مصحف خوبی نخست
آیت حسن آمده در شان تو

چون ز جفای تو گریزم که هست
تیر قضا ناوک مژگان تو

گوهر مقصود نباید بدست گر نه دهد لعل درافشان تو
تو بفغان شب همه شب صرفیا خلق بفریاد ز افغان تو

خواهم که از روی نیاز افتم دمی بر پای او — گه بر سر من پا نهد گه سر نهم بر پای او
خواهم بآب دیده شست آن پای اما چون کنم — کز چشمهٔ خورشید خورشیدم بر نشد برگز پائے او
لاف صفا زد نقره در جامی و شد زان فن خجل — در صورت خلخال از آن افتاد اندر پائے او
چندان براهش ریختم گوهر ز چشم درفشان — کز اشک من دارد گذر بر در و گوهر پائے او
خواهند پامالش سر خود راستهان تاجور — یعنی بود بالائے سر خوشتر ز افسر پائے او
گر عاشقی بے پا و سر باید بکوئے او گذر — دیگر کجا آید بدر از کوے دلبر پائے او
گی بر سر صرفی نهی پا از سر لطف و کرم
در راه حبت وجوی تو تا گشته از سر پای او

نه همیشه گلهٔ من بود از ماه از تو — گه ز چرخ است و گه از بخت خود و گاه از تو
چند که نازکی غمزه پئے بردن دل — خواه از من بود این قطرهٔ خون خواه از تو
خواهد آزار من ایام و فلک تیر و ترهم — داد از ایام و فغان از فلک و آه از تو
بر من این طعنه بسیار روا کی دارد — هر که باشد همه من اندکے آگاه از تو
دیده ام نور خدا از آئینهٔ رخسارت — شکر لله بخدا یافته ام راه از تو
نالش دم بدم کاسته جان را و هنوز — مے کشم هر نفسے نالهٔ جانکاه از تو
آرزو هست که کند یاد تو آن ماه صرفی
تو گدائی و کجا یاد کند شاه از تو

غنچه دامنش دهان تنگ تو گفتار کو — سرو را چون قامت رعنای تو رفتار کو
گفته بودی روی خود بنما بهت گر جان دهم — جان همین دم میدهم آن وعدهٔ دیدار کو
گر ترا دردیست از عشق بتان ای مدعی — ناله های دردناک و گریه های زار کو
جام مل در پای گل از دست یادم آرزوست — مے توان هر جا گل و مل یافت اما یار کو
باغبانا جانب سروم مخوان و سوی گل — با گل و سروم چه کار آن سرو گل رخسار کو
من غمت خواهم نه عیشش اما غمت بے عیش نیست — در گلستان جهان آرے گلے بے خار کو
گفتم صرفی که دلداری کند دلبر ترا — دلربا دیدم بسے بنما که یک دلدار کو

## غزل دیگر

روز پندارم که شب بینم رخ نیکوی او
شب گمان دارم که روز افتد نظر بر روی او

نی شب از وصلش توانم بهره ور گشتن نه روز
گرچه روز و شب نیم فارغ ز جست و جوی او

شب نهم بر آستان او سر خود تا به روز
روز تا شب نیست کارم جز طواف کوی او

روز می باشم پس دیوار از ترس رقیب
شب روم آهسته آهسته که آیم سوی او

روز و شب پهلوی من بر خارهٔ و خار غم است
آن سعادت کو که یابم جای در پهلوی او

در پس زانوی محنت شب همه شب می کنم
آرزوی آنکه باشد روز همزانوی او

روز می بیند رخ خورشید و شب رخسار ماه
صرفی بیدل بیاد عارض نیکوی او

چون تیره روزم از غمت ای آفتاب رو
بر من چو آفتاب بتاب و متاب رو

ایام ساخت چشمهٔ خورشید را روان
چون صبح خواستی که بشوئی بآب رو

ذرات کاینات هوادار مهر او است
با آن که داشته است نهان در نقاب رو

گر بی نقاب جلوه دهی حسن خویش را
ننمود از آفتاب نمود از حجاب رو

در قتل اهل عشق ز مستی شتافتی
قصد نهفته را ننمود از شراب رو

امشب بخواب دیدهٔ بیدارم آرزو است
باشد که دلبرم بنماید بخواب رو

گر آب روی هر دو جهان آرزوی تست
صرفی بنه بخاک در بوتراب رو

دو چشمت هندوان و خال مشکین تو هم هندو
ز هندستان کنون در ملک خوبی هست کم هندو

بهر کیشی و دینی خالبا عشق تو فرض آمد
که شیدای غم تو هم مسلمانست و هم هندو

اگر هندوی چشمت می کشد ما را چه غم دارد
که از قتل مسلمانان نه دارد هیچ غم هندو

نه گوید رام رام ای مطلع نور خدا رویت
رخت را دیده گوید الله الله دمبدم هندو

رقیب روسیه را بر در خود ره مده هرگز
روا نبود که ماند بر در کعبه قدم هندو

به ملک عشق اسیر هندوی خال تو ترکانند
عجب ملکی که بر ترکان کند انجا ستم هندو

اگر آن قبلهٔ جان جانب بتخانه بخرامد
نخواهد سجده کردن صرفیا سوی صنم هندو

## غزل دیگر

دارند طالبان خدا رو بسوی تو — کآیینهٔ خدای نمایست روی تو
ابروی کج خوش است ز خوبان نه خوی کج — کج تر ز ابروی تو فتاده است خوی تو
دشنام تو ستایش من بس بهر دو کون — ای شهد و شکرم ز لب تلخ گوی تو
از رشک بلبلم بفغان زین که هست — بلبل گلشن تو واسطهٔ رنگ و بوی تو
داری اگر بحال فقیران ترحمی — نبود کسی فقیرتر از من به کوی تو
کوته فتاد رشتهٔ عمر من ورنه — می خواهمش بوصله ز یکتا موی تو
بر صلح و جنگ آمده غالب میان خلق — زان در دو چشم فتنه گر جنگجوی تو

عرفی به زیر آب ز چشم خود آن قدر
کان آب روز مرگ کند شستشوی تو

عشاق در خوف و رجا از صلح جنگ آمیز تو — با لب همچون کهربا از لعل رنگ آمیز تو
با بخت خود ای شوخ ز ننگ آشفته و بی نام و ننگ — گه [illegible] دارد گاه جنگ از صلح جنگ آمیز تو
بر لب ترا حرف جفا نسبت به ارباب وفا — مشکل که بخشد کام ما شهد شکرنگ آمیز تو
از ننگ و ناموسم مگو وز من مگو نامی مجو — عجب است و عار ای پندگو ناموس ننگ آمیز تو
ناز تو بهر جان ما دارد خدنگی از بلا — جانها نثار کند سوراخها ناز خدنگ آمیز تو
آیینهٔ دل زاهدا داری پر از زنگ ریا — بی باده کی یابد صفا مرآت زنگ آمیز تو

هرگز نگشت ای دلستان لطفت سوی عرفی روان
بشتافت سوی دیگران لطف و رنگ آمیز تو

غیر از تو در شهرستان کس نیست یار بیدلان — باید رعیت پروری از شهریاری همچو تو
زلفت بر آشفته دلی کارت از آن آشفته تر — عرفی ندیدم در جهان آشفته کاری همچو تو

روان آب حیاتم در تن از تو — تو جانان من و جان من از تو
بباغ حسن آتشناک گلها است — فتاده آتش اندر گلشن از تو
بلند آوازه طور از موسی اما — پر از نور است بام و روزن از تو
تعالی الله زهی سرو قباپوش — که گل زد چاک در پیراهن از تو
ز رویت دیده یابد نور بی چون — خوشا چشمی که گردد روشن از تو

گریبان غنچه‌ساں از من دریدن | چو گل درچیدن از من دامن تو

کمال دوستی در زیده صرفی
فتاد آخر بکام دشمن تو

چوں فتادم زپائے بردر تو | گشته خاک درت سرم سر تو
ترشه خیل مهوشان جهان | غمزه و ناز و عشوه لشکر تو
صد شب قدر قدر یک سر تو | دارد از طره معنبر تو
چو سراب‌ست نزد بحر زلال | چشمهٔ مهر در برابر تو
گشته سر کهنت فیر عیان | از دم لعل روح پرور تو
گر زند شعله آتش عشقش | سوزدش جبرئیل شهپر تو

روزنت از تیره الست ازان خورشید
چه عجب صرفیا ز اختر تو

شاه من ملک دل مسخر تو | غمزه و ناز و عشوه لشکر تو
بے هوائے تو نیست هیچ سرے | همه سرها تصدق سر تو
از لبت بسکه خورده آب حیات | روح بخش است سبزهٔ تر تو
تا فزاید ز مشک نشائه | سر زد از لب خط معنبر تو
دست قدرت سرشته حسن بناز | تا ازاں آفریده پیکر تو
آتشے زن در آب زلالے | جسا هر سرخ فام در بر تو

صرفی رند ای حاسد از ظلمت
بهر او نظم گشته شکر تو

غیر فریاد چه کار من ناشاد بگو | مشفقے کو که کند گوش به فریاد بگو
کرده سلطان غمت ملک دلم را ویران | دگرے نیست جز او تا کند آباد بگو
من دیوانه بدیں گونه که رسوا شده‌ام | بعد مرگ از من رسوا که کند یاد بگو
سخن از وصل دلا چند که بے بنیاد است | سخنے را که بگوئی تو به بنیاد بگو
داد خواه از ستم هجر تو تا کی باشم | گر دهی داد بگو ور نه دهی داد بگو
چه شد ای شیخ که با من نکنی هیچ سخن | گر ز نظمم نه زنی حرف ز بیداد بگو

صرفی استاد تو عشق است به علم ازلی
هر چه گوئی همه از گفتهٔ استاد بگو

# ه حرف الها ه

به صفحهٔ رخت از مشک تر بخطِ سیاه — نوشته کلکِ ازل لا اله الا الله
سیاه نیست که خطت را نوشته اند بدال — خمیر مایهٔ آن بوده است نور الله
سواد خوانی آن خط کند سخندانی — که خوانده علم لدنی به درس علمنا
صفات خط شب اسای تو سرو کار رقم — کنند بر ورق آفتاب و صفحهٔ ماه
شهادتست شهد الله را خطِ تو بحل — بصدق آن بحل اعجاز حسن تست گواه
خط تو آیه امّ الکتاب را فهرست — چه خوش خطے که درو سخ را نبا رشد راه

ز لوح دهر خطے هستی تو نا شده محو
کجا ز سر خطش صرفیا نشوی آگاه

بصدق دعوی ما در طریق عشق گواه — بس است اشهد ان لا اله الا الله
گرفته است بخلوت سرای وحدت جای — کسے که پرده برون از فضای وحدت راه
اگر به دلبر خود اتحاد ما نه بود — ز سر نکتهٔ توحید کی شوی آگاه
بیارِ خویش تو تا هم متحد بودن — بر وجود دو خود پر خود همے کنیم نگاه
خوشا شبے که دهی ساقیا شرابِ شهود — قدح قدح دهدت خواه خواه و خواه مخواه
چو فارغیم به دیدارش از بهشت و جحیم — ملک نه طاعت ما را نویسد و نه گناه

چو زیر خاک روم با هوایش اے همدم
به لوح تربت صرفی نویس طالب شاه

با همه جلوه کنان بے همه — بے همه و با همه ای همه
هر دو جهان صورت و معنے توئی — بلکه توئی صورت و معنی همه
های هویت همه شد منضبط — دارد از آن هر طرفی هی همه
لیلی از آئینهٔ مجنون عیان — بلکه هم او خود شده لیلی همه

بر همه خوبان نظر انداختیم | از همه دیدیم یکی شد همه
او متجلی بجهان لایزال | خلق جهان محو تجلی همه

شکر که صرفی رخ دلدار دید
از همه و با همه و بی همه

آئینه های روی تو خوبان هر آئینه | اما تجلی دگرست در هر آئینه
خورشید عارض تو ز ذرات کاینات | دارد بسی چو مهر و مه انور آئینه
حسن تراکه شمس و قمر پرتوی از وست | رخساره بتان پری پیکر آئینه
از عشق حسن جلوه گرست و ز حسن عشق | معشوق و عاشقند یک دیگر آئینه
گر قاصرست چشم تو از دیدنش بتان | آئینه و ببند رخش بین در آئینه
کاری بکن که واسطه برداری از میان | یعنی بنای کار نمانی بر آئینه

صورت که ظاهرست در آئینه صرفیا
نی متحد نه حال بود اندر آئینه

رخسار تو دیده گشتم آگاه | از نکتهٔ وجهه من الله
گر رهبر گمرهان نگاهت | که رهزن هر که هست بر راه
این طرفه که زندگانیم را | افزوده غمت ز درد جانکاه
دلهای جهان رعیت تو | ای کشور حسن را شهنشاه
ای نوح روی طلب دراز است | عمر تو درین رهبت کوتاه
از شعلهٔ شوق تو شده سرخ | بر بسته ببین مرا لب آه
ای خصم مخند بر قتیلش | بشنو ز فرشته طاب مثواه
جانی که به قالبی در آمد | آن غمزه به گردش گذرگاه

جان در قدم تو داده صرفی
فقد نال بکل ما تمناه

بلا در خانه ام جا کرده چون صاحب خانه | درون خانه خود بنده چون مهمان بیگانه
خیال روی بت از هر سو درآید در دل تنگم | بلے از هر طرف خورشید ره دارد بویرانه
دلم خواهان آن زنجیر زلف است و عجب نبود | که می آید بپای خود سوی زنجیر دیوانه

ز تیغ دوست دارم آرزوی قتل خود اما
در انگشت این ترددّ کان جفا جو بم کشد یا نه

کجا مرغ دلم را صید خود زاهد تواند کرد
بدام و دانه کاورده از تسبیح صد دانه

شراب از خون عیسی و کباب از سینهٔ خضراست
دران جمعی که شمعش را بود جبریل پروانه

شراب عشق ای صرفی عجب خاصیتی دارد
کزو فرزانه شد دیوانه و دیوانه فرزانه

خنجر کین از میان وا کن و بر طاق نه
منت هستی ازان بر همه آفاق نه

بی لب عیسی دمت جان محبان بلب
بنده چه گوید که لب بر لب عشاق نه

چشم تو هر گوشه ریخته خونها بسی
گوشهٔ چشمی چنین بر من مشتاق نه

غیر می آتشین برق خرد سوز کو
برکف من ساقیا ساغر براق نه

گرچه ز روی بتان نور ازل ظاهر است
ای دل ازین قیدها رو بسوی اطلاق نه

ای دل اگر می گزد مار محبت جگر
رفته گذار و ز کف مهرهٔ تریاق نه

رزق تو چون صرفیا خون دل ریش تست
شکر کن و روی دل بر در رزاق نه

منکه با قد دوتایم ناتوانی مانده
همچو چنگم پوستی بر استخوانی مانده

کاسته بسیار از رنج سفر نازک تنت
دردمندان غمت را نیم جانی مانده

برنخ غم گر استخوانم را قلم کرده چه باک
چون بجایش ناوک ابرو کمانی مانده

قصهٔ مجنون کهن گردیده و از والهت
تازه در ملک محبت داستانی مانده

نامم از یاد همه رفته تن من گشته خاک
عاقبت از من نه نامی نه نشانی مانده

هیچ میدانی که من در شهر خوبان کیستم
بیکس و کوی جدا از خان و مانی مانده

صرفی بیدل که هر دم می کشد آه و فغان
از وجود او همین آه و فغانی مانده

نگار من چو لباس سیاه پوشیده
بدیده جای گرفته چو مردم دیده

مه من آمده پوشیده جامهٔ مشکین
عجب که مطلع خورشید شام گردیده

خضر بیا بنگر آب حیات در ظلمات
ز خلعتی که سیه پوش من پسندیده

بخانهٔ اسد است آفتاب گشته فلک
که تو غزال من از شیر پوست پوشیده

چه با بر مهر روان گشته از چه رو به پیش — سپهر اطلس خود را نه گسترانیده
نشسته طرفه خدنگی بجانم از الفی — که او بساعد سیمین خویش بریده
خوش آنکه پرده بکثرت دریده چون صرفی
جمال شاهد وحدت از آن الف دیده

دردی کشی که باخم و پیمانه ساخته — با هر بزرگ و خورد حریفانه ساخته
زنجیر کرده اند نه پیچیش که باغ را — شوق گل جمال تو دیوانه ساخته
همچون گل حسین به تسبیح خود دلک — از خاک آستانه تو دانه ساخته
منزل گرفته در دل صد پاره ام غمت — گنجی که بود خانه به ویرانه ساخته
بیگانگی گزیده ام از بهر آنکه دوست — از آشنا بریده به بیگانه ساخته
عشقم به دل خیال تو مانده نه فکر دین — مسجد خراب کرده و بتخانه ساخته
شمشاد فتنه سر زده صرفی ز باغ کیست
مشاطه بهر زلفش از آن شانه ساخته

کشادی دام سحر آنجا که کردی زلف را شانه — مگر دارد ز سیمین ساعدی آن شانه دندانه
بهم پیوسته مژگان و سر شک ماست زنجیری — که از نظاره تو مردم چشم است دیوانه
درون سینه جان از صحبت غم گشت بیطاقت — به مهمان خانه را بگذاشت آخر صاحب خانه
به تقلید تو زاهد سبحه دارم بدست اما — به تسبیح از خیال زلف و خالش رشته و دانه
بیا ای همنشین در دل که غیر از تو کسی بیجا — اگر باشد خیالش باشد او هم نیست بیگانه
تو من دیوانه را خانه در ویرانه می باید — چه باکست ار شود ویران بآب دیده کاشانه
بمن پروانه را نسبت مکن صرفی که می سوزد
مرا سوز درون زین آتش بیرون چو پروانه

بر ده چشمان درخت محمل در زل زبان هر سحر — از رگ من آفت این هر سحر شند آن هر سحر
چه کسی و چه قومی که به [illegible] اند — ملک و جن و بشر واله و حیران هر سحر

من که از شوق رخ و زلف و خطت جان دادم
از گلم رسته گل و سنبل و ریحان هر سه

رخ نمودی و ز طعن من دیوانه شدند
واعظ و محتسب و شیخ پشیمان هر سه

ز آتش عشق که در سینه ام اندوخته
دل و جان و جگر من شده بریان هر سه

بار اگر کوهکن و وامق و مجنون آیند
در رهِ عشق شوم مرشد ایشان هر سه

صرفیا از سفر کعبه چه سودا نه شود
کعبه و بت کده و میکده یکسان هر سه

از غم عشقت دل صد پر خون ته بته
پرده های دیدهٔ خونبار گلگون ته بته

در گلستان بی رخ تو جامه گلگون چاک چاک
بی دهان تو درون غنچه پر خون ته بته

بس که موج خون زده دریای اشکم دمبدم
گشته گلگون پرده های سبز گردون ته بته

بنگر از سیلاب خون بر دیده من موج موج
گر نه دیدی موج ها بر روی جیحون ته بته

بر سمن صرفی اگر سنبل نه دیدی موج موج
زلف خم در خم ببین بر رویش اکنون ته بته

شیوهٔ من بندگی و شاه من آگاه نه
من بجان بندهٔ او خواه داند خواه نه

بر مراد دیگران عیش ها است از وصل او
نامرادان را به بزم عیش وصلش راه نه

گر نیم لایق که دایم بنگرد بر حال من
راضیم بالله که سویم گاه بیند گاه نه

همدم اغیار یار و جایش ایوان وصال
جای من جز کنج هجر و همدم جز آه نه

روزگار و روز من همچون شب تارم سیاه
موجب این حال جز بی مهری آن ماه نه

نقد جان خود بدرگاهش روان سازم ولی
این محقر تحفه ام لایق بدان درگاه نه

جان به عشق او نه خواهم داشت ای صرفی دریغ
گر قسم خواهی ز من والله نه بالله نه

بسکه سیل خون روان از دیدهٔ گریان شده
رفته رفته خانه های دیده ام ویران شده

ز آفتاب روی تو بر آسمان نیلگون — پرتوی افتاده و نامش مه تابان شده

در هوای مهر رخسارت وجود خاکیم — ذره ذره گشته و هر ذره سرگردان شده

خنده ام آمد ز ذوق آن که اشک افشانیم — دیده چون ابر بهاری و چو گل خندان شده

پیش مردم منفعل گر دیده از رویت پری — غالباً آن روزن چشم مردمان پنهان شده

گوهری گر بخشد از لعل درافشان یار من — در عوض جان میستاند آن نگار ارزان شده

در دم یک درد ای صرفی و جان می گداخت
وه نه دانم چون زیم اکنون که صد چندان شده

ای بت طناز پیوسته چه ناز است اینهمه — غالباً نسبت به ارباب نیاز است اینهمه

من بجان دور از تو و ایام دوری بس دراز — وه چه یا رب قصهٔ دور و دراز است اینهمه

می‌دهد محراب یاد از ابروی دلبر مرا — رو به محرابم نه از بهر نماز است این همه

گر نه دارد شمع در سر آتش سودای تو — چون من از بهر چه در سوز و گداز است اینهمه

وه نمی دانم چرا آن دلبر نامهربان — با رقیبان مهربان و دلنواز است اینهمه

دمبدم حسن نکویان در ترقی غالب
از نگاه عاشقان پاکباز است این همه

مغنی سحرگاه گفت این ترانه — که بی باده خوش نیست چنگ و چغانه

صبا راح است ساقی صبحی کرم کن — که دارم خمار از شراب شبانه

می و نقل دارم تمنا و خواهم — از آن قطره قطره وز آن دانه دانه

برسمی مهی باده خواهم کشیدن — که آمد در اقلیم خوبی یگانه

خدنگ اجل را هدف گشته جانها — اجل ناوک غمزه اش را نشانه

کم از آب خضر آب تیغش نیامد — شهیدش بود زنده جاودانه

بجز جان و جز دل خانه‌ها دوست صرفی
نیامد جز او صاحب هیچ خانه

## غزل دیگر

نسیما رو بسوی گلستان آهسته آهسته
به گل کن شرح حال بلبلان آهسته آهسته

اگر یابی بگوشش رفته رفته قاصدا راهی
بشرح حال ما بگشا زبان آهسته آهسته

درای از راه تعظیم و به لب‌های ادب هر دم
ببوس از روی مهر آن آستان آهسته آهسته

اگر در خاطرش تقصیر باشد معذرت بلّم
بعرض خادمان او رسان آهسته آهسته

برو آهسته آهسته در آن کوی و بگو با او
ز حالم اندک اندک همچنان آهسته آهسته

اگر روزی توانم سر نهادن بر سر راهش
فشانم زیر پایش نقد جان آهسته آهسته

خوش آن روزی که صرفی گاه روی و گه جبین ساید
بخاک پای آن شاه جهان آهسته آهسته

من بسته‌ام براه جنون شیشه نهاده
در خاطرم بروز نه دو عالم فتاده

برباد پای شوق و محبت فتاده
در وادی قرار و صبوری فتاده

در بسته بر روی جهان و جهانیان
از نیستی دری برخ خود گشاده

بهر نثار مقدم تو نقد جان بکف
یعنی بخدمت تو بجان ایستاده

سرگشته براه محبت چو گردباد
سر در هوای عشق تو برباد داده

از کنج غم بزم طرب پی برده
فارغ بخون چشم خود از جام باده

گفتی که در وفا ز سگ یار کم نیم
صرفی خموش باش که گفتی زیاده

خوبان که در کرشمه و ناز اند این همه
خواهند غارت دل و تاراج دین همه

دیوانهٔ یکی ز بتان پری وشم
هستند اگرچه غمزه زن و نازنین همه

گه غمزه گه عتاب گهی ناز کار اوست
مقصود او چه باشد الهی ازین همه

گر نیت قصد کشتن اهل محبتش
یارب غرض چه دارد ازین جور و کین همه

تو پادشاه حسنی و خوبان مه جبین
دارند داغ بندگیت بر جبین همه

دارند حسن و عشق بهم رازها ولی
پوشیده ماند بر خرد خورده بین همه

صرفی بنظم تو فصحای عرب کنند
همچون سخنوران عجم آفرین همه

ای ز چشم مست تو ویران شده هر خانهٔ
از خم زلفت بهر ویرانهٔ دیوانهٔ

مرد نبود آنکه خود را زنده بر آتش زند
وای بر مردی که باشد کمتر از پروانهٔ

چون همه خلق جهان دیوانهٔ عشق تو اند
در همه آفاق نتوان یافتن فرزانهٔ

نزد تو چون آشنائیها نه دارد اعتبار
خواهم آمد بعد ازین در صورت بیگانهٔ

گاه میخواند ز لطفم گاه میراند ز قهر
چون کنم یارب که دارم بوالعجب جانانهٔ

گر شبی خواهی شنیدن قصه‌ام را ای رقیب
خواب مرگت میرباید از چنین افسانهٔ

نیست ضعف هر ضعیفی از غم عشق بتان
گنج نتوان یافتن صرفی بهر ویرانهٔ

از جنون عشق تو شوریست در هر خانهٔ
رو بسویت دارد از هر خانهٔ دیوانهٔ

گشته ویران خانهٔ چشمم ز سیلاب مژه
ساعتی بنشین که دارم گوشهٔ ویرانهٔ

آرزو دارم که روزی نقد جان سپارمت
کاشکی افتد قبولت نذر درویشانهٔ

هر خسی را گو مسوز از روی آتشناک طور
چون تو شمعی را سزد مانند من پروانهٔ

آشنا زاهد نگردد بما دیوانگانی
آشنائی را چه داند از خرد بیگانهٔ

کی براه توبه باشم زاهدا ثابت قدم
منکه صد پیمان شکستم بهر یک پیمانهٔ

گنج محنت خانهٔ صرفی و یار او بلاست
طرفه دارد خانه و طرفه تر همخانهٔ

ز هر کاری که جز عشق است بیزارم بحمد الله
ز اسرار نهان او خبر دارم بحمد الله

به کار عاشقی هر دم دگرگونه شود حالم
بهر حالی من بیدل درین کارم بحمد الله

ز بار عقل و جان و دل غم عشقت خلاصم کرد
براه عاشقی بارے سبکبارم بحمد الله

پیے مرغان قدسی آشیان دامی است گیسویت
باین دام بلا من هم گرفتارم بحمد الله

شنیدم شربت بیمار عشق است آن لب شیرین
من دلخسته از عشق تو بیمارم بحمد الله

من بیدل ز اسرار محبت بوده ام غافل
غمت از خواب غفلت کرده بیدارم بحمد الله

بدستم خار محنت آمد از باغ جهان صرفی
گل راحت شگفت آخر ازین خارم بحمد الله

آمد سوی مشتاقان دلدار بحمد الله
با دلشدگان دلبر شد یار بحمد الله

عمری به تمنایش بگذشت همه سالم
امسال نمود آن مه رخسار بحمد الله

نه روز و نه شب بودم بی آرزوی رویش
امروز میسّر شد دیدار بحمد الله

صد بار طلب کردم دیدار وی و دیدم
بر کام خود این دولت یکبار بحمد الله

از خواب گشاد آخر آن نرگس رعنا را
شد دیده بخت من بیدار بحمد الله

بگذشت ز آزارم چون زاری من بشنید
وز قول رقیبان شد بیزار بحمد الله

محرم بحریم او صرفی است کنون صد شکر
محروم شد از وصلش اغیار بحمد الله

ای عالم از بهار رخت گلستان همه
[illegible] خرم از خط سبزت جهان همه

ای از تو هر زمان بزمین فتنه دگر
زان فتنه [illegible]وش زمین و زمان همه

هر لذتی که تیر تو بخشد دل مرا
پیکان غمزه ساخته خاطرشان همه

رقاص ذره وار بمهر تو آفتاب
سرگشته هوای تو خورد و کلان همه

بوییت بهر دیار که یاد آورد شود
اموات باز زنده و پیران جوان همه

عاشق کشش من آمده برهنه تیغ کین
از شهر ما گریخته امن و امان همه

صرفی امید دوستی از هیچ کس مدار
گشتند دشمن تو بجان دوستان همه

خوبرویان که بلای دل و جانند همه
فتنه عالم و آشوب جهانند همه

غمزه آور فرح افزا و نشاط انگیزند
مرہم ریش دل و راحت جانند ہمہ

نوبہار چمن خوبی و روز افزونند
گل رخ و سرو قد و غنچہ دہانند ہمہ

گرچہ از درد دل سوختگان بے باکند
آگہ از سوز دل و درد نہانند ہمہ

شیر مستند و نخوردند بجز شیرۂ جاں
قطرہ قطرہ ز دو لب شیرہ چکانند ہمہ

درس مہر و سبق لطف نخوانند ولے
در فن قتل محباں ہمہ دانند ہمہ

نازنینان جہاں را بہ لطافت صرفی
جاں چگویم کہ ز شیرین تر ازاں اند ہمہ

تیغ کین در دست آں عاشق کش بیباک بہ
سینہ ام صد پارہ و ہر پارہ ام صد چاک بہ

آرزو دارم کہ بر خاک رہ او سر نہم
گر نہ بر خاک رہش باشد بزیر خاک بہ

دلبر من طرفہ چالاکی ست در عاشق کشی
بہر قتل دردمنداں دلبر چالاک بہ

شیشۂ پر می نمے خواہیم و جان شادمان
عشقبازاں را جگر پر خون دل غمناک بہ

کاخ عیش ما خراب افتادہ زیر نہ فلک
خشت خشت افتادہ یارب گنبد افلاک بہ

شہسوار من چو صید خویشتن کردی مرا
صید تو بر بستہ آویزاں ازاں فتراک بہ

گر نہ رفتہ صرفی از لوح دلت نقش ہوا
نام تو از دفتر اہل محبت پاک بہ

نگہت جاں ز خطت سنبل تر دزدیدہ
نیست پیدا دہنت غنچہ مگر دزدیدہ

بر سر دار برآوردہ ببیں نرگس را
کز عروسان چمن نقرہ و زر دزدیدہ

از لبت چشمۂ خضر آب حیات آوردہ
نیشکر از دہنت تنگ شکر دزدیدہ

ای گہر بار لبت وقت سخن پردازی
صدف از حقۂ لعل تو گہر دزدیدہ

کاکلت صبر و سکون دادہ و بازم بردہ
زلف زیں شیوہ برآشفت ز سر دزدیدہ

کس نہ دزدد ہنری را ز کس اما چشمت
ہنر ساحری از اہل ہنر دزدیدہ

نقد عقل و دل و دینی که مرا گم شده بود
چه عجب طرهٔ طرارش اگر دزدیده

تا بپوشد رخ زرد من غم دیده ز غیر
چشم گریان ز دلم خون جگر دزدیده

کرده سر حلقهٔ دزدان رخ خوبش یعنی
زخم از حلقهٔ سر زلف تو زر دزدیده

نامه را که نوشتیم بخون بے قاصد
جانب یار ز اغیار رہبر دزدیده

صرفی از بیم رقیبان ستمگر از دور
مے کند از رخ خوب تو نظر دزدیده

بردم به کعبه از کوی او راه
از ره فتادم استغفر الله

در شرح شوقم عمر دراز است
ای خضر باشد لب یار کوتاه

از کفر و ایمان وا رستم اول
احکام دینی دانستم انگاه

از آهم افتد آتش بعالم
غافل نباشی زین آتشین آه

الحمد لله در وی سرایت
از من نکرده اندوه جانکاه

خواهم که بینم روے نکویش
چون من ندارد یاری نکو خواه

تنها د صرفی در نیستی بلے
از سر هستی کے گردد آگاه

فارغ البالم هست از تا زبر سر پر زده
مرغ روحم مضطرب گردید و بال و پر زده

جامه گلگونی گذشته از سرم دامن کشان
جامه گلگون او آتش بجانم پر زده

تا نه دست آرزو مندان بدامانش رسد
جلوه گر شد در قباے ناز دامن پر زده

تا دکے برناوکے بر دله رسیده زان مژه
از پی هم غمزه اش صد ناوک دیگر زده

بسکه چشمم ریخت خون ظاهر نگشت قطرهٔ
بهر خون کم گردنم فصاد چون نشتر زده

شام تا صبح از کمش می خورده ام خونابه بیش
شب همه شب مست من با لب پنهان ساغر زده

غالبا از کف من آمد بهر قتل بے دلان
بر میان شمشیر بسته دیگر خنجر زده

شمع آہ من گردش کلبۂ تارم از دست
خندہ ہا بر مشعل مہر و مہ انور زدہ

در جہاں تابی ید بیضا نمودہ ماہ من
صد طبانچہ زاں ید بیضا بروی خور زدہ

یا بتاں شوخی است بستند میاں زرین کمر
زاں میاں راہ مسلماناں ہماں کافر زدہ

غم بزیر بستر صرفی نہادہ خارہا
خارہائے غم بہ پہلویش سر بستر زدہ

چہ عجب گر کند از من سگ دلدار گلہ
کہنہ رسمی است کہ از یار کند یار گلہ

آں قدر تاب کجا ماندم از دیدن تو
کہ کنم با تو ز ہجران شب دیدار گلہ

جور بسیار تو بر من ز چہ رو اندک شد
دارم از اندکی جور تو بسیار گلہ

رحم بر زاری بیحد منت نیست ولے
چہ حد آں کہ کنم از تو من زار گلہ

غم عشق تو فرح بخش و نشاط انگیز است
پس چرا ہے کنم از وے من غم خوار گلہ

یا رب از باری خود بہرہ ور اصلا نشدیم
گر بخاطر رسد از یار ستمگار گلہ

گلہ ام نیست از و بل ز رقیباں ہم نہ
صرفی آمدہ از مشرب ما عار گلہ

دل من آمدہ در بزم عشق چوں شیشہ
دلے بجای شراب است پر ز خوں شیشہ

ز لوی جام درون و برون من است ہر شب
اگرچہ بادہ ندارد از درون و برون شیشہ

چساں رسد ہمی عشرت ز دیدہ فلکم
کہ عمرہا است بر افتادہ سر نگوں شیشہ

کجا است آنکہ بریزد شراب آتش گلگوں
بحلق سوختہ من ز آب گوں شیشہ

گوں رنگ

می مراد دلے از شیشہ خرد صرفی
نہ خوردہ و زدہ در خارہ جنوں شیشہ

نور حق ظاہر از آں روئے چو مہ
کرم اللہ تعالی وجہہ

ہمبرو م وصف تو گویاں شب ہجر
تا شود راہ درازم کوتہ

دارد از غمزۂ نازت صف صف
فتنہ چوں بر تو کند عرض سپہ

غم تو کردہ امل در ہمہ شہر
با غم تو نہ سپاہ است و نہ شہ

گر برہمن رخ آں بت ببیند | میزند نعرهٔ اللہ اللہ
صفتِ عشق چہ پرسی ز خرد | وصفِ خورشید چہ داند اکمہ

تا نہ بردار فنا عرفی رفت
نشد از سرِ انا الحق آگہ

رواں از دیدہ ام بے لعلِ میگوں تو خوں گشتہ | حبابِ خوں بود با جامِ چشم سرنگوں گشتہ
ز اشک افشاند تخمے بر زمینِ آرزو چشمم | مرا زیں کشت حاصل پنبۂ داغِ جنوں گشتہ
براہِ او شبِ ہجراں ز اشکِ خویش ممنونم | کہ امشب کوکبِ اشکم دریں رہ رہنموں گشتہ
پئے تسکینِ آتش مے زند آبے بر او امّا | ز آبِ دیدۂ من آتشِ شوقم فزوں گشتہ
ز چشمِ من کہ رفتہ اشکِ گلگوں در تمنّایت | تمنائے گلِ وصل از دلم زیں رہ بروں گشتہ
خیالش آمدہ در چشم و بستہ راہ ایں خانہ | پئے دامن بر دل زیں خانہ قفلِ اشک چوں گشتہ

ز رنگ آمیزیِ نقاشِ عشق از دلِ خوں عرفی
رواں بر چہرۂ زردم سرشک لالہ گوں گشتہ

نظر چو بر رہِ چشم در رہِ وفا کردہ | پئے مزید حیاتم اجل دعا کردہ
سپردہ در قدمت بندہ جان و شکر خدا | کہ حقِ مقدمت از صد یکے ادا کردہ
بدیں گماں کہ زیم بے رخت مریخ از من | فرشتہ ہے نہ نویسد گناہِ ناکردہ
ز غصہ خامہ شکستہ ورق دریدہ ملک | ز غم چو درد و غمم را جدا جدا کردہ
ز درد و غم چہ گریزم کہ دخل نتواں کردہ | بنامہ کہ رقمِ خامۂ قضا کردہ
نہ من جدا ز بلائے نہ من جدا ست بلا | چہ خوش کہ من بہ بلا و بمن بلا کردہ
در دل در آمادہ محنت بروں شدن را | ز رخنہ کہ خدنگت دلِ مرا کردہ
ز تیغش آرزوی بسملِ خودم بودہ | ز لطف آمدہ و حاجتم روا کردہ

بسوی بتش از سرِ اخلاص سجدۂ عرفی است
بمسجد آمدہ و سجدۂ ریا کردہ

پئے نظارہ ات شد آفریدہ | بہ مردم دیدہ و مردم بہ دیدہ

تو از لب داده جان سرگشته را | مرا از شوق جان بر لب رسیده
رقیبت قدر گنج دولت وصل | چه داند رنج هجران ناکشیده
مدار لعل جان بخشت اجل را | به تیغ غمزه چشمت سر بریده
دلم در گوشه از ابروی تو | ز عقل و جان و تن عزلت گزیده
ز طعن عشق معذور است زاهد | چه داند لذت می ناچشیده

ز رخش صرفی تواند دید چشمی
که از خون تا به های دل چکیده

می کشم هر دم شب هجر از غم جانکاه آه | ده ندانم چون کشم جان بر لب آمد آه آه
شاهد حال من بیدل ز ماهی تا به ماه است | کآب چشمم تا بماهی رفته دود تا ماه آه
من نمی خواهم که آه آتشینم سر کشد | آتشی افتد بعالم گر کشم ناگاه آه
می کشم آه دراز از زخم تیغ غمزه اش | عشق می گوید که هست از همت کوتاه آه
چرخ بی مهرم به خاک راه یکسان ساخته | این بسم کز من بر اوج چرخ دارد راه آه
ای که می پرسی ز کار من جدا از یار من | کار من گه گریه و گاهی فغان و گاه آه

هیچ تأثیری ندارد در دل او صرفیا
خواه افغان بر سر کویش کشی و خواه آه

پیش ازین مرده شده از دم عیسی زنده | این زمان شد ز لبت شیوه احیا زنده
مرده را به نفس زنده مسیحا کردی | از لب لعلت شده صد چو مسیحا زنده
از لب تا کشته آن غمزه تفاوت ای خضر | آن قدر هست که از مرده بود تا زنده
جان من مرده عشق تو نماند مرده | عاشق امروز بود مرده و فردا زنده
خبر آمدن دلبر مردم کش ماست | از پی کشته شدن گشتم حیها زنده
هر که میرد نعش زنده جاوید شود | مردن خود نعش کرده تمنا زنده

بسکه صرفی به درت زار و ضعیف افتادست
نیست معلوم که او مرده بود یا زنده

## غزل دیگر

دمے دارم که از انفاس عمرم باز پس مانده
بیا جاناں که باقی از حیاتم یک نفس مانده

مرا بود ایں ہوس کآخر بپایت جاں برافشانم
نمانده جانم از ہجر و بجانم آں ہوس مانده

ہمیں من ملتجی ام از در منزلت دوایم کن
تو خود فرما که جز من زیں جماعت ہیچ کس مانده

دل وارستہ ام پابستۂ اندوه ہجران است
ہمائے اوج لاہوتی گرفتار قفس مانده

ز من دامن کشیده سرو گل پیراہنم بگذشت
نہ دامانم بدست و نے بدامانم دسترس مانده

از و صد ملتمس دارم و لے چوں نازکست آں خو
دلم دست تمنا باز از ہر ملتمس مانده

بجان ناتوان دل مانده در درد عشق را پنہاں
چہ غفلت است اینکہ پنہاں آتشے را زیر خس مانده

رہ دیوانگی طے کرده مجنوں رفت چوں فرہاد
تو ای صرفی دریں ره از رفیقاں باز پس مانده

من کرده ام دعا و تو دشنام کردهٔ
خاصیت دعا است که انعام کردهٔ

صد تیغ و خنجر از مژه ات بود پس چرا
تیغے بکشتنم ز اجل وام کردهٔ

رم کرده دل ز جور و ز دشنام ہا مرا
چنداں ستوده که دلم رام کردهٔ

تنہا نہ بنده را همه را کشته بناز
لطفے که خاص داشتہ را عام کردهٔ

بام رقیب جلوه گہت گشته صبحدم
اے آفتاب صبح مرا شام کردهٔ

اصلاح اہل عشق میندیش اے خرد
باآں که پختہ را طمع خام کردهٔ

صرفی بعشق نام نکو کردهٔ طلب
خود را چنیں برائے چه بدنام کردهٔ

بیا تا چند بکشایم بخوناب جگر روزه
کشا لب ہا که بکشایم بداں شہد و شکر روزه

نه روز و نے شبم یک لحظه فارغ از جگرخواری
بدیں حالت چساں قادر توانم بود بر روزه

خدنگے میرسد ہر روز بر عشاق از آں غمزه
خوری ہا را دا تیر از بندگاں ادا زہر روزه

چو ما را مانع آب و طعام اندوه ہجر است
بہ ترک آں نخواہد کرد ما را در نظر روزه

دہان بد منش باده دایم از لب لعل است
عجب کاں مست را از دما تصوری نیست در روزه

باقلیم دل است و کشور جاں دایماسیرش | چرا او روزہ ے دارد کہ نبود در سفر روزہ

نیاز و عجز مے باید چو صرفی ورنہ اے زاہد
چکار آید عبادت گر نماز است و دگر روزہ

## ردیف حرف اللام والالف

عشق پیش آورد خوانے از بلا | گفت بسم اللہ حریفاں الصلا
آمدہ جام بلا عشاق را | قسمت از مے خانہ قالوا بلا
روے خویش را مے تواں نظارہ کرد | چشم اگر یابد ز نور او جلا
دا لیے اقلیم جاں کس جز تو نیست | اے بسوییت روے ارباب بلا
زلف پرپیچ و خمت دام فریب | طایر قدسی بدامت مبتلا
گر گشت یارم تو انم بہرہ برد | از حیات سرمدی الا فلا

گر دقتل صرفیٔ خونیں جگر
خنجر شوق شہید کربلا

قامت آں سرو سمن بر بلا | جامہ و گل رنگ بلا بر بلا
ہر سر موئے تو بلائے بلے | آمدہ زلف تو سراسر بلا
فتنہ ایام رخ خوب تو | بر رخت آں خال معنبر بلا
عین بلا صورت دلجوے تو | گشتہ بشکل تو مصور بلا
یک دور فیضے کہ بہ من مشغول اند | ہست یکے محنت و دیگر بلا
بیکسی و غربت و ہجران تو | رو بہ من آورد کشتوں ہر بلا

صرفیٔ بیدل ز شہیداں تست
دشت غمت نیست کم از کربلا

اے دلم افتادہ ز تو در بلا | کاکلت انگیختہ از سر بلا

خال و خطت کافت دین و دل اند — هست یکی فتنه و دیگر بلا
تا تو بلای دل و جان منی — پیش من است از همه خوشتر بلا
ای که بلای دل و جان چشم تست — شد ز دو چشم تو مقدر بلا
قسمتم از روز ازل حب تو — ای به محبت تو مقدر بلا
عشق بتان را تو هوس کرده — از تو فتادیم دلا در بلا
خسرو عشقم که منم صرفیا
بندهٔ درگاه اسشه کربلا

## حرف الیا ی

ز آئینهٔ جمال بتان در نظر توئی — هردم بصورت دگری جلوه گر توئی
تو عین نور و من همگی ظلمتم ولی — گر بنگرم بخود ز خودم جلوه گر توئی
گاه از قبای ناز و گه از خرقهٔ نیاز — هر لحظه جلوه گر به لباس دگر توئی
ظاهر بچشم اهل نظر نیست جز تو کس — پنهان شده ز نرگس ناقص بصر توئی
چشم پر آب و جان پر آتش هر از تست — یعنی بجان سوخته و چشم تر توئی
بنموده جمال خود از شکل خوبشان — ای جان من فدایت بدین شکل اگر توئی
خون شد ز گل رخان جگر چاک چاک من
لیکن مراد صرفی خونین جگر توئی

آن که در پرده عیانست توئی — وان که بی پرده نهان است توئی
شهسواری که به جولان گه ناز — هر طرف جلوه کنانست توئی
آن که از ابرو و مژگان بتان — در کشش تیر و کمانست توئی
آفتابی که از و شعشعهٔ — حسن خوبان جهانست توئی
آنکه در صومعه و میخانه — قبلهٔ پیر و جوانست توئی

آں گل تازہ کہ از شوق رخش | بلبل دل بہ فغانست توئی

سنگ راہے کہ ترا اے صرفی
در رہ عالم جانست توئی

گاہ حور و ملکی گاہ پری و بشری | گہ بر اوج فلک و گہ بہ زمیں جلوہ گری
ہمہ جا جلوہ گہ تست چہ پست و چہ بلند | ہر کجا مے نگرم من تو مرا در نظری
ہیچ تشکلت نہ و ظاہر تو ئی از ہر شکلے | ہیچ رنگت نہ و ہر لحظہ بہ رنگ دگری
ہمہ شیدائے جمالت چہ نبی و چہ علی | ہمہ دیوانۂ عشقت چہ جنید و چہ سری
دامنت پاک ز آلایش امکان و حدوث | ہر چہ گویم کہ از اں پاکی از اں پاک تری
غیر را عین تو مے دانم و کلفت نہ کشم | از در خویشتنم اگر بر در غیرے ببری
جز تو ہمخانہ نہ دارم چہ مقیم و وطنم | ور مسافر شوم از خانہ بہ من ہمسفری
ہیچ کس کنہ جمالت نتواند دریافت | نہ بشر آگہ از ان و نہ فرشتہ نہ پری
جز ظہورت نبود از پدران و پسراں | اے منزہ تو بذات از پدری و پسری
گر انا الحق مے زند آدم مے عیسیٰ نیست | چوں تو خود بانگ انا اللہ زناں از شجری

صرفی از کعبۂ توحید نشاں کے یابی
تا نہ از بادیۂ ہستی خود در گذری

دلبرم ہاشمی و مطلبی و قرشی | کہ دل و جان مرا جز بغمش نیست خوشی
ہمہ شاہان عجم بر در سلطان عرب | کمتر از بندۂ زنگی و غلام حبشی
نام او حرز یمانی است دنا کیشاں را | و ھو الوی دلنا کل غداۃ و عشی
غیر خاک قدمش آب حیاتم نبود | انا عطشان و قد احرق قلبی عطشی
خوب رویان جہاں گرچہ کواکب صفتند | اوست مشہور از اں جملہ بخورشید وشی
خاکساریست سرافرازی تو بر در او | تو گرفتار بہ آرایش دستار و فشی

دادہ اند از پے آنت دل و جاں اے صرفی
کہ دہی دل بوی و جاں بغم او بکشی

## غزل دیگر

از غم ماه وشان دگرای دل چه خوشی
مطلب جز غم آن مطلبی و قرشی

چشم لطفم ز وی آری چه عجب گر باشد
مین شاه قرشی سوی غلام حبشی

آنکه خورشید بود پرتوی از طلعت او
نیست مدحش که کنم وصف بخورشید وشی

یک دو قرصی است ز خوان کرمش شمس و قمر
وهو من یطعمنا کل غداة و عشی

بی میِ لعل لب او چه کشم آب حیات
ما من الماء مرینا و مرنا عطشی

صوفی از مشرب توحید نشان کی یابی
جرعهٔ تازه میی ساغر عشقش نچشی

صرفی از مذهب من پرسی و از مشرب نیز
مذهبم عاشقی و مشرب من دردکشی

ای که بعالم آمده بهر نظام عالمی
مظهر اسم اعظمی بلکه خود اسم اعظمی

غیر تو کیست تا کند حفظ وجود کائنات
بلکه تو بر خزانهٔ نقد وجود خاتمی

گرچه ز آدم آمده جسم لطیف تو ولی
یافته آدم از تو جان بلکه تو جان عالمی

آدمی

سر حقیقتی که آن اصل همه حقایق است
آگه از آن محقق نیست دمی تو محرمی

پیشتر از همه توئی در شرف و نزد تو
غایت بیشی همه هست نهایت کمی

از نفس مسیح جان هیچ تنی نیافته
تا نه باو درین نفس کرده لب تو همدمی

ای که بلای عشق تو اهل ولا همه کشند
صرفی دلشکسته را با غم تست خرمی

بیک نفس کنیم زنده چون بناز کشی
ولی ز کرده پشیمان شوی و باز کشی

چو روز حشر شود زنده کشتهٔ تو رسد
بخاطر که تو بازش به تیغ ناز کشی

دمادم آن لب جان بخش را گزیدن چیست
مسیح را عجبی نیست گر بکار کشی

نیاز و زاری من بایدت ولی آخر
مرا بهمین جرم زاری و نیاز کشی

شهید عشق ایاز آمده است یک محمود
نگار من تو بیک غمزه صد ایاز کشی

بس است غمزه چه حاجت به خنجر و شمشیر
دمی که اهل وفا را بترک تاز کشی

بباخت عشق تو زنده که کشتهٔ تو نشد
که نیست شیوهٔ تو غیر عشق باز کشی

بکامِ غیر زِ وصل الحصر صرفی را
چرا به تلخیِ ہجرانِ جاں گداز کشی

نمی‌توان به شکر کرد نسبت لبِ وی — که ایں زِ شیرۂ بجانست و آں زِ شیرۂ نَے
مگیر بر لبِ خود ساغرے گلگوں — که خوں زِ غیرتِ آں شد دلِ صراحیِ مَے
شبِ وصالِ ترا روزِ ہجر در دنبال — شبِ اجل مہِ من روزِ ہجر را در پَے
بیا که طاقتِ صبرم نماند دور از تو — بلائے ہجرِ تو تا چند و صبرِ من تا کَے
قدم چو بر سرِ کون و مکاں زدم کردم — رہ درِ ازل تا ابد بیک دَم طے
مدوز عقل و دل و جاں چه آیدم در عشق — که باشد ایں ہمه اشیا به نزدِ او لاشَے

چو از زلالِ وصالش جدا شدم صرفی
عرفت سرّ من الماءِ کلّ شیءٍ حی

سرو گل رخسارِ من دارد بکف جام ملی — مے نماید ساعدش زاں جام چوں شاخِ گلے
گر غمِ او خنجرے زد بر دلم او را چه غم — گل ندارد غم اگر خارے خلد در بلبلے
چوں بمیرم در غمِ آں گل عذارِ سبز خط — از گلِ من سر برارد لالۂ یا سنبلے
صاحب قلقل قل لساقینا اجرعۃ — کز صراحی آرزو دارم صدائے قلقلے
تو درونِ خانه و روئے تو زیرِ صد نقاب — وز تو در ہر وقت غوغائے و ہر جا غلغلے
مے گریزد دل زِ من در حلقه ہائے زلفِ تو — خواہمش در پائے زنجیرے و در گردن غلے

از چه رو فریادِ صرفی را نه کردی گوش دوش
ای به گوشت حلقه و تا به دوشت کاکلے

چشم از گوشۂ محنت نگرانت تا کے — گوشۂ چشم بسوئے دگرانت تا کے
جگرِ اہلِ محبت زِ غمت پُر خون است — ستمِ آزردنِ خونیں جگرانت تا کے
راست پنہاں ہمه در آرزوی روی تو ماند — مہِ من رو بسوی کج نظرانت تا کے
خبرے نیست رقیبان ترا از غمِ عشق — میل ہم صحبتیِ بے خبرانت تا کے
اے دل آمد به لب از تلخیِ غم جانِ حزیں — آرزوئے لبِ شیریں پسرانت تا کے

مہربان سیمبرے نیست بعالم صرفی
روی چوں زر زِ غمِ سیمبرانت تا کے

## غزلِ دیگر

در ملکِ خوب رویاں سلطان این سپاہے — ای شاہ کج کلاہاں کج نہ کلاہ شاہی

نورِ خدا تجلّے کردہ از رخِ تو بر ما — اے آفتاب رویت آئینۂ الٰہی

دور از تو ام چو ماہے در تابِ ماندہ بے آب — گویا خبر نداری از حالِ من کماہی

نہ شاہی و نہ ماہے مانندِ تست بے یعنے — بر تختِ نازِ شاہی بر اوجِ حسن ماہی

تا ماہ رفتہ آہم تا ماہی آب اشکم — بنگر گواہ حالم از ماہ تا بہ ماہی

عشاق بے گنہ را کشتی نگہ نیا ما — نزدِ بتاں گناہے بدتر زبے گناہی

از ناز کج نہادی بر سر کلاہ خوبی — الفصّہ راست گویم سلطان کج کلاہی

اے نالہ رو خبر کن آں ماہ را ز دردم — گر باورش نیاید آخر تو خود گواہی

دردِ سرِ سگانش صرفی ز نالہ تست
سر نہ بپاۓ یاراں از بہرِ عذرخواہی

اے خدا خواہم غمِ ہجراں ز جانِ ما بری — یار را اینجا بیاری یا مرا آنجا بری

اے کہ مے خواہم وصالش در دعا شام و سحر — قاصد از بہرِ خدا سویش دعاۓ ما بری

زود بر کن کار خود پاس خدا را ای اجل — چوں ز تن جانِ مرا امروز یا فردا بری

گرچہ از سوداۓ عشق او شدم رسوا ولے — من نہ خواہم کز سرِ من یارب این سودا بری

خواہم از غیرت کہ ہر کس رہ نیابد غیرِ او — در حریمِ وصلِ او یارب مرا تنہا بری

بردہ اے صرصرِ ہجراں چو کاہ از جا مرا — گر بدین سانی بیکدم کوہ را از جا بری

رہ بخاکِ پای او سودن تمنا مے کنی
ترسم اے صرفی کہ در خاکے این تمنا را بری

ز حلقۂ سرِ زلفت بروں نیم بارے — بروں ز حلقۂ اہلِ جنوں نیم بارے

اگر بہ دست نہ دارم پیالۂ پُر مے — ز دیدہ مے قدحِ پر ز خوں نیم بارے

خمیدہ قامتم امّا ز بارِ درد و بلا — ز بارِ محنتِ گردونِ دوں نیم بارے

ہمیشہ بارِ محبّت کشیدیم کار است — بکار و بارِ محبت زبوں نیم بارے

ز بہرِ دفعِ غمت مے ندیدہ ام — بہ علمِ حیلہ گری ذو فنوں نیم بارے

بروں ز شعلۂ آہم برو بحمد اللہ — کہ بے زبانہ سوزِ دروں نیم بارے

خوشم به خون دل خود که مے خورم صرفی
فرح طلب ز مئے لعل گون نسیم بایے

چون صنوبر کاشکے صد دل بدست آوردمے
تا بصد دل آرزوے آن سہی قد کردمے

منت ایزد را که کشت ان دلبر عاشق کشم
پیش ازین گر مردمے آن آرزو میبردمے

گر شگفتی غنچه مقصودم از باغ رخش
ہمچو نرگس ساغر مے ہم بدست آوردمے

نیستم عمر عزیز من دمے بے یاد تو
آں دمے از عمر عزیز آمد غنیمت ہر دمے

آن سگان را ناله ام آزرده افتادم جدا
کاشکے ہرگز دل یاران سے تحے آزردمے

جان باو بسپردم و او رفت و ماندم در بلا
آن امانت را به اہلش کاشکے بسپردمے

گر دمے بودے لب لعلش به کامم صرفیا
کے بجائے باده ہر دم خون دل میخوردمے

اگر بر عارضت نه بود نقابے
کنی ہر ذره را آفتابے

غمت کز رشته جانم نتابد
ترا نه بود غمم یک رشته تابے

ز مہر و ماه رخسارت فتاده
بخورشید جہان تاب اضطرابے

تو مست خواب نازی باده خورده
مرا بے تو نه خوردے و نه خوابے

کشیدم بے حساب اندوه محنت
ولے عشقت نمی گیرد حسابے

نقاب از رخ بر افگن تا دہم جان
مرادم نیست جز رفع حجابے

به تنگ آمد ز جان خویش صرفی
ز لطف جان ستان خواہد عتابے

کیم من زان دو زلف آشفته کارے
سیه روزے پریشان روزگارے

دل از کف داده بے دلنوازے
به غم درمانده بے غمگسارے

به کوے نامرادی دردمندے
براه دردمندے خاکسارے

به زیر پاے رندان خاکسارے
ولے ننشسته بر خاطر غبارے

ز صاف جام راحت بے نصیبے
ز لای تلخ محنت دردخوارے

جہان گردیده نادیده ہرگز
مراد خود ز شہر و دیارے

زمام اختیار از کف برون نے
عنان دل بدست شہسوارے

شنیده وعده هائے وصلش اما　　نه دیده غیر درد انتظارے
چو صرفی ناامیدی از وصالش
ولے در جستنش بے اختیاری

اے مرا هر دم ز عشقت عالمے در عالمی　　شور و غوغائے دگر هر لحظه در هر عالمے
از دو عالم یعنی از دنیا و عقبی فارغم　　من که دارم در غمت زاں هر دو برتر عالمے
تا براه عاشقی ما ندم قدم نه بود عجب　　گر مرا در هر قدم افتد گذر در عالمے
پادشاهاں را بود جنگ و جدال از بهر دیه　　بندگانت را فزوں از هر دو کشور عالمے
شاه ملک فقرم و سلطان اقلیم فنا　　بنده ام زاں رو جهانے گشت و چاکر عالمے
غم نه دارم گر چراغے نیست شب در کلبه ام　　گردد از یک شعله آهم منور عالمے
چوں به وصف مشک خطاں دم زدم نبود عجب
گر ز انفاسم شود صرفی معطر عالمے

اے ز خورشید جمال تو منور عالمے　　وز دو زلف مشکبار تو معطر عالمے
بر مراد خود کسے بینم کسے را از غمت　　خاک راه نامرادی کرده بر سر عالمے
کی بنای عشق در ملک دلم یابد خلل　　گر شود ویراں ز سیل دیدهٔ تر عالمے
یار مست باده گلگوں و ما حیران او　　او ز مے در عالمی و ما از و در عالمے
چوں نے دانست تسخیر چو من دیوانه　　آنکه چشم ساحرش را شد مسخر عالمے
گر نسیمے ره تواند یافتن در زلف او　　زاں نسیم عطر سا گردد معطر عالمے
صرفیا در عالم دیوانگی افتاده ایم
در جهاں از عالم ما نیست خوشتر عالمے

گرچه مے بخشد مسیحا مردگاں را زندگی　　گر لبت را بیند ایں جاں میرد از شرمندگی
زنده بے درد او مرده در درد ترا　　زندگی چوں مردگی و مردگی چوں زندگی
بنده وار استاده بر پا سرو پیش قد تو　　دولت آزادگی دریافته زیں بندگی
حسن مهرویان دیگر چند روزے بیش نیست　　قامت حسن تو دارد خلعت پایندگی
صرفیا فرخندگی جز بندگی در عشق نیست
نیک بختا بنده کو دارد ایں فرخندگی

نه زخم گر عتابے کرده باشی | گر از رفع حجابے کرده باشی
لب لعل خودت مے داده باشد | اگر میل شرابے کرده باشی
ز خیل بیدلانت کس چو من نیست | تو هم خود انتخابے کرده باشی
سوال قتل خود کردیم فرما | اگر فکر جوابے کرده باشی
بود بر بنده رحمے گر تو ناید | خیالے گر به خوابے کرده باشی

خوابے

چو بر خاک تو صرفی ناصبح آمد
تو در خاک اضطرابے کرده باشی

یار من با دردمنداں یار بودے کاشکے | مرهم ریش دلے دل افگار بودے کاشکے
تا بچند از نامرادی درد محرومی کشم | بر مراد من دم دولت دیدار بودے کاشکے
چوں نصیب چشم بیدار آمده دیدار او | دیده هاے بخت من بیدار بودے کاشکے
حیف از اں گردے که از خاک رهش بر باد رفت | سرمهٔ ایں دیدهٔ خونبار بودے کاشکے
یار سویم اندکے دید و رقیب از رشک مرد | التفات او بمن بسیار بودے کاشکے
چوں بمیرم بے قد و رخسار او بر خاک من | سایهٔ آں سرو گل رخسار بودے کاشکے

قصر سلطانی نمے خواهیم و ایوان شهے
جاے صرفی زیر آں دیوار بودے کاشکے

شدی مست و دل پر خوں شکستی | شکستی شیشهٔ دل راز مستی
چرا از گفتگو بستی دهن را | چرا بر من در مقصود بستی
بدستم تحفهٔ جز نقد جاں نیست | لبے شرمنده ام از تنگدستی
چو بستم رشته هاے جاں به زلفت | بهانه شانه کردی و گسستی
بچشم دیگراں منزل گرفتے | چرا با مردم دیگر نشستی
بطوبی میل زاهد نے بقدرت | ندارد همتت عالی پرستی

به ملک نیستی صرفی گذر کن
اگر خواهی که دانی سر هستی

به شبهاے فراق از ضعف دارم من عجب حالے | که از مویه چو موے گشتم و از ناله چوں نالے
چساں اوقات خود را بگذرانم بے مه رویت | که هر روز یست چوں ماهے و هر ماهے چوں سالے

زبس لطف و صفا از سیب بستان بهشت اما ‌ ‌ نمایان دانه رشد تا نهادی بر ذقن خالے
رخے دارم مانند زر و اشکے چو سیم اما ‌ ‌ معاذ الله که اهل عشق را میلے است تا ملے
نه بر من یار را رحمے و بے او نے مرا صبرے ‌ ‌ چه سازم چوں کنم یارب که دارم طرفه اشکالے
قدے دارم دوتا چوں حلقهٔ بازوی چو زر یعنی ‌ ‌ شدم در آرزوی پای بوسش شکل خلخالے

گسست از ماسوای یار خود پیوند دل صرفی
نے بینم دریں ایام چوں او فارغ البالے

ازو چوں غافلی درد من محزوں چه میدانی ‌ ‌ چو لیلے را نه دیدی طالب مجنوں چه میدانی
گر از تیغ محبت نیست زخمے در دل و جانت ‌ ‌ غم ایں جان افگار و دل پرخوں چه میدانی
چو خارے در دلت از خار خار عشق نه خلیده ‌ ‌ لطافت هاے آں رخسارهٔ گلگوں چه میدانی
چو آگه نیستی از فتنه هاے آں پری پیکر ‌ ‌ صلاح حال در کار من مفتوں چه میدانی
ملاف ای مدعی چوں ره بخلوتگاه عشقت نیست ‌ ‌ که اسرار درونی را تو از بیروں چه میدانی

پری روئے بلاے جان من شد گرچه ای صرفی
عزایم خوانی اما بهر او افسوں چه میدانی

مردم از سیب زنخدان تو اے سرو سهی ‌ ‌ حیف کز باغ جمالت نیست امید بهی
باده ام از خون جگر نُقل و کباب از سینه آتش ‌ ‌ عشق خواهد او اگر در بزم خویشم ره دهی
ما به امید وصالت زنده ایم آخر چرا ‌ ‌ بر دل امیدواران داغ نومیدی نهی
کمتر از موئے تن زار من است از لاغری ‌ ‌ وه که مے گوید هر اشکوکت بغایت فربهی
دولت وصلش چساں یابم بتدبیر خرد ‌ ‌ کے به ایں کنگر کمند ادراک رسد از کوتهی
چوں درونت خالی از درد است ای واعظ چه سود ‌ ‌ زیں همه نالیدنت بیهوده چوں طبل تهی

از سهی قداں وفا و مهر اے صرفی مجو
چشم عتاب و غضب کی باشد از سرو سهی

دلے دارم گرفتار نگارے ‌ ‌ شده آشفته و شیدای یارے
چه یارے نازنینے خوش لقائے ‌ ‌ پری وش لاله روئے گل عذارے
رخش دارد تجلی تازه تازه ‌ ‌ نماید هر دمے نو نو بهارے
تعالی الله بنازم حسن او را ‌ ‌ نه باشد عاشقاں را بس قرارے

ز جذب عشق عاشق گشته بیخود — نه دارد با خود و با خلق کارے
نیم تنها اسیر چشم مستش — هزاران نند چوں من دلفگارے
اسیران غمش را طرفه حالے — نه دل را صبر و نے جاں را قرارے

چناں در عشق او جاں باخت صرفی
که در عشاق ماند یادگارے

ای سرو ناز جانب بستاں چه میروی — تو خود گلی به گشت گلستاں چه میروی
گریانم از هوائے تو چوں ابر نو بهار — از پیش چشم ای گل خنداں چه میروی
جولاں گه سمند تو آمد فضای جاں — چابک سوار من سوی میداں چه میروی
بنشیں که حال ماست پریشاں چو زلف تو — بر رخ فگنده زلف پریشاں چه میروی
از راه لطف جلوه کناں سویم آمدی — از روی ناز با نه خراماں چه میروی
من قالب فسرده ام و جان من توئی — بے تو چگونه زیم ای جاں چه میروی

صرفی بسویت آمده است از ره وفا
اے بے وفا بسوی رقیباں چه میروی

دلا جدا ز غم و درد عاشقی نفسے — مشو که صحبت یاراں غنیمت است بسے
شب فراق تو خوش همدمی است ناله مرا — چه همدمی که نگردد جدا ز من نفسے
بیا و تحفه بجانم قبول کن ز کرم — جز این سزا ز کرمت نیست هیچ ملتمسے
چگونه شکر تمنائے تو کنم که مرا — خلاص ساخته از هر هوائی و هوسے
به کنج بے کسیم آں چناں که بر و لے — نه از من است کسے را و نه مرا ز کسے
ز بهر حبس رقیباں شب رو تو سزد — که نقد جاں بدهم خدمتانه عسسے

همیشه صرفی بے دل مصاحب غم تست
عجب که صحبت آتش گزیده است خسے

من به غم شادم نے باید مرا غمخوارگی — کے بود در چاره سازی لذت بیچارگی
تا نه سوزد برق حسنت پرده هائے دیده را — اشک شادی آب زد بر دیده نظارگی
گر نے خواهد سگ کویت دراں کو جائے ما — بعد ازیں ما و به صحرای عدم آوارگی
گر به قبض جان اهل عشق در ماند اجل — غمزه و ناز و عتابت میرسد یکبارگی

گر شب ہجراں نہ گردد کس بہ کویت رہبرم | اخترے اشکم کند در رہبری سیارگی
بر دل زار و ضعیفم بار غم در راہ ہجر | بس گراں بار در رہِ دشوار و عاجز بارگی

گر شراب سلسبیل و کوثر آمد بہر من
کے توانم کرد صرفی توبہ از مے خوارگی

تو بکنارِ دگراں تا بہ کے | من ز کنارت نگراں تا بہ کے
بر من غمدیدہ جفا تا بہ چند | لطف برائے دگراں تا بہ کے
روئے تو آئینۂ نور خداست | در نظر بے بصراں تا بہ کے
ترک من از تیغِ غمت چاک چاک | سینہ خونین جگراں تا بہ کے
بلبل و گل بے رخ تو در چمن | نالہ کناں جامہ دراں تا بہ کے
منتظر سرمۂ خاکِ درت | دیدہ صاحب نظراں تا بہ کے

چہرۂ تو زرد چو زر صرفیا
در ہوسِ سیمبراں تا بہ کے

سگِ تو کرد بما ہمدمئے | ما نہ دیدیم چو او آدمئے
فارغم از غم کونین بہ عشق | نہ بود خوشتر ازیں بے غمئے
در دم باز پسیں مے خواہم | کہ کنی یک نفسم ہمدمئے
درد مندے کہ گذشت از سر جاں | یافت در سر غمت محرمئے
مردم دیدہ بہ کناں جامہ سیہ | نیست جز ابر بلا ماتمئے
دادہ درد و غم و اندوہ و بلا | کردہ عشق تو بمن جا ستمئے

صرفی از وامق و مجنون در عشق
گر فزون نیست ندارد کمئے

ز حال زارِ من مبتلا نمے پرسی | چہ دیدی و چہ شنیدی چرا نمے پرسی
مرا چو غیر دفائے تو نیست آئینے | چہ واقع است کہ اے بیوفا نمے پرسی
چو بردہ دل ما را نہ دانم از چہ سبب | ز بیدلان خود اے دلربا نمے پرسی
گرفتہ است زما عاقبت کنارہ ولے | تو ہم ز غمزدگان بلا نمے پرسی
نہ دانم ار گذری سوی بیدلان گاہے | کہ پرسشے کنی از بندہ یا نمے پرسی

بپرسشت دل اغیار دائماً جمع است
همیں ز حال پریشان ما نمے پرسی

ز حال صرفی غمگین بپرس بہر خدا
نمے شود دل او شاد تا نمے پرسی

تا کے مرا بہ تیغ جفا قصد جاں کنی
اخلاص و صدق بندہ بدل امتحاں کنی

شادم بہ وصل اگر نہ کنی بسملم مکن
تا چند از ستیزہ نہ این و نہ آں کنی

معمور ئی دیار عدم خواہی و مدام
از اہل درد قافلہ ہا را رواں کنی

جانم تو خود نہ بردی و گفتم کہ او برفت
تا کی بجان خویشتنم بدگماں کنی

گویا کہ ترک من جگرم آفریدہ اند
تا بہر تیر غمزہ نو آں را نشاں کنی

ہر چند وعدۂ تو نیامد و فا ولے
خواہم دلم بداں نفسے شادماں کنی

صرفی کہ پیر گشتہ ز غم در فراق تو
گر خوانیش بسوی خود از سر جواں کنی

گرفتار بت من زاہد بیت را ربا یستے
بہ فکر عاشقی از سبحہ اش زنار بایستے

ز شرح حال ما گفتار یاراں قاصر افتادہ است
بلا را خود زباں از بہر ایں گفتار بایستے

چو مردم در ہوائے قامت و رفتار موزونش
بخاکم سایہ آں سرو خوش رفتار بایستے

چہ حاصل گر ز غم خوابے نہ دارد چشم گریانم
شب غم بخت خواب آلود من بیدار بایستے

ہمہ غم ہای عالم نزد غم ہائے من است اندک
ہنوز ایں بیے و فاسے گو یدم بسیار بایستے

سپید از گریہ بی او گشتہ چشم ما سیہ روزاں
نصیب دیدۂ ما دولت دیدار بایستے

گہر ہائے سرشک از دیدہ مے ریزم چو صرفی
بہ زیر پای او ایں دیدہ گوہر بار بایستے

در دو کون است مرا یار یکے
دل یکے دارم و دلدار یکے

دہ در کشتن ارباب وفا
یار ما گشتہ بہ اغیار یکے

بہ جفایم مکش اے شوخ کہ نیست
چوں منت یار وفادار یکے

صبر من اندک و شوقم بسیار
ہست ایں اندک و بسیار یکے

نیست مانند من از تیغ غمت
سینہ مجروح و دل افگار یکے

روزم از زلف تو شد تیرہ کہ ہست
تار آں زلف و شب تار یکے

عشق یار است و مرا یار خوش است
صرفیا یار یکے کار یکے

ای صبا مشک فشان غالیه سا مے آئی
جان من یاد فدایت ز کجا مے آئی

بوی جان از نفست خسته دلان میشنوند
چون مسیحا به دم روح فزا مے آئی

وه چسان شکر قدوم تو کنند اهل صفا
کز آئینه دل زنگ زدا مے آئی

بارک الله ز تو دل خرم و جان خوشنود است
خیر مقدم ز ره مهر و وفا مے آئی

راحت سینه پر محنت عشاق ز تست
شادمان ساز دل غمزده ها مے آئی

غالبا مے رسی از روضه فردوس برین
یا ز سر منزل آن حور لقا مے آئی

سرمه دیده صرفی بکن از گرد رهش
اگر از کوی وے ای باد صبا مے آئی

جامه گلگون ز پئے کشتن ما مے آئی
ور نه خود گو تو بدین رنگ چرا مے آئی

خلعت تازه ببر دامن نازک میان
بکجا مے گذری و ز کجا مے آئی

این زمان کار دل و جان خرد دشوار است
که بصد فتنه و آشوب و بلا مے آئی

گر نه داری سر آزار محبان زچه رو
گره افگنده در ابروے دوتا مے آئی

از پی کشتن ما آمدن تست ولے
خاطرم خوش که بسوئے اهل وفا مے آئی

غارت صد دل و جان مے کنی ای تنگ قبا
همه را بسته بیک بند قبا مے آئی

بر سر خود ز خدا تیغ تو صرفی مے خواست
تیغ بر کف تو هم از بهر خدا مے آئی

ز خط سبز لب هایش نشان آن دهان یابی
نشان چشمه حیوان ز خضر غیب دان یابی

پس از مردن ز دلبر باز خواهی یافت جان لیکن
بمیر از بهر او بار دگر تا باز جان یابی

محو آب حیات اما اگر یارت بریزد خون
ز آب تیغ خون ریزش حیات جاودان یابی

وصال او که از نقد دو عالم قیمتش بیش است
بجان دادن اگر گردد میسر رائگان یابی

نشان ما چه مے جوئی ز نام ما چه مے پرسی
که از گم گشتگان او نه نام و نه نشان یابی

میان او نیامد نزد اصحاب یقین پیدا
گمانے بیش نبود گر نشانے زان میان یابی

نشان تیر مرگ آخر شوی صرفی درین عالم
اگر منزل کنی در ملک عشق از مرگ امان یابی

## غزل دیگر

بے او قدح ز دیدہ پرخوں کند کسے | بہ زاں کہ میل ساغر گلگوں کند کسے
تلکے بگریہ کہ بود خالی از اثر | دفع ملال خاطر محزوں کند کسے
لیلی وشاں بحال کسے کے نظر کنند | ہر چند کسب حالت مجنوں کند کسے
عشاق زار زار بنالند دمبدم | گر یار مہرباں نہ شود چوں کند کسے
مفتون چشم ساحرش افسوں گراں ہمہ | تسخیر او چگونہ بافسوں کند کسے
مارا اگر بجور براند از در ت | دل را چساں ز کوی تو بیروں کند کسے

صرفی چہ چارہ گر غم ہجرم مقدر است
تقدیر را چگونہ دگرگوں کند کسے

زندہ ام من بتو جاناں کسے | مرگ من فرقت تو جان کسے
گنج حسنی و نہ دیدم آباد | از تو کاشانہ ویران کسے
خلق فرماں بر تست و چہ عجب | گر نباشی تو بفرمان کسے
حال جمع است پریشان و نزا | چہ غم از حال پریشان کسے
مشکل است اینکہ ز چشمت بت من | بہ سلامت بود ایمان کسے

نہ نشست آتش قہرش صرفی
از نم دیدہ گریان کسے

یار من مست نہ خوردہ ساغر گلگون یکے | کشتہ او صد ہزار و او نہ کردہ خوں یکے
جامہ ما چاک چاک است و جگر ہم چاک چاک | مخلصانیم و درون ماست با بیروں یکے
خط رفتار تو خطے کہ دارم سرنوشت | در بیان کشتن من ہر دو را مضموں یکے
آں کہ گویندش کہ چوں او نیست کافر پیشہ | غیر تو نبود کسے آرے بود بیچوں یکے
در مقامات محبت فرق بسیار آمدہ | گر در اصل عشق فرہاد است یا مجنوں یکے
نزد سیلاب سرشکم مے نماید قطرہ | گہ ہم خواہند گشتن دجلہ و جیحوں یکے

ہر کہ عاشق گشتہ صرفی دادہ جاں در عاشقی
در طریق عشق بازی آمدہ قانوں یکے

قانون دلبر است ز عاشق تغافلے | رسم محبت است ز جاناں تحملے

حرزم دیار معنیم از راه صورت است
خواهم کنون ز مصحف رویت تفاولی

هر روز آفتاب رخت را ترقی است
نه چون مه دو هفته بهر شب تنزلی

از لطف پرسی از همه اما بپرسشم
یا رب چه علت است که ورزی تعللی

کمتر ملال ز باد خزان آهِ سردِ من
در گلشنی که آه کشم نشگفد گلی

راهیست پرمخاطره جان طریقِ عشق
نتوان قدم نهاد دران بی توکلی

صرفی حیات کشته تیغش عجب مدار
در بابِ این دقیقه به اندک تأملی

چون از دیار یار خود گردد مسافر بیدلی
او را اجل خواهد رساند از منزلی تا منزلی

شمع جهان افروزی و پروانه تو عالمی
اما نمی‌خواهم ترا چون شمع در هر محفلی

دریوزه نظاره داریم ازان چشم سیه
از اشک چشم بیدلان هر گوشه بنگر سایلی

غیر از جنون راه دگر نبود به کوی دلبران
پوشیده نبود این سخن میداندش هر عاقلی

از حاصلات دین و دنیا عشق بازان فارغند
در عشق از بی حاصلی خوشتر نباشد حاصلی

گفتم ز خوبان جلوه گر حق است و حقیت این سخن
واقف ز حق این سخن کی باشد از حق غافلی

در حل مشکلهای عشق از عقل استمداد جو
صرفی به امداد جنون آسان شود هر مشکلی

دلِ تاریک را می‌سازد ای ساقی منور می
ولی آن از شرابِ عشق می‌آید نه از هر می

رخت را آب و تاب دیگر است از نشأ باده
ز رخسار عرقناک تو ظاهر کرده جوهر می

زمی لب تر شد و در خرمن صبرم فتاد آتش
اگرچه تر نباشد آتش آمد آتش تر می

بهر حالی به از کار دگر می‌خوارگی آمد
بفصل گل ز دستِ ساقی گل چهره بهتر می

ز بهر روضه رضوان نخواهم ترک میخانه
به ذوقِ اهل وجدان خوشتر است از آبِ کوثر می

عذابِ روح تا کی می‌کشم از صحبتِ زاهد
بیا ساقی بده جامی که آمد روح پرور می

اگر جانانه‌ام ساقی شود صرفی ز لبهایش
شرابت میکند خاصیتِ آب بقا در می

بوصل دلبر خود با حجاب جان نرسی
اگر ز جان نکنی دل به دلستان نرسی

چو بر سر رهش افتی فلک مقام شوی
گمان مبر که ازین ره بر آسمان نرسی

زجور یار میندیش وصل اگر خواهی
اگر ز خار بترسی به گلستان نرسی

نشان وصل بروں از نشان کونین است
ازین نشان نه گذشته بآن نشان نرسی

اگر ز عقبهٔ هستی گذر نخواهی کرد
بعالمی که بود از فنا امان نرسی

براه کعبه مکن قطع بحر و بر که اگر
مقیدی به مکانی به لامکان نرسی

اگر ز جان و دل خویش نه گذری صرفی
از و بکام دل و مدعای جان نرسی

خامهٔ من دم تحریر صفات لب وی
رفت مستانه گرد اشت دوات از خم می

کاشکی نی بنوازند بزمش نفسی
که مگر یاد فغانم دهدش نالهٔ نی

میکشم جور و جفای تو و نتوان گفتن
کین همه جور تو تا چند و جفایت تا کی

صد گل تازه ز جای بدمد فصل خزان
که بر آنجا فتد از روی تو یک قطرهٔ خوی

از پی دلبر خود گر من بیدل نروم
هر کجا میروم آنجا اجل آید از پی

چند در دفتر غم بُرود کلک بلا
ای اجل زود خدا را بکن این دفتر طی

قال من ناصحنی لیس بشیء طور کی
گفتمش لیس بشیء گفتی او لیس بشیء

بدعتی هست نکو جان به محبت دادن
انا من ابدعها قد نسبت تلک الی

عاشقی آمده در مذهب مجنون واجب
انا فی مذهبه قد وجب العشق علی

چه عجب آرد اگر گرمی ایام تموز
نفس گرم من سوخته در موسم دی

قدمی چون بره زهد نهادم صرفی
عشق زد بانگ که برگرد ازین ره هی هی

گردیده گوش من دهن دمی صدای نی
افزوده جان من ز دمی جان فزای نی

نی در هوای عشق برآورد سر ز گل
جا در سرم گرفته ازان رو هوای نی

اسرار عشق بر من از آواز نی عیان
چنگ و رباب را بگذاشتم بجای نی

از صوت نی که سوی خدا میکشد مرا
جان میدهم برای خدا نی برای نی

نالی اگر دمم بنوازد دمی از کرم
بس بی نوا رسند بنوا از نوای نی

در محنتم ز نعرهٔ جان کاه واعظان
خواهم سماع نغمهٔ محنت زدای نی

صرفی مخدرات نهان خانه قدم
بیرون برآورند سر از رخنه های نی

## غزل دیگر

می خورم زهر بلا در طلب نوش لبی
طلبم را چه اثر گر نکند او طلبی

چند در عالم اسباب شوم سرگردان
خورم آن دم که به وصلش برسم بی سببی

از فدا کردن جان بی ادبی چون کنم
تیغی از غمزه بکش بهر چو من بی ادبی

طرب انگیز من دل شده آمد غم عشق
در دو عالم نبود خوشتر از اینم طربی

امشب افزون ز حساب است غم و محنت من
بدتر از روز حساب است ابد این گونه شبی

دایم از آتش هجران تو در تاب و تبم
هر نفس نالهٔ از آن دارم و هر لحظه تبی

لقب قیس به عشق آمده مجنون صرفی
من که محروم به غم عشق نه دارم لقبی

از هستی خویش است مرا با تو حجابی
خواهم که کنی رفع حجابم به عتابی

نظارهٔ خورشید جمالت نتوان کرد
از پردهٔ هیبت به رخ فگنت نقابی

از هر طرفی گشتم سوی تو شتافت
در گردنم از رشتهٔ سجاقت طنابی

در خواب چسان روی تو بینم شب هجران
هرگز چو نه دارم من محنت زده خوابی

من تشنه و از سخت دلی تیغ بر آبت
هرگز نه دهد تشنه لبی را دم آبی

ویران شده صد خانه ز سیلاب سرشکم
نتوان به جهان یافت چو من خانه خرابی

صرفی مگر از آتش اندوه دلت سوخت
کآمد ز درون تو مرا بوی کبابی

دلبر من فتنهٔ دوران توئی
آفت عقل و بلای جان توئی

کار دین بر مومنان مشکل ز تست
اهل دین را رهزن ایمان توئی

گریه بر شادی شب وصلت مراست
شمع من بر گریه‌ام خندان توئی

کشور جان را گرفته اهل حسن
آن سپه را شاه من سلطان توئی

ما به تو جانانه من زنده ایم
بیدلان را جان توئی جانان توئی

ای دل آن گل را چه غم زین آه سرد
همچو برگ بید از دل لرزان توئی

از مجانین دفتری بنوشته عشق
صرفیا سر دفتر ایشان توئی

## ایضاً دیگر

سرِ زلفِ سیه از سر شکستی | سراسر قدرِ مشکِ تر شکستی
چو خود ساقی شدی در بزمِ رندان | به دورِ من چرا ساغر شکستی
نمودی قامت و سروِ سهی را | ز پا انداختی و سر شکستی
شکستی سرِ شهانِ کج کله را | ز سر طرفِ کله چون بر شکستی
چرا بسمل نه کردی مرغِ دل را | چرا بربسته بال و پر شکستی
کشیده تیغِ مژگان و ز دل ها | به این یک تیغ صد لشکر شکستی
شکستی رونقِ زهدِ ریائی | چو حیدر رضی قلعهٔ خیبر شکستی
سپاهِ حسن را چون جلوه دادی | سپاهِ خسرو خاور شکستی

شدی صرفی مثل در نظمِ شیرین
چو در وصفِ لبش شکر شکستی

آمدی و کلبهٔ تاریک روشن ساختی | محنت آبادِ مرا خوشتر ز گلشن ساختی
بر سرم پا ماندی از راه کرم شکرِ خدا | مردمی کردی و جا در دیدهٔ من ساختی
روضهٔ رضوان کزین دیرِ مسدس برتر است | مسکنم را رشکِ آن باغِ مثمن ساختی
شکرِ این نعمت چسان گویم که ای جانِ جهان | با منِ دل خسته همچون روح در تن ساختی
ای ز خورشید و مه افزون رویت ز حسن | کارِ روزِ تیره ام بر وجه احسن ساختی

صرفی از لعل دُر افشانِ تو گوهر سنج شد
تا تو در ویرانه اش چون گنج مسکن ساختی

از راهِ دیده ام به دلِ من در آمدی | چون مه درون خانه ز روزن در آمدی
از یافتاده سرو و گل از شرم گشت آب | ای سرو لاله رخ چو به گلشن در آمدی
ای خلعتِ سیه بر سیم فامِ تو | چون مردمک به دیدهٔ روشن در آمدی
در صد هزار دل تو بیک بار شوخِ من | از روز سحر نرگسِ پُر فن در آمدی
ای زنده که جای گرفتی به کوی عشق | از تیغِ تیزِ مرگ به مامن در آمدی
ای جان ترا ز همرهی غم خبر نبود | او همرهِ تو بود چو در تن در آمدی
با یادِ دوست پای نهادی براهِ زهد | صرفی براه همرهِ رهزن در آمدی

## غزل دیگر

بیدلاں را میکشی ہر گہ ترحم میکنی
ہر بیدلے را گر تبسم میکنی

از سر طفلی چو کردہ مایل بازی دلت
میکنی تیغ جفا و قتل مردم میکنی

میکنی نازی و جانے مے بری از بیدلی
لیکن از مستی و بے پروائیش کم میکنی

قہر عالم سوز مے بینیم در خاموشیت
فتنہ را سر مے دہی ہر گہ تکلم میکنی

کاسہ کاسہ میخورم خونابۂ دل دمبدم
عشق مے گوید من تا کے تنعم میکنی

شاد زی ساقی کہ چوں میگویم از تقوی سخن
بر دہانم مہر از خشت سر خم میکنی

نور باطن ظاہر و میلت بہ حسن بے بقا
بر لب دریا چرا صرفی تیمم میکنی

با بکاشانۂ مہجور تو ننہاد کسے
نہ گشاید در ایں غمکدہ جز باد کسے

پیر گشتم بہ غم ہجر و بہ وصلم ننواد
چہ عجب پیر غلام ار کند آزاد کسے

وہ کہ دیوانہ ز تاثیر جنونم گردد
گر ز حال من دیوانہ کند یاد کسے

در بلائے عجب از غمزۂ تو افتادیم
در بلائے کہ فتادیم نیفتاد کسے

جز من خستہ کہ خوشحال ز بیداد توام
کس ندیدہ است کہ شد شاد ز بیداد کسے

در بیان سخن عشق عجب تاثیری است
ایں سخن کاش دہد شرح بہ زہاد کسے

صرفیا در دو جہاں شاد مبادا ہرگز
گر نباشد بہ غم عشق بتاں شاد کسے

دلم بردی و جاں ہم میدہم دیگر چہ مے خواہی
گشا آں لب تکلم کن بفرما ہر چہ میخواہی

ترا جز کشتن اہل محبت نیست در خاطر
نمیدانم ز قتل بیدلاں دلبر چہ میخواہی

کلہ کج ماندہ بر سر پریشاں بر سرت کاکل
بگو یارے چہ داری جان من در سر چہ میخواہی

پئے تسخیر ملک دل سپاہ غمزہ و نازت
چو ملک دل از آن تست ازیں لشکر چہ میخواہی

رقیبانت شر انگیز و جہانے از تو پر شور است
نمیدانم کہ اے بد خو ز شور و شر چہ میخواہی

بہ از وصف نیاز و عجز نبود شیوۂ عاشق
چو ایں ہا بیدلت دارد ازیں بہتر چہ میخواہی

چو روشن بے رخش صرفی شب و روزت نخواہد شد
ز خورشید جہاں تاب و مہ انور چہ میخواہی

## غزل دیگر

فخر تو خضر بیک چشمهٔ حیوان تا کے
صد چو این چشمه روانست ز یک قطرهٔ مے

جز رگ و پے بتنم ہیچ نماندست و مراست
دامے از بہر بہائے غم تو زاں رگ و پے

ناز تو رہزن دل غمزهٔ تو آفت جان
فتنه بر فتنه برانگیخته پے در پے

کاش نے روید از آں آب که ریزد چشمم
تا پس از مرگ بنالد ز غم من آں نے

کوه کن مانده به کوه است و به ہامون مجنون
کوه و ہامون ہمه را من به غمت کردم طے

خلق از گرمی و سردی بجہان تنگ دلند
عالمے ماست که انجا نه تموز است و نه دے

گر به اشیائے جہاں دیده گشاید صرفی
ہمه اشیائے جہاں در نظرش کالّا شی

چرا شیریں کلام من دہن را از سخن بستی
دہان خویش بستی و در مقصود من بستی

دل و جانم بتن باز آمدن زاں زلف نتوانند
غریباں را ره باز آمدن سوئے وطن بستی

سر از باغ جمالت سبزه و سنبل بر آورده است
عجب نقشے از آں بر صفحهٔ برگ سمن بستی

به مستاں رو نموده ساختی حیران ایں حسنش
ز پیچ و تاب حیرانی دہانش در دہن بستی

بصحرای ختن بردی نسیما بوئے از زلفش
ز بویش نافه در نافهٔ غزالان ختن بستی

فن افسون گری تعلیم تو استاد نا کرده
لب خود را گشادی و زبان اہل فن بستی

نکو کردی که صرفی دور از آں مه از رخ خوباں
بہانه کرده درد چشم چشم خویشتن بستی

ای اجل آخر بساط عمر من چوں طے کنی
کاشکے طی بساطم زیر پائے وے کنی

رخش شوقم جاں ستاں تیز است در راه طلب
کی توانی گرد اگر خواہی که آں را پے کنی

در دلت جا کرده چوں لیلی است ای مجنوں چرا
جست و جوئے او گہے در نجد و گه در حے کنی

چوں ہمیشه مستم از یاد لب میگون او
من نمی خواہم که مستم ساقیا در مے کنی

نامهٔ کز من بتو آمد نه خوانی ہرگزش
گر گشائی اندکے بازش ہماندم طے کنی

چوں کنی شرح فغان و نالهام در نامه اش
باید ای کاتب که کلک خویش را از نے کنی

صرفیا قوت تن زار تو از خون دل است
طعمهٔ زاغ و زغن را پرورش تا کے کنی

## غزلِ آخری | دیوان صرفی

زِ زلف اوست بہر تار صد ہزار گرہ
صبا چگونہ ازان تار تار میگذری

چو زلفِ خویش مبادا کہ بیقرار شوی
اگر دمے بہ دل بیقرار میگذری

کسے نہ کشتۂ تیغ تو خوں چہ مے بارد
نہ خوردہ بادہ چرا مست وار میگذری

چو نو بہار اگر میرسی پس از سالے
شتاب ہمچو نسیم بہار میگذری

زِ پرتوِ دل من خانہ ام شود روشن
بخاطرم چو تو شبہائی تار میگذری

ز ضعف جاں نتواند نفس زدن بہ تنش
چگونہ نالہ ازیں حال زار میگذری

زِ خاک رہ گذرت خاست غم دمد صرفی
بہر زمین کہ چنیں اشکبار میگذری

تمت الدیوان بعون الرب الرحمان فی تاریخ تسع و عشر من شہر شعبان المعظم سنہ [illegible]ھ بید احقر العباد راجی من رحمت رب العالمین احقر نور الدین کاملی حولی عفی اللہ عنہ جمیع سیئاتہ

# رباعیات و متفرقات از حضرت ناصح

نفس رفته و تو باز نیاید هرگز
دم آینده یقین نیست که آید یا نه

به دمے هست ترا کار الآں باشت
کارکن کار که آں دم گذرد مردانه

کار مردانه است اینست که آں یک دم را
گذرانی به تماشائے رخ جانانه

گر بسر دریک نفست به غنیمت دیدار بود
بخشد آں یک نفست دولت جاویدانه

چه سود از اعتکاف تو به خلوت‌خانهٔ عزلت
اگر باشد به آمال دوانی دل گرفتارت

تو در بازار و دل در مسجدت بودن از آں بهتر
که در مسجد تو خود باشی و دل باشد به بازارت

ایضاً

ز طعن زاهد و از احتساب محتسب غم نیست
ز پند هر که در درد عشق میداند دم تنگ آزارت

گلے بنمایدم سنگے که از بیگانه ام آید
ز دست آشنا برگ گلے هم بدتر از سنگارت

ایضاً

نگردد جز کثافت ظاهر از شعر سخن گوئے
که میخواهد دلش مدح لئیمان بهر یک درهم

سخن کے صاف باشد تا نیاید دل صفا آئے
اگر سرچشمه باشد تیره باشد تیره آبش هم

ایضاً

گر نه بیدار بود دل نه بود
نور دیدار از شب بے خوابی

حاصل از دیدهٔ بیدار ترا
نیست جز درد سر بے خوابی

ایضاً

ز هستی اگر داری مومنی
وگر نه توئی کفر را ملتزم

چو زنار این کفر بگسسته
قل آمنت بالله ثم استقم

ایضاً

سر سودائیت که پر هوس است
شد ز بار هوس نشسته به زمیں

از پئے سجدهٔ عبودیت
بر زمیں خود نے نهی تو جبیں

بلکہ از بس گرانیٔ آں بار

ہر زمانے سرت فتد بزمین

از صلٰوۃ و صوم و حج و سایر اعمال خیر
بامراد است آں کہ گردد معتقد حجے ترا

ہست مطلوبت کہ یابد نعمتِ جنّت حصول
در ریاست ناقبولی چند دارندت قبول

لایق درگاہ بیچوں نہ بود ایں اعمال تو

انمّا الاعمال بالنیّات بشنو از رسولؐ

گرت نیتِ جاں سپردن باوست
دلیلم بریں مدّعا بس بود

بہ درد خود از دوا است بابجے دوا
حدیث بکلّ امرءٍ ما نوٰے

ایضاً

برکرده خاک راه ملامت سراسرم
چوں خاستم کہ باز نہم پا بہ راہِ عشق

وز پا فگنده است دریں راہم اضطراب
آمد ندا بگوشِ دلم کن اجتناب

ایضاً

مشکن نان آں کہ سے شکند
بلکہ دشوار تر بہ نزدیکش

دلِ سخت وقت از شکستن نان
دادن نان بود ز دادن جاں

ایضاً

اے آں کہ آئین تو پیوستہ ریاست
نیست ایں شیوهٔ تو بے مشرکی

توبہ کردن ازیں آئین بہ
جائے لا یغفر ان یشرک بہ

ایضاً

خالقِ عالم بود بے عیب مطلق بیشکے
خویش را بے عیب گوئی و کساں را عیبدار

در بشر نسبت بہ افراد دگر پیغمبر است
لاف بے عیبی بر ست و عیب جوئی بدتر است

ایضاً

گر نہ ذکرِ خیرِ یاراں آمده آئین تو
عیب مردم گوئی و خود لاف بے عیبی زنی

بارے از نشر معایب باش خامش یک نفس
عیب ایں نبود ازیں بدتر کہ گوئی عیب کس

ایضاً

وہ نمیدانیم یارب از چہ رو

ایں ہمہ افتادنت در مردم است

فاش کردن عیب مردم صرفیا
فاش کردن عیب خود بر مردم است

سرّ پنہاں چو از دو گذرد | فاش گشتن عجب نہ خواہد بود

یا دم از محرمان اسرار است
کاں دو غیر از دو لب نہ خواہد بود

اگر سودای متبوعیت افتد در سرت صرفی | کنی با ایں ہمہ وسعت فضای دہر بر خود تنگ
براہ تابعیت گر توانی ماند پا محکم | بود جای تو عالم عالم و فرسنگ در فرسنگ

بایں سیرت ترا با خلق دایم صلح در صلح است
بداں صورت ہمیشہ با ہمہ جنگ افتدت بر جنگ

طعامے کہ در پیش مہماں کشی | بحد وسط گر بود صرفیا
لئیماں نہند نام مہمانِ تو | بسے طعن و لعنت کنند در قفا
معاذ اللہ ار اندکے کم بود | شود دشمنت تا بروز جزا
و گر بیشتر باشد آں گویدت | کہ لعنت ترا کشتیم نا اشتہا

برائے خدا میہماں را مجو
اگرچہ بجوئی برائے خدا

اگر یک عیب داری و ہنر صد مردم عالم | ہمے بینند آں یک را نمے بینند ایں صد را
نمے بینم نکو خوئے کہ داند نیک را از بد | نکو را بد نہ گوید می‌گوید نکو را بد

دیگر

محال است صرفی ز یاراں ترحم | بصد زاری خود گر کنی عرض
بفرضِ محال ار محال حسیں را | کنی فرض اما محال است ایں فرض
بقول نبیؐ وعدہ قرض است وایشاں | نہ خواہند ہرگز ادا کردن ایں قرض

بحق ملتجی شو کہ او کارساز است
وللہ ملک السمٰوات والارض

گرفتار زندانِ محنت اگر | خورد خون دل گو شود مضطرب
اذا اللہ یخرج لہ مخرجا | و یرزقہ من حیث لا یحتسب

فسانہ بُت خانہ داشت ابرہیم | بود ابلیس را بہ گردون رہ
بہ عنایت نگر کہ آخرِ کار
این لعین گشت وآن خلیل اللہ

بشنو این نکتہ را ز پیرِ ہرات | کہ برآب از رویِ خسے باشی
مگسی بر ہوا اگر بپری | دل بہ دست آر تا کسے باشی

دیگر

بر کسان گر تو رحم فرمائی | ہمہ کس بر تو رحم بنمایند
گر بہ دست آوری دلِ خود را
ہمہ دل ہا ترا بہ دست آیند

زہے دین پنا ہے کہ اندا ختہ | بر اہلِ جہاں سایۂ مرحمت
پئے نفع عالمش خدا آفرید | زحق خاصۂ اوست این موہبت
مفرّت بہ عہدش گریزاں کہ اوست | سراسر ہمہ منفعت منفعت
گر از نورِ فیضش فتد پر تَوے | قمر را بہ عقرب دہد میمنت
قضا کے تواند کہ شُغلے کند | بہ او تا نہ اوّل کند مشورت
چو اطفال در عہدِ قدسش آمدہ | ز فیضِ وَی ارواح را تربیت
زجاں زندہ ہرگز نباشد بدن | اگر جاں نیابد ازو تقویت
اگر خواہد آں زندگی بخش جاں | اجل را دہد لطفش این خاصیت
دمِ جلوۂ توسن ہمتش | بجولاں گہ دولت و سلطنت
زجز وے کہ نہ بود بجری پذیر | بود تنگ تر ساحت شش جہت
رسد دفعۃً لطف تو بے حساب | بر افتادہ گان رہِ مسکنت
دفاترِ دفاتر ز تقصیر ما ہست | نہ گنجد دراں حرفی از معذرت
خطا عفو بر دفتر ما بکش | چو داری بہ کف خامۂ مکرمت
فزوں ہر نفس باد لطفت بہ خلق
ترا دمبدم رفعت و منزلت

ایا شکستہ نوازی کہ ہر شکستہ دلے | زجورِ حادثۂ دہر در حمایت تُست

بجاه و حشمت تو کس نمی رسد بجهان — که برتر آمده از هفت چرخ حشمت تست
ستم به دهر برون کرده و غیر ستم — نه دیده ایم کسی را که در شکایت تست
بهر کجا که فقیری و بینوایی بود — موظف از کرم و لطف بی نهایت تست
وظیفه که کمین بنده داشت موقوف است — ولی خوش است که موقوف بر عنایت تست

رباعی

چون غم جانگاه زور آورد بر من روز هجر — از صبوری چاره جو گشتم من آشفته حال
ده که آن هر دو ترقی کرده اند آخر ولی — این ترقی در تنزل و آن ترقی در کمال

رباعی

در کعبه و سومنات معبود توئی — هر جا که سری نهند مسجود توئی
غیر تو کسی حمد تو نتواند گفت — یعنی بجهان حامد و محمود توئی

رباعی

ای من تو تو من ولی نه من تو نه تو من — بالکه تو مرا چو جانی و من چو بدنی
نی نی غلطم من و تو این هر دو توئی — غیر تو کسی نیست همین است سخن

رباعی

فتوی ده رندان می آشام توئی — میخواره کن قاضی اسلام توئی
میخانه توئی و می گلفام توئی — ساقی توئی و خم توئی و جام توئی

رباعی

ای فتنهٔ ایام بشهر آشوبی — در جذبهٔ عشق شهره در مجذوبی
خلقی بطلب گاری و تو سرگردان — غافل که تو هم طالب و هم مطلوبی

رباعی

ای آن که تو هم طالب و هم مطلوبی — هم یوسف و هم عزیز و هم یعقوبی
محبوب همه جهان توئی از خوبی — وین طرفه که هم محب و هم محبوبی

رباعی

ای بی غم تو نه ماتمی نه سوری — نی غمزدهٔ غیر تو نی مسروری
نظارهٔ خوبان جهان کار دم لیک — غیر تو نه ناظری و نه منظوری

ای افسر جاه بر سرت می بینم | چون ژندهٔ فقر در برت می بینم
هر لحظه به شکل دگرت می بینم | با صد صورت جلوه گرت می بینم

رباعی

کونی بحبیب هو عین الکونین | عینی که به نقطه بعین شده غین
آن نقطه حجاب بیت که چون در نگری | بالله که به زیر آن نه بینی جز عین

رباعی

مشغوف به ذکر خفیه بعضے ز طباع | بر غلغل ذکر جهر بعضے ز بقاع
چون جز تو نه ذاکرے و نه مذکوریست | جهریه و سریه چه دارند نزاع

رباعی

نزدیک تو آن مه و تو دُورای صرفی | غایب شده در عین حضورای صرفی
بر اوج ظهور است مه من لیکن | مخفی است ز شدت ظهورای صرفی

رباعی

پیوسته بحسن خود جهان آرائی | وین طرفه که رخ به هیچ کس ننمائی
از نور ظهور است نقابت یعنے | پنهان شده ز غایت پیدائی

رباعی

خورشید فلک که اوست سرچشمهٔ نور | فیضش همه را رسد چه نزدیک و چه دور
خفاش که از دیدن او محروم است | او را چه گناه و نور او را چه قصور

رباعی

نزدیک تر از من بمنی و دُوری | ظاهر تری از من و بمن مستوری
از آئینهٔ بُتان تو ئی در نظرم | وین طرفه که هم ناظر و هم منظوری

رباعی

کو سرو قدے سیمبرے غیر از تو | کو در دو جهان جلوه گرے غیر از تو
بودی و نه بود هاست ورای تو کسے | باشی و نباشد دگرے غیر از تو

رباعی

دلبر که ظهورش همه جا و همه سو است | بے جلوهٔ حُسن او نه مغز است و نه پوست

القصه جدا ز هیچ کس نبود دوست — یعنی همه وقت و همه جا با همه اوست

رباعی

در صومعه با زمرهٔ ابرار توئی — در میکده با مردم میخواره توئی
با خلوتیان و اہل بازار توئی — یعنی همه جا با همه کس یار توئی

رباعی

غیر تو نه گل و لاله نه خار و نه خس — عین تو همه کس و تو عین همه کس
گر غیر تو باشد و سوائی نبود — آن غیر و سوی عین تو خود باشد و بس

رباعی

گه مهر و گہے ماه تمامت گویم — گہ سرو و قد کبک خرامت گویم
ہر جلوهٔ تو نام دگر مے طلبد — در حیرتم آیا بچه نامت گویم

رباعی

گه جلوه ات از فرشته گاہے ز بشر — گاہے ز گل و لاله گہ از شمس و قمر
ظاہر ز همه در همه جائی تو اما — ہر جا به لباس دگر و نام دگر

رباعی

از کثرت اختر و مه و مهر و فلک — در وحدت ذات نور یکے باشد شک
ہر کس که یکے دو بار گوید دو شود — اما نه بود ذات یکے بیش از یک

رباعی

شاہے که منم بندهٔ دیرینهٔ او — او گنج کمال و بنده گنجینهٔ او
من ظاہرم از وے و وی از من یعنی — او آئینهٔ من و من آئینهٔ او

رباعی

باید که ز سر عشق آگاه شوی — در عالم توحید شهنشاه شوی
الله پرستیت نه دانم تا کے — سعئے بنما که خود تو الله شوی

رباعی

پیوسته سخن سرایم و نکته فروش — با آن که زبان من خموش است و خموش
تا وا شده گوش و ہوش و چشم و دل من — گه گوش من است چشم و گه چشم گوش

رباعی

چون پرتوِ انوارِ تو یابم در خود — گر ناز کنم بر مہ و خورشید سزد
لیکن نظرم بہ ظلمتِ خود چو فتد — دانم بہ یقین کہ بدترم از ہر بد

رباعی

اے عقل مرا ساختہ عشقِ تو زبون — گر دیدہ بہ وادیِ جنون راہنمون
مجنون تو عاقل است و عاقل مجنون — این طرفہ کہ شد جمع بہم عقل و جنون

رباعی

خوش آن کہ بہ عالم است از فیض و فتوح — پیدا ابِ آگہیش بہ رویش مفتوح
من یذبت نفحہ وصفوتِ قلبہ — کناس مزابل بمکناس الرّوح

رباعی

گیرم کہ خطا ز عارف آید امّا — نسبت بہ وی از خطا کنی ہست خطا
گر قصۂ خضر و موسیت معلوم است — زنہار زبان با عراضش مکشا

رباعی

واصل کہ بہ مستیِ لقا مسرور است — ہشیار اگر نشود معذور است
چون قطرہ صفت محو روان دریا گشت — باز آمدنِ قطرہ ز دریا دور است

رباعی

گر در نفسے دو عید باشد چہ بعید — فرخندہ سعیدے کہ دمے کرد سہ عید
از یک دو سہ عیدم نزد بشدہ ولے — افزون ز ہزار عید در یک دم دید

رباعی

تا در طلبِ او نہ کشی صرفی رنج — از گنج وصالش نہ شوی گوہر سنج
بے رنج میسر نہ شود گنج ولے — ما رنج کشیدیم و نہ شد حاصل گنج

رباعی

وصلِ تو یکے را سببِ راحتِ جان — وز محنتِ ہجران دگرے نالہ کنان
لیکن منِ گم گشتہ دے بے نام و نشان — نے محنت ازین دارم و نہ راحتِ جان

رباعی

ازاں

خوش آن که فرو رفته به دریای فنا — قد صار کان لم یکن شیئاً اصلا
بگسسته ز ماسوای و پیوسته بحق — باقی بخدا و فانی از غیر خدا

رباعی

ای ساخته منزل به سر کوی فنا — خواهی که شود جای تو بر اوج بقا
فانی رفتن اگر توانی گشتن — باقی بخدا شدن توانی بخدا

رباعی

گیرم که ز غیر حق چنانی بی خبری — گر هر دو جهان در دو جهان بیخبری
لیکن گر از آن سبب خبری با خبری — خود بی خبری نباشد آن بی خبری

رباعی

خوش آن که شراب وحدت او را قوت است — وارسته ز قید عالم ناسوت است
آزاد شده از ملکوت و جبروت — آرامگهش بطارم لاهوت است

رباعی

فرخنده کسی که رفته از علم بعین — طی کرده همه مراتب ما فی البین
اوصاف و نعوت واجب و ممکن را — چون برزخ جامعی است بین البحرین

رباعی

از رخ چو نقاب صفت انداخته ذات — داده است مرا ز قید اوصاف نجات
در لجه بیکران ذاتم غرق — ایمن شده از زحمت امواج صفات

رباعی

سوی حرمش نیافتم اصلا ره — تا مرشد عشقم نه نمود انجا ره
این مرشدم اسرار نهان کرد بیان — طوبی لمن اذ به دعت ارشاده

رباعی

خواهی که شود بقاف قربت منزل — سیمرغ صفت بال و پری کن حاصل
حاصل نشود این پر و بالت هرگز — یک لحظه اگر غافلی از بیضه دل

رباعی

دل کعبه دار کان وی این چار ستون — در طلب محبت و شوق و جنون

احرام طواف عمره و حجش را    میقات برون ز عرصهٔ کن فیکن

رباعی

عمرے اگرت به کعبه باشد منزل    حج تو و عمره ات بود بے حاصل
هرگز نه شوی به کعبهٔ جاں واصل    بے آں که کنی زیارتِ کعبهٔ دل

رباعی

اے بادیه پیماے رهِ کعبهٔ گِل    از فیض و فتوحِ کعبهٔ دل غافل
ایں کعبهٔ تو بود به ربّ الکعبه    یک کهنه رباطی به رهِ کعبهٔ دِل

رباعی

اے آں که دلت راست بصد جا منزل    جا یافتنے به کوے دلبر مُشکل
دامانِ وصال او به دست آوردن    ممکن نه بود تا نه به دست آری دل

رباعی

دل تازه بهارے و جهاں خرم ازو    گل گل بشگفته گلشنِ عالم ازو
دل بحری و یک دو قطره بر روی زمین    آئینهٔ اسکندر و جامِ جم ازو

رباعی

صحرای دل افزوں ز جهاں آمده است    بیروں ز زمین و آسماں آمده است
از وسعت آں عجب مدا اں که دارد    گنجایش آں که لامکاں آمده است

رباعی

صرفی دل تو نه مضغهٔ مشهور است    پاکیزه تر و لطیف تر از نور است
از مضغه که گویند دلش خواهد بود    چوں زنگیکے که نام او کافور است

رباعی

روزے که شوم مست و خراب ای ساقی    مے میرم و جاں ز غم کباب ای ساقی
هرگز نه شوم پاک به آب اے ساقی    غسلم نه دهی جز به شراب ای ساقی

رباعی

ساقی بدِه آں مے که سرورم بخشد    زنگ از دل من زدوده نورم بخشد
هوش و خردم برده شعورم بخشد    غایب ز خودم کرده حضورم بخشد

رباعی

ساقی بدہ آں مے کہ نشاط انگیزد
از جوش و خروش آں خرد بگریزد
یک قطرہ چو محتسب بریزد قاضی
خواہد کہ بحکم شرع خونش ریزد

رباعی

ساقی بدہ آں مے کہ ز یک قطرۂ وی
گر میتِ صد سالہ خورد گردد حی
ہر چند سبو سبو کشم پے در پے
ز تشنگیم تمام گردد نہ مے

رباعی

ساقی بدہ آں مے کہ جہاں از نورش
روشن شود ار رہی شب دیجورش
خورشید دریں مزرعۂ سبز فلک
یک حبہ بود ز خوشۂ انگورش

رباعی

ساقی بدہ آتشے کہ ہست آب بقا
نارے است برافروختہ از نور لقا
از شعلۂ او از تجلّے سر بد
یک لمعۂ او وخرّ موسیٰ صعقا

رباعی

ساقی بدہ آں نیرِ خورشید شعاع
آں صیقلیٔ زنگ مرایائے طباع
آں بادہ کہ صحو و سکر در نشأۂ او
یارند بہم ہیچ نہ دارند نزاع

رباعی

ساقی بفضای خرد و عرصۂ جاں
گلگوں شراب ناب را ساز رواں
وہ طرفہ کمینے کہ ز گرمی گندد
در کوچۂ تنگ رگ و پے غمزہ زناں

رباعی

ساقی بنہ آں جام شرابم بر دست
کز ہستیِ خود بداں توانم وارست
آں بادہ کہ جرعۂ ازاں ناخوردہ
از یاد و خیال آں شوم بیخود و مست

رباعی

ساقی قدحے دارم ازاں بادہ ہوس
کز تاکش اگر سایہ فتد بر سر کس
آں کس رود از خود و شود بیخود و مست
بیخود کند و مست سازش آں سایہ و بس

رباعی

ساقی ز مے آتش نہ بود سوزاں تر
تر خشک شود ز آتش و این آتش
ہر قطرۂ او آمدہ سوزاں اخگر
بر خشک اگر فتد کند آں را تر

رباعی

ساقی بدہ آں بادہ کہ بےغش باشد
دل مے کشدم بہ بادہ و نسواں یافت
تا خاطر محمد بدہ دست خوش باشد
جز دختر رز بتے کہ دلکش باشد

رباعی

ساقی قدح آئینۂ انوار ازل
خوشتر بود از آئینۂ اسکندر
در آئینگے رتبہ اش اعلا و اجل
کو آمدہ آئینۂ حق عز و جل

رباعی

در آئینہ قدح ببیند از نظر
ہست این قدح آئینہ آئین خوشتر
آں حسن کہ ہرگز نسواں دید دگر
از جام جم و آئینۂ اسکندر

رباعی

ساقی می ناب آمدہ بیحد رنگین
بے رنگ چو رنگ بادہ چوں جلوہ گر است
رنگش ببرد زنگ ز دلہاے حزین
از جام شراب صبغة اللّٰہ ببین

رباعی

در دیر مغاں کسے معزز باشد
رندے کہ بر کابین دہدش نقد دو کون
کامد ز طلب دخترک رز باشد
عقدش بچنیں کسے مجوز باشد

رباعی

زاہد کہ بہ دولت صفا فائیز نیست
ساقی نہ دہی دختر رز راہ بدو
او را بہ قدح مناسبت ہرگز نیست
عقدے بہ کفوش نہ بود فائیز نیست

رباعی

آں مے کہ بہ دور قدحش ہست این خط
گر عزم تو دی بود کہ فردا بخورم
کو لطف برد بہرہ سبز و اد بہ خط
منت بکند و بنہ بر آں عزم فقط

رباعی

ساقی سکرات مرگ نہ بود آساں
زیں محنت مشکلم بجامے برہاں

کز مستیم از مرگ نباشد خبرے
نے ز آمدن اجل نہ از رفتن جان

رباعی

خوش آن کہ دلش صاف ز ہر رنگ شود
بیروں ز رہ آشتی و جنگ شود
با دلبر من کہ رنگ او بے رنگی است
ہم رنگ کسے شود کہ بے رنگ شود

رباعی

سودائے محبتیم بہ دل ساختہ جا
ہرگز نہ کنیم جز سخن این سودا
دعوای پیمبری نہ دارم امّا
گویم بخدا این سخن از وحی خدا

نسخہ: محبتش بردم

رباعی

گاہے ز محدثین و گاہ ز فقہا
گاہ از متکلمین و گاہ از حکما
تا چند کنی نقل روایات بما
با ما سخنے گو کہ شنیدی ز خدا

رباعی

تا چند رہ بحث و جدل پیمودن
تا کے بہ رہ مدرسہ پا فرسودن
باید ز ہمہ تکلفات آسودن
تا وارث انبیا توانے بودن

رباعی

اے بر ورق سیاہ افکندہ نگاہ
تا چند ز ظلمت طلبی نور الٰہ
چشم تو ز بس مطالعہ گشتہ سفید
نسخہ: سپید
امّا دلت از دود چراغت سیاہ

رباعی

اے رنج بسے کشیدہ در کسب علوم
وز معرفت حقیقت خود محروم
با این ہمہ علم چون نہ دانی خود را
مشکل کہ بود خدای خویشت معلوم

رباعی

اے از پئے کسب علم در رنج و تعب
نے روز ترا فراغت از کسب نہ شب
گر علم الٰہی طلبی یار عزیز
آسودہ نشین ز کسب و فارغ ز طلب

رباعی

تصقیل دل از کدورت جسمانی
تنویر وے از تجلی سبحانی
ہرگز تو بہ سعی و کسب خود نتوانی
یعنی بود از مواہب رحمانی

رباعی

کو آن کہ بہ راہِ طعن ما نشتابد
گوئیم دعا جوابِ دشنام کساں
کو آن کہ نباشد او بما اصلا بد
ما با ہمہ نیکیم و ہمہ با ما بد

رباعی

زہرے کہ بود اشدِّ اسباب ممات
از بہر مکافات بکامش بنہم
خصمے کہ بمن دہد خورم ہمچو نبات
شہد و شکر آمیختہ با آب حیات

رباعی

از ردّ و قبول ناقصاں بیزاریم
خلقے است بما منکر ازاں رو کہ بحق
مستیم ولے بہ کارِ خود ہشیاریم
علمے کہ نہ دارد دگرے ما داریم

رباعی

سرّے کہ بود بہر کسے میدانیم
اسرار ازل کسے نہ داند اما
ماہیئت ہر خشک و ترے میدانیم
چیزے کہ نہ داند دگرے میدانیم

رباعی

با آں کہ نقاب از رخ خود بکشودیم
بودیم و نبود غیر ما موجودے
ہر لحظہ رخ از آئینہ بزدودیم
ہستیم چناں چہ پیش ازیں ہم بودیم

رباعی

من رام وصال حبنا یا احباب
آں را کہ ادب نباشد انسان نبود
فلیسع و لھتم بحفظ الآداب
یعنی کہ بود ذیلے ادب داب دواب

رباعی

گفتم کہ ز ہجر تو مرا جاں بہ لب است
گفتم کہ طریق دولتِ وصل تو چیست
گفتا کہ بہ ہجر ماندن تو عجب است
گفتا ادب است و ادب است و ادب است

رباعی

رندے کہ ز فیض فضل فیاضِ احد
در میکدۂ افاضۂ مصطفوی
در راہ ادب بہ او رسیدہ است مدد
جامے ز مئے آدبنی ربی زد

رباعی

رباعی

آں را کہ درونِ سینہ دردِ طلب است — یک لحظہ خلافِ ادب از وی عجب است
گویند اطاعت است بہتر ز ادب — گوییم کہ در جہاں کمالِ ادب است

رباعی

گر بر لبِ تو نہادہ جانانہ لب است — ور بر کفِ او بہر تو جامِ طرب است
ہر چند کہ از تو آں ہمہ بے ادبی است — چوں مرضی او آمدہ عینِ ادب است

رباعی

در کوی ادب اگر ترا جا نبود — در ہر دو جہاں غیر تو رسوا نبود
تعریفِ ادب چیست کہ در ہر دو جہاں — چوں مرضی او مرضیت اصلا نبود

رباعی

یارے کہ جہانے بہ بہش در تنگ و پوست — روئے دلِ من بہ سوے او از ہمہ اوست
راضی بہ فراقتم اگر آں مرضی او است — یعنے کہ بود مرضیِ من مرضیِ دوست

رباعی

نے آرزوی ساغرِ پُر مے باشد — نے میلِ دلم بہ نغمۂ نے باشد
خوں خوردنِ من چو مرضیِ وے باشد — جز مرضیِ وے مرضیِ من کے باشد

رباعی

داریم بتے کہ با محبّاں بدخو است — عاشق کُشی و ستمگری شیوۂ او است
با غیر شکایت نتواں کرد ز دوست — از وی ہمہ اگر بنالیم نکو است

رباعی

از ناز و نیازِ عاشقِ زار غرض — ہر چند کہ ظاہر نکند یار غرض
کاریست عجب عاشقی و معشوقی — نالنے و نیاز نیست ازیں کار غرض

رباعی

خوش آں کہ بود یار بہ عاشق دمساز — از ہم گلہ کنند در گوشۂ راز
ایں گریہ کناں فتادہ تا فرشِ نیاز — واں خندہ زناں نشستہ بر مسندِ ناز

رباعی

زادِ رہِ عاشقی توکّل بہتر
در عالم اسباب تعلّق بہتر
از یارِ جفاپیشہ تغافل بہتر
وز عاشق جور کش تحمّل بہتر

رباعی

ترکِ طلب ریاست و جاہ بگو
حرفے زدہ خدا و ہمراہ بگو
در کنج قناعت ز ہمہ بگسستہ
بنشین و توکّلتُ علی اللہ بگو

رباعی

اے صدر نشین صفۂ صدق و صفا
ظاہر ز تو سرِّ حسبنا اللہ و کفے
بر خاک درت روے نیاز عُرفا
بر وجہ کمال است کما لا یخفےٰ

رباعی

مرزائے لطیف طبع پاکیزہ خصال
باشی بہ پناہ ایزد از ہمہ حال
مشغول جہان و از جہان فارغ بال
در عین کمال و ایمن از عین کمال

رباعی

ای سرور اہل جاہ و اصحاب جلال
در مدحِ تو حیران خرد و ناطقہ لال
شرح ہمہ اوصاف تو از اہل مقال
نے فرض محال بلکہ فرضی است محال

رباعی

اے زُبدۂ خانوادۂ مُطّلبی
عالی حسبی چنان کہ عالی نسبی
تو فخرِ ہمہ آل نبی عربی
مائیم غلامِ نبی و آل نبی

رباعی

یامن بکمالہ تعالے وسما
ماغیرک صاد فی المعالی وہما
اعطیت لنا
قد صرت امامِ اہل ارض وسما

رباعی

یامن ہو صار فی المعالی علما
قد عجز عن وصفہ عقول العلما
لایعلم کنہ وصفک لولا اللہ
واللہ محیط کل شیئٍ علما

رباعی

اے آن کہ توئی خلیفۂ یزدانی
بر فرق تو زیبد افسر سلطانی

در هر دو جهان ترا تصرف دادند　　اکنون تو کن آن چنان که خود میدانی

رباعی

ای تاجوران دهر شرمندهٔ تو　　ای افسر عز و جاه زیبندهٔ تو
تو سرور و سروران سرافگندهٔ تو　　تو پادشه و پادشهان بندهٔ تو

رباعی

ای کشور معنیت همه زیر نگین　　در ملک ولایت تو کنون تخت نشین
در خدمت تو بهر مبارک باشے　　آیند ز آسمان ملایک به زمین

رباعی

شاها به درت هر که بخدمت برسد　　از خدمت تو براوج دولت برسد
پیوسته من از دعای خود در رشکم　　کو پیشتر از بنده بحضرت برسد

رباعی

جا جز به درت اهل سعادت نکنند　　رو جز بتو ارباب ارادت نکنند
پابوسی تو عبادتے هست عظیم　　فرمای که منعم ز عبادت نکنند

رباعی

از لطف تو کامده است جاودانه　　با بهره هم آشنا و هم بیگانه
محصول همه مزرعهٔ سبز فلک　　از خرمن لطف تو کم از یک دانه

رباعی

ای از کرمت جهان ویران معمور　　وز پرتو لطفت همه عالم پر نور
افتاده ام از درگه تو دور ولے　　چون لطف تو عام است چه نزدیک چه دور

رباعی

خواهم که فزون دمبدم از لطف خدا　　در صورت و معنی بودت عز و علا
هر چند که پیوسته دعاگوی توام　　اما چه حد من که کنم عرض دعا

رباعی

ای مخزن اسرار ازل سینهٔ تو　　پر نور ولایت دل بے کینهٔ تو
از روز ازل باز من و بندگیت　　یعنے که منم بندهٔ دیرینهٔ تو

رباعی

ای حق تو رمن بره حق طلبی
من بندۂ تو فداک امی و ابی
هرچند که قالبم ز تو دور افتاده
القلب لدیک بالنبی العربی

رباعی

جز بندگیت مرا ز دنیا چه غرض
جز خدمت آں درگه والا چه غرض
هردم به عریضهٔ کنم گستاخی
جز عرض دعا مرا ازینها چه غرض

رباعی

ای روی دل از هر طرفی سوی توام
تن دور ولی جاں بسر کوی توام
خواهم به دعا دولت دیدار ترا
یعنی که باخلاص دعاگوی توام

رباعی

صرفی که وجود او بحکم عدم است
بدتر ز بد افتاده و کمتر ز کم است
لایق نه بود یادش نه کنند
ور خود بکنند محض لطف و کرم است

رباعی

ای خواجه حکیم لطفت از غایت نیست
محرومی من ز لطفت از قلت نیست
یادم که نمی کنی دراں حکمت چیست
چوں فعل حکیم خالی از حکمت نیست

رباعی

دیدار توام نگشته هرگز حاصل
داده به دل من ز غم عشقت منزل
وصف تو شنیده گشته ام عاشق تو
عشق تو درآمد ز رہ گوش به دل

رباعی

پا کرده ز سر آمدم ای بنده نواز
تا دیده کنم بر مه رخسار تو باز
بوسیده درت را به لب عجز و نیاز
محروم ز دیدار تو برگشتم باز

رباعی

بر صفحهٔ زردگوں ز شنگرف نگار
کردم من اگر نامه ات ای لطف شعار
چوں بر رخ زردم اشک سرخ از غم تست
کردم بتو حال خود بایں رنگ اظهار

رباعی

دیر است که از دوست پیامے نرسید — از لعل لبش دلم بکامے نرسید
اے پیکِ صبا ز من دعایش برساں — ہر چند ازو بمن سلامے نرسید

رباعی

دردا که طبیب ماند بر نبض تو دست — از رنج تن تو جان عشاق بخست
از صحتِ ذاتت خبرے میگفتند — اَلمِنّۃُ لِلّٰہ که بصحت پیوست

رباعی

یارب ہمہ عالمت مسخر بادا — قدر تو ز نہ سپہر برتر بادا
چوں دولت صوریت ز لطف ازلی — ہم دولت معنوی میسر بادا

رباعی

اے آنکه ز اسرار ازل آگاہی — از فیض تو بہرہ ور ز مہ تا ماہی
نام تو حبیب الله و در ہر دو جہانی — مدحِ تو ہمیں بس که حبیب اللٰہی

رباعی

ای آمده گنجینۂ حق سینۂ تو — اسرار ازل گوہر گنجینۂ تو
این طرفه که از تجلیِ گوناگوں — تو آئینۂ حق و حق آئینۂ تو

رباعی

اے بنده بخدمتت سراسر تقصیر — اے وائے اگر تو بنگری بر تقصیر
تقصیر مرا اگر نگری خواہی دید — افتاده بصورتم مصور تقصیر

رباعی

اے سوی تو روی دلِ اصحاب صفا — آموخته من سگت آدابِ وفا
جز حرف محبتِ تو نقشے و خطے — نه بود بہ نگینِ دلِ اربابِ وفا

رباعی

ای بر ہمہ خاص و عام احسان تو عام — ہر کس ز عموم التفات تو بکام
انعام تو عام است چوں من مسکین — محروم چساں ماند از نیساں انعام

رباعی

اغیار که خواہدم جدا از رویت — صد بار اگر بر اندم از کویت

چوں هست به دل کمندم از گیسویت — بازآورد آں کشاں کشانم سویت

رباعی

صد زخم بلا اگر بدل از تیغ غم است — سوگند که آں هنوز بسیار کم است
از لذت آں زخم گرفتن حظے — زاں پیش که مرهمے رسد مغتنم است

رباعی

از درد به اتفاق داریم مزه — در محنت اشتیاق داریم مزه
دیدار نصیب هر که باشد گو باش — ما از الم فراق داریم مزه

رباعی

در مسجد اگر نمے نهی روی نیاز — انجا ز نماز کی شوی محرم راز
از راه نیاز گر درائی به کنشت — ناقوس کنشت گویدت بانگ نماز

رباعی

از رشک ریائی ابروے دو رخ — آں آب نه شوید نه دل شیخ وسخ
نه بود عجب از بروت باطن او — گر آب سر رشک بر رخش بندد یخ

رباعی

اے از دلک تیره تر ادم تیره — وے از دم تیره تو عملے تیره
از باطن ناصاف محوطا هر صاف — سر چشمه چو تیره آب او هم تیره

رباعی

از بسکه تن من ز غم هجر گداخت — المنة لله که مرا کس نشناخت
بیگانه خیال کرده یارم بنواخت — نشناخته طرح آشنائی انداخت

رباعی

صرفی که شب و روز ز غم عشق اندوخت — از لوح ازل حرف محبت آموخت
بفروخت به سودای بتاں دنیا و دین — اے واے بر آں که دیں به دنیا بفروخت

رباعی

میخواست اجل به تیغ غم خونم ریخت — نا لوطیه اش بلای هجراں انگیخت
بیں چستی جانم که ز هجراں بگریخت — در دامن زلف دلستانم آویخت

رباعی

از بسکه غم هجر کند بر من جبر — دردا که مرا نه اختیار است و نه صبر
دودِ دلِ سوخته ام بندد ابر — تا آب زند بعد وفاتم بر قبر

رباعی

گر دهر تو دهد جا، دو سه روز به تخت — بر خاک سیاهت آخر اندازد رخت
از بخت به کف دامن دولت داری — سعیت نکند سود چو برگردد بخت

دهر

رباعی

ما را نه سرشک سرخ و نے چهرهٔ زرد — نے نالهٔ گمی حزین و نے آهنگ سرد
نے آں که گہے به درد ما پے برد — هستیم سراسر همه درد و همه درد

رباعی

سالک بکار خویش صاحب حزم است — بر طے مقامات سلوکش عزم است
زاهد متمسک است و عارف جازم — عاشق بری از شک و تهی از جزم است

رباعی

اے عالم شهر بشنو این نکته نغز — از راه صفا و صدق زنهار ملغز
مغز آمده درد عشق و باقی همه پوست — با پوست قناعت نتوان کرد ز مغز

رباعی

خوش آں که ز بادهٔ محبت مست است — وز مستیِ ایں باده ز خود وارست است
وارستگیش آں که ز خود بگسست است — بگسسته ز خود به یارِ خود پیوسته است

رباعی

خوش آں که براهِ دوست مردانه گذشت — نے کوه آمد مانع راهش نے دشت
در هر قدمش رسیده بر سر پیهم — صد تیغ بلا و لے ز ره باز نه گشت

رباعی

چشمے که دمے ز دردِ جانکاه نخفت — گرد از مژه جاروب ره دوست برفت
زاں درد که در دل منش عشق نهفت — مے باید مردن و سخنے باید گفت

رباعی

باغیر ازاں لعل لب شکر خند
خواہم بجزم بہ نقد جاں دُرہا بیت

در باری رائگاں خدا را مپسند
خود گو کہ بایں نقد ازاں درہا چند

رباعی

گاہے ہوس عیش و نشاطم شب بزم
در عالم ہستی ہمہ ایں تفرقہ است

گہ وسوسۂ جنگ و جدالم صف رزم
دارم بسر آمدن ازیں عالم جزم

رباعی

چوں خاک بگشتہ سر براں رہگذرم
ایں طرفہ کہ شیشۂ دل ایں خستہ

غیر از سر خود نامدہ یاد دگرم
فرمای بہ تیغ خویش از محض کرم

رباعی

صرفی کہ دل خویش بہ زلفت بستہ
تیغ تو خلاص سازد از بار سرم

از خود بگسستہ و بتو پیوستہ
ہرگز نشدہ دست تا نہ شکستہ

رباعی

کی لایق تو بندگیٔ بندہ بود
تقصیر بہ بندگی و می زندہ بداں

بل موجب شرمندگیٔ بندہ بود
مردن بہ ازیں زندگیٔ بندہ بود

رباعی

ساقی نہ بود جز بہ مے آسودہ گیم
آرایش آب و گل دلم را تا کے

مپسند بہ غم ایں ہمہ فرسودہ گیم
کو آب عنب تا برد آلودہ گیم

رباعی

دارم دلے و زندہ ہر آزردہ گیش
جز با غم عشق دل نباشد زندہ

از کشمکش زمانہ افسردہ گیش
باشد بہ غم دنیو دیں مردہ گیش

رباعی

بے بندہ گیت فرحت آزادہ گیم
از نقش دوئی لوح دل من سادہ

در عشق سرافرازی افتادہ گیم
محو خودیم ز غایت سادہ گیم

رباعی

بدخوئی و بداندیش نگارے دارم

بے رحم و ستم شعار یارے دارم

جان پاره و دل خون جگر چاکم کرد
گو باد که هنوز با تو کاری دارم

رباعی

نی جز بخم زلف تو وابستگیم
نی جز به غم عشق تو پیوستگیم
وارسته ز غیر تو بتو پیوسته
وابستگیم ببین و وارستگیم

رباعی

هرگه که رقیب او بمن خواری کرد
اظهار طریق عاشق آزاری کرد
تیغی زد و جانم ز تنم کرد خلاص
دلبر چو درین واقعه‌ام یاری کرد

رباعی

ای قبلهٔ مقبلان عالم رویت
وی روی همه اهل سعادت سویت
من داشته صحبت بدرگان کویت
دل گوشه نشین به گوشهٔ ابرویت

رباعی

یاری که بود بنده نوازی کارش
با اهل وفا نیست سر آزارش
محرومی من ز دولت دیدارش
از بخت من آمده نه از کردارش

رباعی

هرجا که بود جلوه کنان دلدارم
جان بردن ازان معرکه باشد عارم
گر دل برود جان بستاند یارم
با دل جان نیز دادن آمد کارم

رباعی

داریم بتی که با غمش مسروریم
از عشق بجان سپردنش مأموریم
بی آن که ستاند از ما او جان نه دهیم
حرفی نتوان گفت که ما معذوریم

رباعی

شبهای فراق تو بمن یارب ها
پیوسته روان ز دیده ام کوکبها
دارم بتی از آتش هجران شبها
گز وی چو سخن کنیم بسوزد لب ها

رباعی

تا کی ز تب هجر بسوزم شب ها
تبخالهٔ جان سوز بود بر لب ها
چون دست به نبض من طبیبی بنهد
از یک تب من بگیرد او را تب ها

رباعی

صاحب نظری که عاشق است ای صرفی ... ور دعوی عشق صادق است ای صرفی
گر خواهد اجل که جان ستاند شب هجر ... ای جان به اجل موافق است ای صرفی

رباعی

در دا که به کوی تو رسیدن مشکل ... ور خود برسم روی تو دیدن مشکل
تیغ تو چو نیسم بسملم بگذارد ... بر خاک در آن کوی طپیدن مشکل

رباعی

چشم تو پی فتنه برانگیختن است ... تیغ مژه ات بقصد خون ریختن است
زلف تو هزار جان سودازده را ... از یکسر مو در پی آویختن است

رباعی

از بسکه رقیب خواهد آزردن من ... مشکل بود از جفاش جان بردن من
بر من در دوزخ ار گشاید چه عجب ... گر بر سر من رسد بود مردن من

رباعی

کار تو جفا ز غیر آموختن است ... بزمش ز رخ خویش بر افروختن است
مقصود تو زین نوازشش با او ... از آتش غیرت دل من سوختن است

رباعی

مقصود تو زین نوازشش با او ... از آتش غیرت دل من سوختن است
تا چند نهان غم تو خواهم کردن ... خون دل خود نهفته خواهم خوردن

رباعی

۳/۲ کام و دهن و لب و زبان سوزد اگر ... ۲/۲ حرفی بزبان خواهم از ان آوردن
۱/۱ تا چند نهان غم تو خواهم کردن ... ۲/۱ خون دل خود نهفته خواهم خوردن

رباعی

شوخی که ز مهوشان گزیدستیمش ... اوصاف ز حد برون شنیدستیمش
از هر چه شنیده ایم افزون صد بار ... دیدستیمش دمی که دیدستیمش

رباعی

چوں شعله بدل آتشِ عشقت انداخت | از بسکه تنِ مرا سراسر بگداخت
غم‌هاےِ نہاں که داشتم در سینه | بر مردم تیغت همه را ظاہر ساخت

رباعی

عشقِ تو که پیوندِ من از من بگسیخت | با گوشت و خون من بیدل آمیخت
ترسم که بجاےِ خوں براید ناگه | گر غمزهٔ تو خون مرا خواہد ریخت

رباعی

عشقِ تو مرا نشاں نمانده است و نه نام | هم خشک و ترم بسوخت هم پخته و خام
از بسکه سراپاے وجودم بگرفت | ترسم که بجاے خوں براید ز مشام

رباعی

ہر چند که خود مرا است در خوردِ دوزخ | با یادِ تو از بہشت خوشتر دوزخ
گر باد ز کوےِ تو وزد در دوزخ | آتش شود آب زندگی در دوزخ

رباعی

با ہر که نه دارد ز غم خویشتن خبر | از شرحِ حوادثِ محبت چه اثر
خود گوے که ز آئینه چه حظ دارد کور | در صوتِ دف و نے چه بود بہرهٔ کر

رباعی

دل خواست بدرد خود دواۓ و نشد | وز عقل طلب کرد شفاۓ و نشد
خیاطِ خرد بخیه بسے زد که شود | لایق بقدِ عشق قباۓ و نشد

رباعی

نے نہی از حرص و ہواے عقل است | در حرص اسیر صد تمنیٰ عقل است
در مانده بخود عقل و صلاح دو جہاں | مطلوب از و صرف یک بے عقل است

رباعی

اے بر تو عجب گراں رو بہا بارے | تا چند کشی بار گرانش بارے
تو نشاد که ایں عروس در عقد من است | او پیره زنے ستو کشتے مکارے

رباعی

گیرم که چو تو باد غرور انگیزی | از روےِ زمیں گرد صفت برخیزی

خیزی و بر دامن کشان آویزی
آویزی و آب روی خود می ریزی

رباعی

در وادی حیرت است آواره دلم
از خنجر بیخودی است صد پاره دلم
ناچار بجز بیخودی و حیرانی
دیگر چه بود چارهٔ بیچاره دلم

رباعی

نزدیک تر از ما تو و دلدار تو دور
چشم تو همیشه باز و او نامستور
زینسان که نه بینش تو در عین ظهور
معذورم اگر ترا نه دارم معذور

رباعی

قرآن ز هدیت معجز عیسیٰ بنفس
مستغنی مطلق کندت از همه کس
بٰ اوّل او آمده و سین آخر
یعنی بودت در دو جهان قرآن بس

بنے

رباعی

پر خون ز غم عشق درون چشم مُل
صد پارهٔ دل غنچه و پیراهن گل
تابوت شهید عشق بنگر که بس است
یک تختهٔ آن بحر جهنم را پُل

رباعی

ای صرفی اگرچه آمدی بازاری
مشکل که دلی که برد از و باز آری
بازار محبت بدهد نفعت اگر
فارغ ز زیان و سود این بازاری

رباعی

ای ترک اجل کنون که دور از یارم
از لطف تو حیلهٔ توقّع دارم
این ملتمس است تا شب دیدارم
پس خود به جهان شب بتو جان بسپارم

رباعی

صاحب فن کیمیا از آن خاک دریم
از خاکِ درش بادرخ مانند زریم
گو بر سر راه او سرِ خود ننهیم
یا رب سر از این ره بسلامت نبریم

رباعی

عشق است که قصّه اش شنیدن نتوان
وان قصّه بغیر دوست گفتن نتوان
خون گشت ز بس نهفتن آن جگرم
دیگر به دل خسته نهفتن نتوان

رباعی

هستم غم جانکاه به دل کرده نهاں — سیلے ز سرشک بر رخم کرد رواں
آں شیم نه داده سوئے دگرده زباں — یعنی غم پنہاں مرا کرده عیاں

رباعی

آئین وفا که شیوهٔ کار من است — از شیوهٔ من طریقهٔ یار من است
عمداً شده بے وفا در آزار من است — تا خلق نه دانند که دلدار من است

رباعی

عاشق که اسیرِ فرقتِ دلدار است — از یار تنش دور، دلش با یار است
تن در غم ہجر خسته و بیمار است — دل خرم و خوش به دولت دیدار است

رباعی

خواهم که لب شکر فشانت بینم — اعجاز مسیح از سخنانت بینم
یک لحظه که دیدمت وخود وا رستم — اے کاش ہمیشه ہمچنانت بینم

رباعی

کردم بخدا عہدِ موکد که اگر — بر خاک درِ تو سر نهم بار دگر
ہرگز نبرم سر به سلامت زاں سر — گر من ز درِ تو باز بردارم سر

رباعی

تحریر غمے چگونه آید از من — گر شدت آں نمیتواں کرد سخن
نے طاقت دستم که تواند جنبید — نے تاب قلم که خود تواند رفتن

رباعی

ہرگز گله از ستم یارم نیست — گر زار مرا بکشد آزارم نیست
میل همه کس به کشتن دشمن خود — جز دوست کشی شیوهٔ دلدارم نیست

رباعی

شرح الم بے حد و غایت چه کنم — اظہار ملال بے نہایت چه کنم
از بخت بدِ خویش شکایت چه کنم — با لطف تو عرض ایں حکایت چه کنم

رباعی

یامن هو بالفضل جدیر و حقیق | داما ء کماله عریض و عمیق
ذ العالم فی بحر عطایاه غریق
عمت برکات فیضه کل فریق

تمت

# متفرقات

## نعت

یا ایها العباد علیٰ سید الانام
صلوا و سلموا علیٰ آله الکرام

یعنی نبیّنا و محمّدنا محمّدا
ربی علیه صلّ و سلّم علی الدوام

ما سید الانام و لا افضل العباد
الا الذی اقرّ بتفضیله العظام

آن پیکر لطیفه بود نامه که مُهر
بر پشت دارد از پی تعظیم و احترام

آدم هنوز ناشده مسجود قدسیان
بر سجده گاه قدس نه بوده جز او امام

منشور دولتے که رسیده بانبیا
بے خاتم نبوت او بوده ناتمام

ختم نبوتش باو بلکه آمده
هم افتتاح آن به وجودش هم اختتام

شیطان ز جبرئیل ترقی کند به قرب
بالفرض اگر باو ﺑ ند چنگ اعتصام

معراج او شبے و شب رویت کلیم
فرق اندریں دو شب چو میان صباح و شام

موسیٰ سوال کرد ارنی لن ترا شنید
او را الکلام دولت دیدار بر دوام

ایں دولت همیشه چه بیداری و چه خواب
لا باس من کراه اذ القلب لا ینام

گر جلوه گر بباغ شود نخل قامتت
سرو سهی به سجده فرود آید از قیام

یا مرتضیٰ به فیض ابن محمدی
کز فیض خاص خود برسانی مرا به کام

چوں کرد صرف راه تو نقد حیات خویش
یعقوب را به عشق تو صرفی شد ارث نام

## منقبت

اولیا و اصفیا را سرور و مولا علی
وال من والا علیاً عاد من عادی علی

سرورِ اہلِ فتوت او بود در ہر دو کون
حق عیاں از مصطفیٰ و مصطفیٰؐ از مرتضیٰؓ
ہر ایک از اسمای حسنیٰ را ز اعیان مظہریست
ما رایت الشیٔ الا قد رایت اللّٰہ فیہ
ہیچ میدانی کہ او را چیست نسبت با نبیؐ
بیشہ ما عاشقی و منت ایزد را کہ ہست

بشنو از شاہِ نبوت لا فتیٰ الا علی
بای بسم اللہ نبی و نقطہ آن با علی
لیک آمد مظہر مجموع آن اسما علی
گفت چون آمد بہ نور لم یزل بینا علی
با محمدؐ مثلِ ہارون است با موسیٰ علی
در طریق عشقبازی مقتدای ما علی

صرفی مسکین ضعیف و نفس غدارش قوی
جای امداد است و وقتِ دستگیری یا علیؓ

# منقبت

بعدِ حمدِ خدا و نعتِ نبیؐ
واجب آمد مدیحِ قطبِ جہاں
سید و صدر اولیای خدا
فخر آلِ محمدِ عربیؐ
از خدا را خلیفۂ اعظم
کاسہ دارِ شرابِ مصطفویؐ
مجلس افروزِ والِ من والاہ
جرعہ نوشش ز جامِ الہامی
غوثِ آفاق و قطبِ حقانی
قدس اللہ سرہٗ الاسنیٰ
باد ہر دم بہ روحِ قدیم

افضل الخلق سیدِ عربیؐ
مقتدای ہمہ ذوی العرفان
علی ثانی آن امامِ ہدیٰ
مشعلِ دودمانِ مطلبی
متصرف بتمام در عالم
نغمہ سازِ سرودِ مرتضویؓ
خانمان سوزِ عادِ من عاداہ
صد ہزاران چو احمد جامی
میر سید علیؓ ہمدانی
روح اللہ روحہ الاعلیٰ
صد ہزاران تحیت و تسلیم

باد در روحِ مروحش یا رب
فیض بخش و ممدِ ہر مطلب

## صرفی — منقبت

علی ثانی آں سلطانِ اعظم
علی نام و زاد و لادِ علی ہم

چو اسرارِ علی از وی عیاں شد
علیؔ ثانی او را نام ازاں شد

کنوں روشن شدہ زاں عالم آرا
چراغ بزمِ نجم الدین کبرا

عراقش مولد و آقا بختلاں
مزار و مرقد آں قبلۂ جاں

امام العارفین و قطب الاقطاب
علیؔ با بہارا گشتہ بو تراب

رساند در دماغ تو سحرگاہ
نسیم روضۂ من کنت مولاہ

کند آگاہت از رازِ درونی
کہ آمد مظہرِ سرِ سلونی

بحمد اللہ کہ مارا پیشوا اوست
براہِ عشق مارا مقتدا اوست

بحمد اللہ بہ عشقش زندہ ام من
بہ عشقش تا ابد پایندہ ام من

ہمیشہ با غمِ عشقش دلم شاد
ز غمہائے دو عالم جانم آزاد

جز ایں غم صرفیا ہمدم مبادا
الٰہی ہیش باد و کم مبادا

امید است آنکہ ایں غم آخر کار
کند ز اسرارِ پنہانم خبردار

## منقبت

ای شدہ مغرور بناموسِ علم
غلغلہ انداختہ در کوسِ علم

علم نہ آن است کہ برتن تند
علم ہماں است کہ بردل زند

علم کہ برتن تند آں مار تست
عالم کہ بردل زند آں یارِ تست

علمِ تو معلوم کہ تا خود کجاست
از سر بینی تو تا پشتِ پاست

کاش کند محو علیم حکیم
علمِ حدوثِ تو بہ علمِ قدیم

علمِ قدیم از تو چہ یا بد ظہور
گر ہمہ داں گو ہمیت آخر چہ دور

ایں ہمہ دانی ہمہ دانی دہد
معرفتِ سرِ نہانی دہد

یعنی اگر با شدت این آرزو — از در شاه همدانی بجو
وهو امام العرفا بالیقین — زبدهٔ اولاد شه مرسلین
مفخر ارباب ولایت علی — رهبر اصحاب هدایت علی
آن همدان مولد و ختلان وطن — شیوهٔ او طی زمین و زمن
مهر منیرے که ز بطحیٰ ظهور — یافته و کرد به یثرب عبور
از همه جان نور وی آمد پدید — عاقبت آن نور به ختلان رسید
مکهٔ ثانی همدان را بگو — یثرب ثانی شده ختلان ازو
کعبهٔ دل را که بود صد حجاب — هست ز فتحیهٔ او فتح باب
از روش او چلهٔ سالکان — آمده رهبر بسوی لامکان
آمده از یک چله اش صد هزار — سرّ نهانی شد ازو آشکار
تیر سلوک از چله گردد روان — بی چله کی تیر رود از کمان
در چله شد طینت آدم تمام — بی چله موسیٰ نه رسیده بکام
ورنه بچل روز نینداختے — حق بیدے آن همه را ساختے
در چله سرّ بست ز ربّ جلیل — کان نه رسد مدرک عقل عقیل
هر که کند دولت معنے طلب — خلوت صوری بود او را سبب
ورنه شه اہل نبوت چرا — چله نشین گشت به غار حرا
خود تو بگو فطرت شخصے دگر — به بود از فطرت خیر البشر
کی شودش شاهد معنے گزین — صورت او تا شده خلوت گزین
آمده القصه به رفع تشقّق — این روش پاک نه اہل طرق
گرچه بسے راه سوی مطلب است — راه امام همدان اقرب است
وه چه نکو راه و چه خوش رهبرے — رهبر ما در ره دین حیدرے
همچو علی دانش ربانیش — زان لقب آمد علی ثانیش
چون به علی نسبتش آمد تمام — هم بحسب هم بنسب هم بنام
از ره تعظیم نباشد عجب — گر علی ثانیش آمد لقب
ظاهر ازو سرّ علی و نبی — بل هو سرّ لا یبید العلی

هست برین نکته دلیلِ قبول — الولد سرٌّ لابیه از رسول
سلسلهٔ او که درِ آئینِ عشق — آمده زنجیرِ عجائبِ عشق
بستهٔ این سلسله آبائے من — چون دلِ دیوانهٔ شیدائے من
صرفیِ مسکین که هواخواهِ تست — از دل و جان بندهٔ درگاهِ تست
گر لبِ جان بخش تو فرمان دهد — بر قدمت سر نهد و جان دهد
چون ابجد خواند به لوحِ الست — ابجدِ عشقش که به دل نقش بست
در دل و جانم غمِ عشقش وطن — کرده چو جان در دل و دل در بدن

جان و دلم خالی ازین غم مباد
باد فزون دم بدم و کم مباد

# منقبت

امیدِ مدد مرا درین راه — هست از همه بیش ازان شاه
کامد شهِ کشورِ ولایت — سلطانِ ممالکِ هدایت
شاه همدانی است لکن — آمد همه دان به نورِ باطن
سر دفترِ اولیائے عالم — در علمِ خداشناسی اعلم
نامش علی و به نکته دانی — آمد لقبش علیِ ثانی
رندے که نهاده رو به راهش — در نفسِ خود است در پناهش
پیموده فنا فی طریقت — دریافته کعبهٔ حقیقت
اصحابِ ارادتش به ترتیب — هم اهلِ سلوک و هم مجاذیب
از جملهٔ حجاب ها گذشته — فائض به تجلیات گشته
اول به تجلیِ صفاتی — آنگه به تجلیاتِ ذاتی
ابرِ گهر فشانِ معنی — او لجهٔ بیکرانِ معنی
سرچشمهٔ بحرِ جود و احسان — سر حلقهٔ اهلِ کشف و ایقان
گویند که سیرِ ربعِ مسکون — کرده بتن از دو بار افزون

اما بدل احتمال دارد — کو خاطر اگر برون گمارد
صد بار فزون بود بیکدم — سیرش بهمه حدود عالم
در راه صفاتش سیر مطلق — سیرش بحق از حقیقت در حق
سیرش که چنین بود دران باد — هادی من آن امام ارشاد

صرفی چه کنی حکایت از بخت
تا چند کنی شکایت از بخت

## غزل

سودای عشق یاری دیوانه کرد مارا — غوغای گل عذاری افسانه کرد مارا
بر بود زهد و تقوی از عشوه یک نگاهی — چشمان مست جانان مستانه کرد مارا
چون کرد یک نگاهی بی هوش ساخت بیخود — مینای می حواله پیمانه کرد مارا
آتش فتاد در جان از شمع روی جانان — بر شعله جمالش پروانه کرد مارا

فرسوده او نه صرفی جای تو شد خرابات
سر منزل سلامت میخانه کرد مارا

## غزل

ما زنده بعشقیم فنا را نشناسیم — خضریم و ولی آب بقا را نشناسیم
پای از سر خود کرده سر از پا نشناسیم — در راه محبت سر و پا را نشناسیم
بالله که بجز از سبق مهر نخواندیم — والله که بجز از درس وفا را نشناسیم
با نیک و بد هیچ کسی کار نداریم — با خلق خدا مدح و هجا را نشناسیم
داریم تنعم به غذای جگر خود — جز خون جگر هیچ غذا را نشناسیم
یاری کن در مانده وازپای فتاده — غیر از کرم آل عبا را نشناسیم
از صحبت رو به صفتان بسم گریزان — جز بندگی شیر خدا را نشناسیم

عاجز خرد از وصف کمالش بود اما | جز منقبتش مدح و ثنا را نشناسیم
المنۃ للہ کہ جز او رہبر ما نیست | بے رہبریش راہِ ہُدیٰ را نشناسیم

صرفی بہ درِ عزت او ہیچ وسیلت
جز ہمتِ والای رضا را نشناسیم

# غزل

غیرت از چشم برم سوی تو دیدن ندہم | گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم
گر شبے دست دہد وصل تو از غایتِ شوق | تا قیامت نہ شود صبح دمیدن ندہم
ہدیۂ روی تو گر ملکِ دو عالم بدہند | اعلم اللہ سرِ موی تو دیدن ندہم
گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد | تا نہ بینم رخِ تو روح رمیدن ندہم

صرفی ار باد وزد سوی دو زلفینِ سیاہ
باد را نیز دراں زلف وزیدن ندہم

# ستہ مصرعی

بیدلیم و دنار ما این است | بے کسیم و شعارِ ما این است
عشقبازیم و کارِ ما این است

یارب از آتشِ فراق کسے | سوختیم سوختیم برنگِ خسے
در خزاں نو بہارِ ما این است

ای بتاں در غمِ فراق شما | لالہ ساں داغ ہاست بردلِ ما
کز شما یادگارِ ما این است

حاصلِ والہانِ شیدائی | نیست در عشق غیر رسوائی
عزت و اعتبارِ ما این است

روز تا شب در آہ و افغانیم | شب ہمہ ہم چو شمع سوزانیم

تا سحر حالِ زارِ ما این است

دمبدم خوں ز دیده مے باریم    تخم عشقش بسینہ مے کاریم
سال و مه گشت و کارِ ما این است

سر بر آں خاک آستاں دادیم    بر تمناے وصل جاں دادیم
که تمناے یارِ ما این است

بر لبِ لعل آں پری پیکر    دمبدم مے خوریم خونِ جگر
که مے خوشگوارِ ما این است

داغ ها نیست بر دل غمگین    بلکه گلهاے آتشین است این
صوفیا لالہ زارِ ما این است

# غزل

چوں نظر کردم بخود خود را ندیدم غیر دوست    من نمیدانم که یا رب او منم یا من همو است

اوست مغز و هر چه غیر او بود جز پوست نیست    ور نکو بینیم غیر او نه مغز است و نه پوست

کی بود بیگانه را از نکتهٔ وحدت خبر    آشنا داند که عینِ آب دریا آب جو است

حافظ قرآں نه ایم و صاحب اوراد نیز    ما مجانینیم و وردِ ما است هر دم دوست دوست

دیده ها از غیر دیدن شستن آمد فرضِ عین    شکر لله کاب چشمم در پئ آں شست و شو است

گفته چوں او نوحی پس جست و جو از هر حیثیت    خویش را گم کرده ام از بهر آں ایں جستجو است

حلِ ایں مشکل نخواهد کرد صوفی از کسے
گر خطِ ام الکتاب آگه سراسر مو بمو است

⁂